سلسلہ اشاعت۔ ۳۶

امیر المومنین حضرت یزید بن معاویہؒ کی شخصیت
اور خلافت سے متعلق ابوزید ضمیر کی تنقید پر

ضرب شدید
بر
مذمت یزیدؒ بن معاویہؓ

از

عبدالودود صدیقی سلفی

ناشر: دائرۃ البحوث السّلفیہ، کلیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلے مجھے پڑھئے

گزشتہ سال جناب ابوزید ضمیر، پونہ نے حسینؓ ویزیدؒ کے عنوان پر ایک خطاب فرمایا تھا جس میں موصوف نے تین گھنٹے مسلسل امیر المومنین حضرت یزیدؒ بن معاویہؓ کی زندگی اور ان کے نظام خلافت پر صرف منفی پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور ان کے محاسن (خوبیوں) کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ ہر ممکن تاویل کر کے امیر موصوف کو ہدف ملامت بنانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ابوزید ضمیر چونکہ ایک مشہور و معروف سلفی مقرر ہیں جن کی تقاریر جامع ہوتی ہیں اور پسند بھی کی جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں اہل حدیث عوام پر ان کے نظریات کا اثر پڑنا ممکن ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ امیر یزیدؒ کے تعلق سے ابوزید ضمیر کی یہ تقریر اہل حدیث کے منہج کو متاثر کر سکتی ہے اور ایسا ہوا بھی۔ بھیونڈی جمعیت اہل حدیث کے ایک مشہور داعی جناب امجد اشرف خان کے اہل خانہ نے تقریر سن کر کہا کہ اس تقریر کو سن کر لگتا ہے کہ یزیدؒ کوئی گنڈہ یا موالی تھا! یوں ہی کلیان میں میرے کامپلیکس کے ایک صاحب نے مجھ سے عرض کیا کہ یزیدؒ پر تنقید کے سلسلے میں ابوزید ضمیر نے قرآن وسنت اور تاریخ کے دلائل کی روشنی ہی میں خطاب کیا ہے جو بالکل صحیح ہے، لہٰذا میں نے ان کو مطمئن کرنے کے لئے لیپ ٹاپ پر بیٹھ کر تقریر کے ایک حصے کو سنا پھر اپنی کتاب کے نقد کو پیش کیا جس سے موصوف کو یقین کامل ہوا کہ یقیناً ابوزید نے اس سلسلے میں افراط وتفریط سے کام لیا نیز دلائل کو توڑ موڑ کر پیش کیا، پھر یہ تسلیم کیا کہ میری تنقید صد فیصد صحیح ہے۔ بھیونڈی کی ایک فیملی جو اس علاقے میں سلفیت کی تاسیس کی ذمہ دار تھی، کے چند افراد بھی تقریر سن کر ابوزید کے اس سلسلے میں گمراہ کن نظریات سے متفق تھے۔ ان تین مثالوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کو سن کر اور کتنے لوگ گمراہ ہو سکتے ہیں! بہرحال میں امجد اشرف خان، بھیونڈی، جناب جیلانی، ندیم (کلیان) جو جمعیت اہل حدیث کلیان کے ذمہ داران میں سے ہیں، کو لے کر پونہ گیا اور شب میں چار گھنٹہ مسلسل ان کے رفقاء کی موجودگی میں اس عنوان کی غلطیوں پر موصوف سے گفتگو کی لیکن موصوف نے کسی بھی مسئلے میں کھل کر وضاحت نہ کی جس کے نتیجے میں میں نے کہا کہ میں اس سلسلے میں ایک کتاب تصنیف کروں گا جو اس تقریر پر نقد ہوگی۔

بعدہٗ میں نے بڑی عرق ریزی سے ٦ مہینے میں یہ کتاب تالیف کی اور تکولی (تھانہ) میں ایک خطاب کے موقع پر موصوف سے اس کتاب کی تیاری کا ذکر کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم پونہ میں بیٹھ کر دونوں کتاب کو ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور آپ بتائیں کہ میں نے اس نقد میں کیا غلطی کی ہے۔ لیکن موصوف نے مجھ سے پرنٹ آؤٹ دینے کو کہا چونکہ اس صورت میں کافی تاخیر ہوتی اس لیے میں نے اس کتاب کو شائع کیا۔ میں جناب ابوزید کا مخالف نہیں بلکہ میں تو ان کی تقاریر پسند کرتا ہوں لیکن اہل حدیث ہونے کے ناطے احقاق حق وتردید باطل کے لئے مجبور ہوں۔ یہ کتاب میں نے حق کی وضاحت کے لئے ہی تالیف کی ہے۔ ارباب فکر ونظر سے گزارش ہے کہ وہ میری اس کتاب میں پائی جانے والی غلطیوں سے مجھے آگاہ فرمائیں، کتابوں کی اشاعت کے لئے میرے پاس مستقل کوئی فنڈ نہیں لہٰذا ارباب خیر سے گزارش ہے کہ وہ اپنے گراں قدر مالی تعاون سے ہمارے اس مشن کو آسان کریں۔ ہمارے اس مشن میں ریاض بن حمید (کلیان) بھی شامل تھے۔

ہمارا موبائل نمبر: 8454821339 • سن اشاعت: ۲۰۱۳ء جون • پرنٹر: برڈی اقصیٰ پرنٹرس، کلیان

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ ومن تبعھم باء حسان ا لی یوم الدین امابعد۔اہل سنت والجماعت کا شروع سے یہ عقیدہ اور ایمان رہا ہے کہ اسلام میں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت آئینی اور کلیدی ہے اور قرآن مجید کی شرح وتفسیر سنت کے بغیر دین سے انحراف اور بُعد کے مترادف ہے اور عصر حاضر میں یہ طائفہ منصورہ کسی بھی قیمت پر دین اور عقیدے میں کسی بھی مصلحت کوشی، حکمت اندیشی اور اغماض واغلاق کا قائل نہیں اور بفرض محال کسی نے مسلک ومنہج میں سبیل المومنین سے یک سر موانحراف کیا تو فوراً کوئی نہ کوئی بندۂ رحمٰن اس پر داروگیر کرتا ہے اور اصلاح کرتا ہے جس کے نتیجے میں دین مین گمراہی وکج فکری کوراہ نہیں ملتی۔اسی بنا پر اہلحدیث میں اول تو فکری انحراف عموماً پایا نہیں جاتا اور بر بنائے تکاسل وتکاہل پیدا ہو گیا تو ارباب فکر ونظر اپنی دینی حمیت اور مسلکی غیرت کو بروئے کار لا کر اس پر خطِ تنسیخ کھینچ کر اصلاح کر دیتے ہیں۔

ادھر کچھ دنوں سے دین کے نام پر دنیا داری اور خود نمائی اور خود غرضی کی گرم بازاری کی وجہ سے دینی حلقوں کے ذمہ داران اور کارکنان میں حکمت کوشی 'مصلحت اندیشی' تکاسل وتکاہل اور منصبی تغافل کی بنا پر انحراف راہ پا رہا ہے اور دینی و مذھبی حلقوں میں کچھ بدعت زدہ منہج برگشتہ، مسلک نا آشنا' نام نہاد اور خود ساختہ مقرّرین اور واعظین کی وبا پھوٹ پڑی ہے۔یوں ہی اہلحدیث علماء بھی بلا امتیازِ خیر وشر مختلف بدعت زدہ دینی اداروں میں خدمت انجام دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اہلحدیث اور سلفی کہلانے والے طائفہ منصورہ اور جماعت حقہّ کے دینی اور جماعتی ذمہ داران وسربراہان بھی اپنے ذاتی ڈھیلے پن' رواداری' وسیع المشربی اور درازنفسی کے پیش نظر ان تمان بدعی وخرافی سرگرمیوں کے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ادھر مسلک بیزار تنظیموں میں سلفی علماء کی خدمات سے سلفی برادران میں انکے برحق ہونے کا خیال پیدا ہونا لازمی امر ہے۔اس سے مسلکی ومنہجی انحراف کی تخم ریزی ہوتی ہے فکری آوارگی ونظری انارکی کا تصور پیدا ہوتا ہے اور یہ دین متین کی بنیادی فکر کے سراسر خلاف ہے۔قرونِ اولیٰ میں اس کی مثالیں مفقود ہیں۔ارشادِ باری ہے ولاتلبسو الحق بالباطل وتکتمو االحق وانتم تعلمون (بقرہ۴۲) یعنی حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرو اور نہ حق کو چھپاؤ تمہیں تو خود اس بات کا علم ہے۔

مذکورہ بالا قرانی حکم کے پیش نظر کسی بھی مصلحت کی بنا پر اہل حق نے کبھی بھی اہل باطل کے ساتھ فکری وعملی ساز باز نہیں کیا۔ ہمیشہ خود کو باطل فرقوں سے الگ رکھ کر اپنے امتیاز وتفوّق کو برقرار رکھا۔لیکن آہستہ آہستہ پھر ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ طائفہ منصورہ ذاتی تحفظات اور اپنی منحرف سوچ کی بنا پر دین میں حکمت اندیشی و مصلحت کوشی اور

نام نہاد غیر شرعی رواداری کی مخدوش ومشکوک بنیادوں پر بدعت زدہ اداروں‘تنظیموں اور خود اپنی ہی جماعت کے گندم نما جوفروشوں کے دامِ ہم رنگ زمین کا شکار ہورہا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ جو ذمّہ داران اپنے ذاتی تحفظات‘شخصی توسع اور درازنفسی کے ذریعہ دین متین میں آلودگی‘آمیزش اور منہجی وفکری آوارگی اور بحران پیدا کریں گے انکو روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہونا پڑیگا اور اگر انکے ذاتی ڈھیلے پن کی بنا پر امت مسلمہ میں بدعقیدگی، زیغ وضلال اور دینی انحراف پیدا ہوا تو اسکا پورا ذمہ اور عذاب الٰہی ان کی خود اپنی گردنوں پر ہوگا۔اس لئے کہ ان کی سیادت، قیادت ونیابت میں یہ سلفی کاروان کارگاہ حیات میں رواں دواں ہے۔عوام الناس تو العوام کالانعام کی بنا پر روزمحشر گلوخلاصی کرلیں گے لیکن علماء کرام ذمہ داری اور جوابدہی سے بچ نہ پائیں گے۔اس لئے اخروی عذاب وجوابدہی کے پیشِ نظر ہوش کی دوا کرلی جائے ورنہ کل روزِ محشر عذاب الٰہی سے گلوخلاصی نہ ہوسکے گی۔

آج ایک عام حقیت مشاہدے میں یہ آرہی ہے کہ سلفی معاشرے میں کچھ غیر عالم اشخاص اپنی چرب زبانی‘حالات کی سازگاری اور دوست احباب کی کرم فرمائیوں کی وجہ سے دروس‘خطابات وخطبات اور چھوٹے چھوٹے خودکفیل اداروں کے ذریعہ نیز اپنی دینی سرگرمیوں کی بنا پر آہستہ آہستہ سلفی معاشرے میں مشہور ومعروف ہوجاتے ہیں پھر ایک باقاعدہ خودکفیل ادارے کی شکل اختیار کرکے اپنا لوہا منواتے ہیں۔کچھ غیر عالم محنت ومشقت کی ٹھوس بنیادوں پر خطبات وخطابات اور دروس کے ذریعہ صدفی صد علماء کرام جیسی پوزیشن حاصل کرلیتے ہیں۔اور جماعت وجمعیات خود بھی عوام میں ان کی مقبولیت کی بنا پر سپر انداز ہوجاتی ہیں۔پھر تو ایک بار کوئی عالم چرب زبانی کی بنا پر عندالناس مشہور ومعروف ہوگیا تو پھر اس کے دروس کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہوجاتا ہے۔ہر کوئی اسکو دروس وخطابات کا موقع دینے کے لئے اتاولا اور بیقرار ہواجاتا ہے۔پھر تو آہستہ آہستہ اس عوامی سند یافتہ اور مشہور ومعروف شخصیت کے ذاتی نظریات،فکری آوارگی ،شانِ بے نیازی اور مسلکی ومنہجی زیغ وضلال یکے بعد دیگرے منظر عام پر آنا شروع ہوجاتے ہیں لیکن اس صورت حال کے ظاہر ہونے تک بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے اس لئے کہ عوام تو عوام علماء کرام بھی انکو حکمت ومصحلت کے پیش نظر برداشت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔جلدی انکار رد نہیں کرتے۔ بلکہ اختلاف وانتشار سے بچنے کے لئے فراخدلی ودرازنفسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔توسّع اور وسیع المشربی سے کام لیتے ہوئے صورت حال کے خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ڈاکٹر ذاکر نائک اور پیس ٹی وی کے فکری وعملی انحراف کے سلسلے میں ممبئ کی مساجد کے ائمہ کرام کی حدتک جمعیت اہلحدیث کے ذمہ داران کی جانب سے ہمت افزائی البتہ ہوئی لیکن انتخابی سرگرمیوں کے بعد پورے ممبئ اور رائے گڑھ پھر گجرات میں پاٹن کے سامی

نام کے قصبے میں ذاکر نائک کی نیابت میں، اہل حدیث کے ساتھ آل گجرات کے اجتماع کا انعقاد ایک موجب تشویش معاملہ ہے۔یعنی ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر ذاکر نائک کے مسلک کی وضاحت کے بعد بھی آج تک جمعیت اہلحدیث نے اپنے منہج اور مشرب کے سلسلے میں کوئی قطعی وحتمی فیصلہ نہیں کیا ہے۔۲۰۰۳ء کے بعد بھی کلکتہ اور دہلی اور چینئی اور بھی متعدد مقامات پر جمعیات اہلحدیث کے زیر انتظام ذاکر نائک اور پیس ٹی وی کے ساتھ الحاق کی صورت میں پروگرام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں اور ممبئی میں بھی بڑی شان کے ساتھ جمعیت اہلحدیث کے اسٹیج سے راہ حق سے منحرف اور برگشتہ پیس ٹی وی سے متعلق علماء کے خطبات اہلحدیث ذمہ داران کی موجودگی میں ہوتے ہیں ۔نہ جانے یہ سیلاب کب تھمیگا! شرک وبدعت سے متنفر اہلحدیث طائفۂ منصورہ اور جماعت حقہ کے فرزندان توحید کو کیا ہوگیا ہے کہ اپنی عظمت رفتہ کو فراموش کر کے جماعتِ اسلامی جیسی راہ پر چلنا شروع کر دیا ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ طائفۂ منصورہ کے خطاب سے اللہ تعالیٰ ہمیں محروم کردے اور مورخ یہ لکھنے پر مجبور ہو جائے کہ اپنے فکری توسّع کی بنا پر اس دور کی اہلحدیث جماعت اب طائفۂ منصورہ نہیں رہی دیکھیے اب کب سلفی انقلاب واقع ہو اور نشاۃِ ثانیہ کا وقوع ہو۔حالاتِ حاضرہ کے مشاہدے سے ایسا لگتا ہے گویا کہ نام نہاد رواداری ہی اسلامی تعلیمات کا مقصود ہے اور منہج ،عقیدہ اور سلفیت ثانوی حیثیت کے حامل ہوں۔ویسے برطانیہ میں تو جمعیت اسی راہ پر چل پڑی ہے۔فی الحال ہم برطانیہ کے جمعیتِ اہلحدیث کے فکری ومنہجی بحران کے ذکر سے صرف نظر کرتے ہیں ۔یہ داستان تو خون کے آنسو رلانے والی ہے۔وہاں پر بھی بہت سی منہج بیزار تنظیموں سے جمعیت اہلحدیث نے ساز باز کر رکھا ہے۔ایک لمبی داستان ہے کسی اور موقع پر ان شاء اللہ سنائیں گے۔

ابوزید ضمیر نے اسلاف کو چھوڑ!

جناب ابوزید ضمیر کو میں گزشتہ تیرہ چودہ سالوں سے جانتا ہوں ۔موصوف اس وقت درس وتدریس میں داخل نہ ہوئے تھے البتہ دروس وتقاریر کا اہتمام کرواتے تھے۔خود ایک بار میں شیخ محمد مقیم فیضی اور نجیب بقالی صاحب کے ساتھ درس کے لئے پونہ گئے تھے۔پھر کچھ سالوں بعد ایک کامیاب مقرر کی حیثیت سے افق پر نمودار ہوئے۔اللہ تعالیٰ انکو مزید کی توفیق عطا فرمائے۔حال ہی میں دوست احباب نے خبر دی کہ موصوف نے چند ماہ قبل حضرت حسینؓ اور یزید کے عنوان پر ایک خطاب کیا ہے۔یہ خطاب تقریباً تین گھنٹوں کا ہے۔کسی طرح میں نے اس تقریر کو اپنے موبائل میں محفوظ کر کے سنا تو دریائے حیرت میں غرق ہو کر رہ گیا۔اس لئے کہ موصوف نے حضرت امیر یزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں بالکل دیوبندی اور بریلوی طرز تقریر اختیار کیا ہے۔ویسے علماء دیوبند میں سے بھی بہت سے اس مسلہ میں راہِ صواب سے قریب ہو رہے ہیں ۔مولانا منظور احمد نعمانیؒ کے فرزند مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

نعمانی کی کتاب ''واقعہ کربلا اور اسکا پس منظر'' اس کی عمدہ مثال ہے اور اگر ایک طرف مولانا قاری محمد طیّبؒ صاحب نے 'شہید کربلا اور یزید' لکھ کر تاریخ اسلام پر ظلم کیا تو دوسری طرف ندوی علما نے حضرت یزیدؒ پر بہت کچھ مثبت انداز میں تحریر کیا۔ہم وقتاً فوقتاً اس کا ذکر کریں گے۔مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی حضرت یزیدؒ کے تعلق سے مثبت باتیں کہی ہیں۔ان شاءاللہ آگے ذکر کریں گے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت یزید اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں بہت کچھ منفی مواد مورخین اور علماء کرام نے فراہم کیا ہے لیکن مثبت مواد بھی اس سے کہیں زیادہ ہے۔ جہاں تک منفی مواد کا تعلق ہے۔ یہ سبائی وشیعی پروپیگنڈے کا نتیجہ ہے۔اس لئے کہ واقعہ کربلا پر سب سے پہلے ابومخنف رافضی نے ہی مواد فراہم کیا اور طبری نے اسی کے ذریعہ ان تفصلات کو نقل کیا اور طبری کی تمام مورخین نے پیروی کی لہٰذا پوری تاریخ کم سے کم اس سلسلے میں متاثر اور آلودہ ہوئی ۔حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت یزید کے تعلق سے بہت سی تاریخی خرافات اور واہیات نے نہ صرف عوام بلکہ متعدد متقدمین اور متاخرین کو بھی منفی طور پر متاثر کیا ہے لیکن علماء کرام نے ہر میدان کی طرح اس میدان میں بھی تحقیق و تنقیح اور توضیح وتنقید کے ذریعہ صحیح سمت دینے کی سعی مشکور کی ہے جسے ہم بالاختصار اپنے موقع پر تحریر کریں گے ۔ جناب ابوزید ضمیر نے اپنے گردوپیش کے ماحول اور پہلے سے طے شدہ اہداف (Traget) کی بنا پر اپنا خطاب شروع کیا اور حاصل شدہ منفی اور مثبت دونوں قسم کے مواد میں سے صرف اس مواد کو اخذ کیا جو ان کے میلانِ طبع سے میل کھاتا تھا اور ہر اس بات کو نظر انداز کرتے چلے گئے جو حضرت امیر یزید کی شخصیت کو نکھارتا ہو۔بہر حال یہ اپنا اپنا نصیب ہے جو مقدّر رہے۔

جناب ابوزید ضمیر صاحب اس مسئلے کے علاوہ اہل بدعت اور مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز میں اوروں کے مقابلے میں زیادہ ہی پرجوش اور حساس ہیں ۔ جناب پروفیسر نثار پاٹنکر صاحب سے چند سال قبل پونہ میں ہوئی گفتگو میں ابوزید ضمیر کا ایک اور عقیدہ کھل کر سامنے آیا وہ یہ کہ موصوف عوام النّاس کے لئے تقلید کے جواز کے قائل ہیں اور پونہ میں ہی رہنے والے میرے ایک ساتھی سے بھی ان دونوں باتوں پر موصوف نے بحث کی۔اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ موصوف کا منہج کچھ مشکوک ومخدوش ہے۔کاش ابوزید صاحب اپنی اہمیت اور قوم کے لئے اپنی افادیت کا خیال کرتے ہوئے اپنے غیر منہجی نظریات سے رجوع فرمائیں۔

امر حیرت یہ ہے کہ بائکلہ کے ایک درس میں آنجناب نے ردّ تقلید میں ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا۔ اس لیت ولعل اور حیص بیص کو ختم کرنے کی کوشش کر کے مطلع کو صاف کریں۔اس لئے کہ آپ جیسے صالح اور متحرک داعی سے بہتوں کی ہدایت متعلق ہے۔

کیا علماء کی اکثریت نے یزید کو برا کہا ہے۔

تقریر کی تمہید بیان کرنے کے بعد ابوزید نے علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ یزیدؒ کے بارے میں علماء اہلسنّت میں بعض فیور (تائید) میں گئے ہیں اور بعض نے یزیدؒ کو برا کہا ہے لیکن اکثریت نے یزیدؒ کو اچھا نہیں کہا ہے اور وہی بات آج ہم اپنے اس درس میں دیکھیں گے'' تقریر کے اس جملے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مطابق بعض علماء اہلسنت یزیدؒ کے فیور میں ہیں اور بعض نے برائی بیان کی ہے لیکن اکثریت نے یزیدؒ کو اچھا نہیں کہا ہے اور وہی بات ''یعنی یزیدؒ کے منفی پہلو اور مذمتی پہلو کو اکثریت سے ثابت کرنے کا دعویٰ ابوزید فرماتے ہیں لیکن قارئین دیکھیں گے کہ کسی بھی مقام پر ابوزید کے پیش کردہ اقوالِ ائمہ میں ایک قول بھی ایسا نہ ملیگا جس سے یہ ثابت ہو کہ علماء کی اکثریت نے یزیدؒ کو برا کہا ہے۔ اگر موصوف یہ کہتے کہ علماء میں بعض نے فیور کیا ہے اور بعض نے برائی بیان کی ہے تو اس میں کوئی خاص قباحت نہ تھی لیکن علماء کی اکثریت کا یزیدؒ کو برا کہنے کا دعویٰ محض بے بنیاد ہے اور پھر یہ بھی کہا کہ'' وہی بات آج ہم اپنے درس میں دیکھیں گے'' یعنی اکثر علماء کے یزیدؒ کو برا کہنے کے دعوے کو ثابت کرنے کا موصوف کا دعویٰ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کسی بھی قیمت پر موصوف یہ ثابت کر کے رہیں گے۔ قارئین دیکھیں گے کہ کسی بھی امام کے قول سے وہ یہ ثابت نہیں کر پائیں گے کہ اکثر علماء نے یزیدؒ کو برا کہا ہے ابن تیمیہؒ کا نام لے کر اپنے میلانِ طبع کی اشاعت کیا یہ ایک علمی خیانت اور بد دیانتی نہیں؟ اس لئے کہ شیعی پروپیگنڈے کی وجہ سے ہمارا روایتی و تاریخی نظام بڑی حد تک متاثر ہوا ہے۔ اسی لئے متاخرین ہی نہیں بلکہ متقدمین بھی سبائی دسیسہ کاریوں اور مغالطہ اندازیوں کا شکار ہوئے ہیں لیکن اسی تاریخی و روایتی سرمائے میں حضرت امیر یزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان بزرگی، علمیت اور ہمہ جہت شخصیت کی جلوہ سامانیاں آپ کو جا بجا نظر آئیں گی۔ ہم ان شاء اللہ جلد ہی اپنے موقع و محل پر اس پر ضیا باری کریں گے۔

ابوزید حضرت معاویہؓ اور حضرت یزید کو الگ کرنے کے درپے

اپنی تقریر کے اٹھائیسویں منٹ پر ابوزید حضرت معاویہؓ اور حضرت یزیدؒ کا ذکر کرتے ہوئے دو مقامات پر بڑے حقارت آمیز لہجے میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امیر یزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک دوسرے سے الگ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' یہ یاد رکھیں کہ یزید الگ ہے اور معاویہؓ الگ ہیں'' ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ'' اس لئے لوگ معاویہؓ کو یزیدؒ سے نہ جوڑیں۔ حیرت ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امیر المومنین یزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان باپ بیٹے کا رشتہ قائم کیا ہے اور حضرت امیر معاویہؓ کو اپنے فرزند

حضرت یزیدؒ سے ایسی محبت اوران کی ذات پر اتنا اعتماد اور بھروسا ہے کہ امیر موصوفؓ ان کی ولی عہدی کی بیعت لے رہے ہیں اور خیر القرون کے تمام مسلمان (صحابہؓ ،تابعینؒ اور تبع تابعینؒ) سب کے سب دوتین کو چھوڑ کر انکے لئے لی جانے والی اس بیعت کے لئے راضی اور آمدہ ہیں ۔لیکن ابوزید ضمیر کو خیر القرون کے ان تمام سب سے اچھے مسلمانوں کی اس بیعت کا بڑا افسوس اورغم ہے کہ ولی عہدی کی اس بیعت پرسب نے آمادگی ورضامندی آخر کیوں دے دی؟

حضرت یزیدؒ کی جاں نشینی پر ابوزید کو رنج وغم

ابوزید ضمیر حضرت امیر یزیدؒ کے لئے جاں نشینی کے منصب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں‘‘ اور کوئی آدمی سوچے کہ حضرت معاویہؓ نے کیسے (خلیفہ) بنا دیا یزید کو تو اس وقت کے حالات وہ جانتے تھے ہم نہیں ۔اور مسلمان مسلسل جنگوں میں پھنسے ہوئے تھے اور ایک دور کے بعد سکون تھا۔جنگیں ختم ہو چکی تھیں ۔اسلامی حکومت میں امن وامان تھا۔انہوں نے کسی مصلحت کی بنیاد پر،فساد نہ ہو جھگڑا نہ ہو یزید کو اپنا جاں نشین مقرر کر دیا یہ ان کی حکمت ومصلحت تھی'اجتہاد تھا۔اس کے بارے میں ہم اپنی زبان نہیں کھول سکتے ہیں ۔ہاں یزید کا کیا معاملہ ہے؟ یزید نے بعد میں کیا کیا؟ حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزیدؒ نے اس قسم کا کوئی قدم نہیں اٹھایا۔بعد میں کیا ہوا اس کے حضرت معاویہؓ ذمہ دار ہیں؟ معاویہؓ اس کے ذمہ دار نہیں ہیں ۔تو یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ کوئی آدمی اگر حضرت معاویہؓ کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو یہ آدمی فاسق ہے یہ آدمی صحیح آدمی نہیں ہے’’

استدراک ۔میں کہتا ہوں جب آپ حضرت امیر معاویہؓ کو صحابی مانتے ہیں اور انکے گستاخ کو فاسق تو پھر حضرت امیر معاویہؓ کے حضرت یزیدؒ کو اپنے جاں نشین (ولی عہد) بنانے کے عمل پر اتنا تردّد اور رنج وقلق آخر آپکو کیوں ہو رہا ہے؟ ایک طرف تو آپ اس وقت کے حالات سے ناواقفیت کا اقرار کرتے ہیں ۔دوسری جانب حضرت معاویہؓ کی نظر انتخاب اور ساری امت کے اتفاق رائے پر داروگیر اور حرف زنی کرنے کی جسارت بیجا کر رہے ہیں کیونکہ تین گھنٹے کی اس پوری تقریر میں آپ نے حضرت امیر یزیدؒ کی نالائقی ،فسق وفجور، گھٹیا پن ،شراب پینے ،ماں بہن اور بیٹیوں سے نکاح کرنے ،مکہ ومدینہ پر حملہ کرنے ،ظلم وجبر کرنے کے متعدد الزامات عائد کئے ہیں ۔یہ سب کر کے کیا آپ اپنے ہی قول کے مطابق فاسق اور غلط آدمی بننے کے الزام سے بچ سکیں گے؟ ایسا کر کے آپ خلیفۃ المسلمین کے ساتھا ساتھ تمام صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم جمعین کے ساتھ اپنے عدم اعتماد کا سوالیہ نشان لگا رہے ہیں ۔ایک طرف حضرت معاویہؓ کے ولایت عہد (ولی عہد) کے بارے میں زبان نہ کھول سکنے کا حزم واحتیاط ظاہر کر رہے ہیں تو دوسری طرف حضرت یزیدؒ کی پوری زندگی پر خط تنسیخ کھینچ کر اسکو فاسق وفاجر' گھٹیا ظالم وجابر،

شرابی وزانی اور بدکردار ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔قرآن وسنت کی تعلیم عام کرتے کرتے آپ کہاں تاریخ وسیر کے خارزاروں میں پڑ گئے؟ یہ آپ کے بس کا روگ نہیں۔آپ جس میدان میں ہیں اسی میں رہیں تو عافیت ہوگی ورنہ پریشانی ہی پریشانی آپکا حصہ بنے گی۔

مودودی کی طرح ابوزید نے فتنہ کا راستہ کھولا

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت وملوکیت لکھ کر صحابۂ کرامؓ بالخصوص حضرت عثمانؓ ،حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت یزیدؒ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی حرمتوں اور عظمتوں پر حملے کئے۔اوراب ابوزید ضمیر نے حضرت امیر یزید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو نشانۂ تنقیص وتنقید اور تختۂ مشق ستم بنایا ہے۔خلافت وملوکیت کے رد میں رئیس المحققین حافظ مولانا صلاح الدین یوسف نے اپنی مایہ ناز تصنیف خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت لکھ کر تحقیق وتدقیق کا حق ادا کردیا۔ابوزید ضمیر کی اس تقریر کی شناعت وقباحت کے پیش نظر میرا یہ ارادہ تھا کہ بڑے شرح وبسط کے ساتھ اس رسوائے زمانہ تقریر کی تردید وتغلیط کروں لیکن فی الحال اختصار ہی مناسب ہے۔اگر حالات کا تقاضا ہوگا تو شرح وبسط کا اہتمام بھی کیا جائیگا۔

اس سلسلے میں ابوزید ضمیر کو حافظ صلاح الدین یوسف کی کتاب خلافت وملوکیت کی تاریخی اور شرعی حیثیت کے صفحہ نمبر ۴۰۲ کا یہ اقتباس بڑھنا چاہئے۔حافظ موصوف فرماتے ہیں’’ ہم بالکل ابتدا میں مختصراً اس مسئلہ پر روشنی ڈال آئے ہیں کہ اس معاملے میں ان حضرات کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔ان بزرگوں نے اگر یزیدؒ کو ولی عہد نامزد کیا اور تمام موجود اصحاب رسولؐ اور جلیل القدر تابعینؒ نے اس فیصلے کے ساتھ اتفاق یا کم از کم سکوت اختیار کیا‘ تو یقیناً ان کی نظر میں یہ نامزدگی مناسب’ موضوں اور شرعی حدود سے متجاوز نہ ہوگی۔اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ حضرات’ جنہیں دنیا کا کوئی لالچ یا خوف راہِ حق سے نہ ہٹا سکتا تھا‘ ضرور اس کے مزاحم‘ بلکہ اس کی راہ میں ایک سنگِ گراں ثابت ہوتے’ جسکو حکومت کی پوری مشینری اور اس کا بھرپور خزانہ بھی ہٹانے پر قادر نہ ہوسکتا تھا۔دورخیرالقرون کے متعلق یہ تصور کہ دینار ودرہم نے انکے منہ سی دئے تھے‘تلوار کے خوف سے ان کی زبانیں گنگ ہوگئی تھیں اور چند ٹکوں کی خاطر انہوں نے اپنا ضمیر وایمان رکھ کر امت مسلمہ کی تباہی کا سامان مہیا کردیا یکسر خلاف واقعہ اور قران وحدیث کی تصریحات کی تکذیب کے مترادف ہے‘ اسے وہ شخص تو قبول کرسکتا ہے‘ جسے نہ شرف صحابیت کا کچھ پاس ہو نہ قران وحدیث کے بیان فرمودہ حقائق پر صحیح معنوں میں یقین‘ لیکن اہلسنت کے وہ صحیح العقیدہ افراد اسے کبھی صحیح تسلیم نہیں کرسکتے‘ جن کے دل تکریم صحابیت سے معمور اور جو طبری وابن لاثیر کے بیانات سے زیادہ قران وحدیث کے بیان کردوحقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔‘‘

یزیدؒ کی خلافت پر سارے مسلمان متفق نہ تھے۔ابوزید کہتے ہیں۔

ابوزید ضمیر نے کہا کہ بقول ابن تیمیہؒ اور ذہبی سارے مسلمان یزید کی بیعت خلافت پر متفق نہ تھے۔ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''وتولی بعد اَبیہ علی کراھتہ من بعض المسلمین وَرضامن بعضھم (مجموع الفتاویٰ) جلد ۳ صفحہ ۴۱۰) ترجمہ۔یزید اپنے والد کے بعد جانشین ہوا اور مسلمانوں کا ولی ہوا۔اس وقت مسلمانوں (میں) سے بعض اس سے ناراض تھے اور یزید کی خلافت پر ناراض تھے۔راضی نہ تھے۔پھر اس کے بعد ابوزید نے حافظ ذھبیؒ کا قول پیش کیا ہے'' وامتنع من بیعتہ الحسین بن علی وعبداللہ ابن عمر وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم واما ابن عمر رضی اللہ عنہما۔فقال اذا اجتمع الناس بایعت ثم بایع واَما الحسین رضی اللہ عنہ فسار االی مکتہ (لسان المیز ان ترجمہ ۹۳۶۹ ۷ صفحہ ۴۷۱) ترجمہ ذبھیؒ کہتے یں۔یزیدؒ سے تین لوگوں نے بیعت نہیں کی تھی۔حسین بن علیؓ عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ لیکن عبدا للہ بن عمرؓ نے کہا میں تنہا بیعت نہ کرونگا۔جب لوگ جمع ہو جائیں گے میں ان کے سامنے بیعت کرونگا۔اور جب لوگ جمع ہوئے تو انہوں نے بھی یزیدؒ سے بیعت کی۔لیکن حسینؓ مکہ چلے گئے۔

ابن عمرؓ کے آغاز میں بیعت کے تردّد سے غلط استدلال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ علیہ کے شروع میں بیعت سے تردّد و توقّف کرنے کی وجہ سے ابوزید ضمیر نے یہ استدلال کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ یزیدؒ کی بیعت کے مخالف تھے' یا انکو اچھا نہ مانتے تھے اس سلسلے میں ابو زید فرماتے ہیں میزان الاعتدال میں ہے کہ ابن عمرؓ نے ابتدا میں بیعت نہ کی تھی لیکن بعد میں کی۔اس میں ایک اشارہ ہے اس طرف کہ واقعی اگر ان کے نزدیک یزیدؒ قابل اعتماد اور لائق تھا اور خلافت کا اہل تھا تو ٹھہرنے (رکنے) کی صورت ان کے لئے نہیں تھی لیکن وہ رکے اور انہوں نے سوچا کہ کیا کریں کیا نہ کریں۔اس کے بعد انہوں نے بیعت کرلی۔لیکن دو لوگ ہیں جنھوں نے یزیدؒ سے بیعت نہیں کی۔حسینؓ اور ابن زبیرؓ کا یزیدؒ کے بارے میں اور حضرت ابن عمرؓ کا Stand (موقف) کیا تھا؟ کیا وہ واقعی یزید کو لائق مانتے تھے؟ انکو اس پر شک تھا اب کیا ہوگا معلوم نہیں؟ اس لئے انکا قول لسان المیز ان میں ذھبیؒ نے نقل کیا ہے کہ ابن منکدرؒ کہتے ہیں قال لما جاعت بیعت یزید قال بن عمر رضی اللہ عنھما اِن کان خیراً رضینا وان کان بلاء وصبرنا (لسان المیز ان ترجمہ ۹۳۶۹ صفحہ ۴۷۱) کہ اگر یہ (بیعت یزید) خیر ہے تو ہم اس سے راضی ہیں اور اگر یہ بلا ہے تو ہم صبر کریں گے۔یعنی اب کیا ہوگا معلوم نہیں۔اگر یہ خیر تو راضی اگر بلا ہے مسلمانوں کے لئے یزید کا خلیفہ بننا تو ہم صبر کریں گے۔تو اس طرح کا احتمال وہ سمجھ رہے تھے کہ اب کچھ مصیبت آنے والی ہے لیکن چونکہ سارے مسلمان عام طور پر بیعت ہو رہے تھے۔اس وجہ سے ابن عمرؓ

کی بیعت ہوگئی۔

استدراک۔اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بقول ابوزید ضمیر اگر ابن عمرؓ یزیدؒ کو لائق خلافت مانتے تو ابتدا میں ٹہر تے نہیں بلکہ وہ رکے یعنی انہوں نے توقف وتردّد کیا اور سوچا کیا کریں کیا نہ کریں۔ابن عمرؓ کا ایک دوسرا قول پیش کیا ہے کہ اگر بیعت یزیدؒ ہمارے لئے خیر ہے تو ہم اس سے راضی ہیں اور اگر یہ بلا (مصیبت) ہے تو ہم اس پر صبر کریں گے۔اسکا ابوزید یہ مطلب نکال رہے ہیں کہ ابن عمرؓ کے مطابق بیعت یزیدؒ کی شکل میں امت مسلمہ میں کوئی مصیبت آنے والی تھی۔میں کہتا ہوں کہ مولانا مودودی کی طرح حبّ علیؓ اور بغض معاویہؓ میں بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کو چھوڑ کر تاریخ کی روایات سے استدلال کرنے کی کیا ضرورت تھی اور پھر ابن عمرؓ کے وقتی تردّد اور توقّف کا مطلب یہ کیوں نکال لیا کہ وہ یزیدؒ کی خلافت کے سلسلے میں لیت ولعل اور حیص بیص میں تھے یا یہ کہ وہ خائف تھے کہ بیعت یزیدؒ میں تردد جو کیا اس کی وجہ بخاری اور مسلم کی ان روایات سے بخوبی معلوم ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا موقف بخاری ومسلم کے مطابق

شیخ صلاح الدین یوسف خلافت وملوکیت کی تاریخی اور شرعی حیثیت کے صفحہ ۴۲۴ میں ارشاد فرماتے ہیں‘

جن دنوں ولی عہدی کا مسئلہ زیر بحث تھا ’امیدواروں میں ایک حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی تھے۔لیکن یزیدؒ کی نامزدگی ہوگئی۔یہ اپنی ہمشیرہ (بہن) حضرت حفصہ ام المومنینؓ کے پاس گئے اور جا کر ان سے شکایت کی کہ آپ دیکھ رہی ہیں،اس معاملے میں میرا کوئی حق نہیں رکھا گیا،حضرت حفصہؓ نے انہیں سمجھایا اور کہا کہ ’’تم اجتماع عام میں جاؤں، وہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہونگا، مجھے ڈر ہے تمہاری عدم موجودگی تفرقے کا سبب نہ بن جائے۔یہ کہہ کر انہیں اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ وہ وہاں چلے نہ گئے۔جب اجتماع عام ختم ہوگیا تو حضرت معاویہؓ نے دوبارہ تقریر کی اور کہا کوئی اور صاحب اس معاملے میں گفتگو کرنا چاہتے ہوں تو وہ سامنے آئیں، جو صاحب اس کے امیدوار ہیں ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ اس معاملے کے حقدار ہیں’’ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ میں کہوں‘‘اس بارے میں تم سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے تم سے تمہارے والد سے اس وقت جنگیں لڑیں جب تم دونوں اسلام کے خلاف سینہ سپر تھے’’لیکن میں پھر اس ڈر سے رک گیا کہ میری اس بات سے اجتماع کے بعد کہیں پھر تفرقہ نہ برپا ہوجائے اور نوبت خوں ریزی تک پہنچ جائے اور میری بات کو غلط معنی پہنا دئے جائیں۔یہ سوچ کر میں نے اپنا ذھن بجائے دنیا کے آخرت کی طرف منتقل کرلیا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ نعمتوں کو یاد کیا’’حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمرؓ کو کہا‘‘ اللہ نے آپکو غلط بات کہنے اور پھر اس کے مطابق اقدام کرنے سے بچالیا(صحیح بخاری ج۲ص۵۸۹اصح المطابع کراچی)

بخاری کی اس روایت میں کہیں ایسا نہیں ہے کہ ابن عمرؓ یزیدؒ کو خلافت کے لائق نہ سمجھتے تھے اس لئے کچھ تردّد اور توقّف فرمایا بلکہ تردد کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود کو بھی خلافت کا حق دار تصور کرتے تھے لیکن بہن کے مشورہ پر انہوں نے مصالحِ ملّیہ اور اتحادِ امّت کو ترجیح دی۔ حدیث سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ بیعت ولی عہدی اجتماع عام میں ہو رہی تھی اور اسی مجمع میں حضرت یزیدؒ کی بیعت ولی عہدی متفقہ طور پر تسلیم کی گئی۔ تیسرے یہ کہ اجتماع عام میں اس بیعت کا انعقاد ہوا اور لوگوں کو اختلات کرنے کا حق تھا اور انکو خیر وشر کا مکمل شعور تھا۔ چوتھی بات یہ ثابت ہوئی کہ ابن عمرؓ نے بیعت خلافت کی اور تھوڑے بہت تامل کے بعد رائے عامہ سے اتفاق فرمایا۔

اہل مدینہ کے خروج پر ابن عمرؓ کا مثبت ردّ عمل

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اکسانے پر جب اہل مدینہ نے حضرت یزیدؒ کی بیعت توڑی تو اس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے اپنے اہل خاندان کو جمع فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ ''میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر بدعہدی (غدر) کرنے والے کے لئے ایک جھنڈا (علامتی نشان) نصب کر دیا جائے گا۔ ہم نے اس شخص (حضرت یزیدؒ) سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر بیعت کی ہے' میری نظر میں اس سے زیادہ بدعہدی اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر بیعت کرے پھر اسی آدمی کے خلاف اٹھ کھڑا ہو، یاد رکھو تم میں سے کسی کے متعلق بھی اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس نے یزیدؒ کی بیعت توڑ دی ہے یا بدعہدی (خروج) کرنے والوں کے پیچھے لگ گیا ہے تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہ رہے گا۔ (صحیح بخاری ج ۲)

مقام غور وفکر ہے کہ تاریخی روایات اور حدیثی روایات میں کتنا عظیم فرق ہے۔ تاریخ کہتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بر بنائے مجبوری بیعت کی، انکو تردّد وتکلّف تھا اور وہ لیت ولعل میں تھے اور بقول ابوزید ضمیر ابن عمرؓ سوچ رہے تھے کہ بیعت یزیدؒ سے کوئی مصیبت آنے والی ہے یوں ہی خلافت وملوکیت میں مودودی نے بھی یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کی تلوار کے خوف سے بر بنائے مجبوری بیعت کی تھی۔ راقم یہ کہتا ہے کہ اگر یہ سچ ہوتا تو کیا ابن عمرؓ بیعت یزید کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیعت قرار دیتے؟ اس سے قبل کی حدیث میں ہم نے ثابت کیا کہ بیعت سب کے سامنے مجمعِ عام میں ہوئی۔ پھر ابوزید کس طرح یہ الزام لگا رہے ہیں کہ ابن عمرؓ کا رک جانا 'تامل کرنا اس لئے تھا کہ ابن عمرؓ کو بیعت یزیدؒ سے امت مسلمہ کے لئے مصیبت کا خطرہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ابن عمرؓ باغیوں کو کیوں منع کرتے اور ان سے تعلق توڑنے کی دھمکی کیوں دیتے؟ ایک بہت بڑے سلفی عالم سے اس مسئلہ پر جب میری گفتگو ہوئی اور میں نے اس روایت کو پیش کیا تو موصوف نے فرمایا کہ یہ اس لیئے نہیں تھا کہ ابن عمرؓ

یزید سے خوش تھے بلکہ یہ اس لیے تھا کہ امیر المومنین کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں۔ حیرت ہے میں کہتا ہوں کہ کیا بیعتِ ولی عہدی جو سب کے سامنے ہوئی اور اتفاق رائے سے ہوئی تو کیا کوئی اس بیعت میں شک کر سکتا ہے؟

بیعت یزیدؒ سے روگردانی کرنے پر ابن عمرؓ کا باغیوں کو روکنا

روایت ماقبل کی طرح صحیح مسلم میں بھی اسی قسم کی ایک حدیث آئی ہے جس میں حضرت ابن عمرؓ بیعت یزیدؒ کے باغیوں اور فسادیوں کے سربراہوں اور خود باغیوں کو بڑی شدّت وحدّت کے ساتھ منع کر کے فرما رہے تھے کہ''جس شخص نے عہد اطاعت کر کے اسے توڑ دیا وہ قیامت کے دن اللہ کے روبرو اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی اور جو شخص اس حال میں مرگیا کہ اس کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا (صحیح مسلم ج کتاب الامارۃ) اس روایت سے بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیعت یزیدؒ کے بارے میں موقف کھل کے سامنے آتا ہے۔ اگر وہ بیعت یزیدؒ کے مخالف ہوتے تو آج بغاوت اور غدر وخروج کے زمانے میں تو انکو خوش ہونا چاہئے تھا کہ چلو اچھا ہوا اب سب جان لیں گے کہ یزیدؒ اس لائق نہیں تھا بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی دعوئ خلافت کر سکتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ چلو مان لیا جائے کہ ابن عمرؓ کا لوگوں کو بغاوت سے منع کرنا شرعی حکم کے تحت تھا تو میں کہتا ہوں کہ حدیث بخاری میں تو بیعت ولی عہدی سے قطعی ظاہر ہے کہ بیعت ولی عہدی کر لی تھی۔ بخاری مسلم کی ان تمام حدیثی روایات میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ یزیدؒ کے کردار کی برائی وغیرہ کا ذکر کسی نے کیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ نے بھی کہیں اسکا ذکر نہ کیا کہ چونکہ یزیدؒ فاسق وفاجر ہے اس لئے خلافت کا حق دار نہیں۔ خود ابن عمرؓ کا موقف انکار تو اس لئے تھا کہ وہ خود کو اس منصب کا اہل تصوّر کرتے تھے لیکن بعد میں افتراق بین المسلمین کے خوف بیعت میں شامل ہو گئے۔

نقضِ بیعت نہ کرنے کے بارے میں ابن کثیر کی شہادت

بقول ابن کثیرؒ حضرت کے صاحبزادے زین العابدینؒ حضرت علیؓ اور دوسرے اہل بیت کے کسی فرد نے یزیدؒ کی بیعت نہ توڑی۔ یوں ہی بنو طالب (حضرت علیؓ کا خاندان) اور بنی عبدالمطلب کی آل میں سے کسی نے بھی ایام حرّہ میں مدینہ والوں کی بغاوت کے ایام) میں خروج نہیں کیا۔ (لبدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۳۲)

حضرت محمد بن حنفیہؒ کی وضاحت

حضرت یزیدؒ کی خلافت کے باغیوں کے سردار عبداللہ بن مطیع اور ان کے رفقائے کار حضرت علیؓ کے فرزند حضرت محمد بن حنفیہؒ کے پاس گئے تا کہ وہ بھی اس بغاوت میں ان کا ساتھ دیں اور بطورِ دلیل یزیدؒ کی مخالفت

میں شراب نوشی، ترک نماز، بدکرداری اور بدعملی کے حوالے سے بھی حضرت محمد بن حنفیہؒ کو برگشتہ کرنے کی سعی نا مشکور کی۔لیکن حضرت محمد بن حنفیہؒ نے یزیدؒ کی طرف منسوب کردہ بدکرداریوں اور شرعی جرائم کا نہ صرف انکار کیا بلکہ ان کی صداقت' پاکبازی اور خلیفہء برحق ہونے کی تائید کرتے ہوئے بغاوت میں شرکت سے انکار کیا۔ تفصیل ہم واقعہ حرّہ کے موقع پر پیش کریں گے۔ان تمام دلائل و براہین کے باوجود بھی ابوزید ضمیر صاحب کو اصرار ہے کہ یزیدؒ کو نااہل ثابت کر دکھائیں۔یاد رہے حضرت امیر یزیدؒ کی بیعت ولی عہدی و بیعت خلافت کے دلائل اس قدر ہیں ایک ضخیم کتاب اس کے لئے درکار ہے۔ہم نے تو بطور تبرک چند درج کئے ہیں۔

ابوزید کہتے ہیں کہ یزیدؒ کو امیر المومنین نہیں بولنا چاہئے۔

کیا یزیدؒ کی خلافت خلافت نبوت تھی؟ کے سلسلے میں خطاب کرتے ہوئے ابوزید فرماتے ہیں''کیا یزیدؒ کی خلافت خلافتِ نبوت تھی؟ یعنی خلافت دو طرح کی ہوتی ہے ایک بس خلافت مسلمانوں کا خلیفہ یا حاکم ایک کے بعد دوسرا آیا اور ایک ہے کہ جو نبوی منہج پر خلافت ہو۔اللہ کے نبیؐ نے جس بنیاد پر حاکم کے لئے جو اصول بنائے ہیں۔عدل وانصاف اور اس طرح سے خیر اسکو خلافت بنوت کہتے ہیں۔کیا یزید کی خلافت خلافتِ نبوت تھی؟ اس بارے میں نوفل بن عقرب کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تھا۔ایک آدمی نے یزید بن معاویہؓ کا ذکر کیا اور اس کی زبان سے نکلا امیر المومینن یزیدؒ یعنی مسلمانوں کا امیر یزیدؒ۔اس پر عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا۔امیر المومنین بولتا ہے؟ انہوں نے حکم دیا اسکو ۲۰ کوڑے لگاؤ۔لگائے گئے عمر بن عبدالعزیزؒ مسلمانوں میں متفقہ طور پر خلیفہ راشد مانے جاتے ہیں ایک ابن خطاب (حضرت عمرؓ) اور دوسرے عمر بن عبدالعزیزؒ۔یعنی ان کی خلافت کو ابن خطاب کے خلافت کے مشابہ لوگوں نے مانا ہے۔بہت انصاف اور عمل والے تھے۔لسان المیز ان اور تہذیب التہذیب دونوں میں یہ ہے یعنی ابن حجرؒ اور ذھبیؒ دونوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔اس روایت کو بیان کر کے ابوزید ضمیر یہ تصور دے رہے ہیں کہ حضرت یزیدؒ کی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نظر میں یہ پوزیشن تھی کہ وہ یزیدؒ کو امیر المومنین بولنے والے شخص کو ۲۰ کوڑے مارنے کی سزا دلوار ہے ہیں اور اس واقعہ کا ذکر ابوزید نے کیا یزیدؒ کی بیعت بیعت نبوت تھی؟ کے ذیل میں کیا ہے معاملہ صاف ہے کہ ابوزید ثابت کرنا چاہئتے ہیں کہ یزیدؒ کو امیر المومنین بولنا ہی جائز نہیں!

روایت مذکورہ کی تاریخی حیثیت

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانیؒ نے امیر موصوف (حضرت یزیدؒ) کا ذکر رواۃِ حدیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبدالملک بن عتبہ الکوفی کا جن کو وہ احد الثقات یعنی ثقہ (معتبر) راویوں میں شمار کرتے

ہیں ۔ یہ قول اپنے ہی طرح کے ایک اور ثقہ راوی نوفل بن عقربؒ کی سند سے نقل کیا ہے کہ اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے محض اتنی سی بات پر کہ وہ جرم شرعی نہیں ایک شخص کے بیش کوڑے لگوائے تھے کہ امیر یزیدؒ کا ذکر اس نے ''امیر المومنین'' کہہ کر کیا تھا۔لیکن ان مجہول الحال راویوں کی روایت کا اندازہ خلیفہ موصوف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کے عمل سے ہو جاتا ہے جو ان ہی ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی دوسری تالیف لسان المیز ان میں نقل کیا ہے یعنی''اور ابن شوزبؒ نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی عبد سے یہ بات سنی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو یزیدؒ بن معاویہؓ پر رحمتہ اللہ علیہ کہتے سنا ہے۔(لسان المیز ان ج ۶ صفحہ ۲۹۴)

یہ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن شوزبؒ الحزاسانی متوفی ۱۵۶ھ جو عام طور پر ابن شوزبؒ کہلاتے تھے۔ بڑے پائے کے ثقہ راوی ہیں۔ بخاری میں ان سے روایت لی گئی ہے۔ابن معینؒ و یحیٰی بن عبدالملک ونوفل بن ابی عقرب کے جو مجہول الحال ہیں۔ابوزید ضمیر کو چاہئے کہ اس قسم کے نازک اور حساس عناوین پر خطاب کرنے سے قبل علماء کرام کا منہج ونظریہ اور تحقیق معلوم کرلیا کریں۔لیکن موصوف پر ابن حجرؒ ذہبیؒ اور ابن تیمیہؒ کا طلسم ہوش ربا ایسا چھایا ہوا ہے کہ وہ انکو نقد ونظر سے بالاتر ہی نہیں سمجھتے۔ ساتھ ہی ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ اور دیگر تاریخی کتب سے استفادے کے اصول سے بھی بے بہرہ ہیں۔آئندہ خیال رکھیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے ناانصافی منسوب

امام ابن تیمیہؒ نے الصارم المسلول علی شاتم الرسول صفحہ ۵۸۹ میں ابراہیم بن میسرہ کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے (خلیفہ) عمر بن عبدالعزیزؒ کو کسی انسان کو مارتے پیٹتے نہیں دیکھا سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت معاویہؓ کی بدگوئی (برائی) کی تھی،خلیفہ موصوف نے اسکو کوڑے لگوائے تھے۔

استدراک ۔ میں کہتا ہوں کہ عجیب معاملہ ہے ابوزید ضمیر نے اس روایت کو نقل کر دیا کہ خلیفہ موصوف نے یزیدؒ کو امیر المومنین بولنے پر ۲۰ کوڑے لگوائے تھے جبکہ تمام مورخین، محدثین، شارحین حدیث اور علمائے کرام نے حضرت یزیدؒ کو امیر المومنین اور خلیفہ جیسے القاب سے ہی یاد کیا ہے۔کیا یہ سب کے سب جاہل اور بے علم تھے۔کیا سب کو کوڑے لگوائے جائیں؟

حضرت معاویہؓ کو بھی امیر المومنین کے لقب سے محروم کرنے کی کوشش

ابوزید ضمیر کی طرح مولانا مودودی نے بھی حضرت یزیدؒ کے والد محترم حضرت امیر معاویہؓ کے لئے بھی لقب امیر المومنین استعمال کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کے صفحہ نمبر ۱۴۷ میں فرمایا

''حضرت معاویہؓ کے ہاتھ میں اختیارات کا آنا خلافت سے ملوکیت (بادشاہت) کی طرف اسلامی ریاست کے انتقال کا عبوری مرحلہ تھا۔ بصیرت رکھنے والے لوگ اسی مرحلے میں یہ سمجھ گئے تھے کہ اب ہمیں بادشاہی سے سابقہ درپیش ہے چنانچہ حضرت سعد بن وقاصؓ جب حضرت معاویہؓ کی بیعت ہو جانے کے بعد ان سے ملے تو السلام علیک یایھا الملک (یعنی اے بادشاہ آپ پر سلام ہو) کہہ کر خطاب کیا۔ حضرت معاویہؓ نے کہا اگر آپ امیر المومنین کہتے تو کیا حرج تھا۔ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ حکومت جس طرح آپ کو حاصل ہوئی ہے اگر مجھے حاصل ہوئی ہوتی تو میں اس کو قبول نہ کرتا (طبری، کامل ابن اثیر) لیکن حضرت یزیدؒ کے بارے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی کوڑے مارنے کی سزا کا قصہ غیر معتبر ہے اسی طرح یہ روایت بھی غیر معتبر ہے اس لئے کہ ابن اثیر نے اس کے راویوں کے نام نہیں لکھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کا غلط اور باطل ہونا اسلئے بھی لازم ہے کہ تمام صحابہؓ اور تابعین، محدثین ومورخین، حضرت معاویہؓ کو امیر المومنین ہی کہتے تھے۔ باپ بیٹے دونوں کے لئے لفظ امیر المومنین کے استعمال کے سلسلے میں ملنے والی روایات کی بنیاد پر یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ سبائی پارٹی بنواُمیہ کے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑی ہوئی تھی۔

ابن تیمیہؒ کا حضرت یزیدؒ کے بارے میں موقف

تقریر کے ۳۱ ویں منٹ میں ابوزید ضمیر یزیدؒ کے سلسلے میں امام ابن تیمیہؒ کا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں''یزید صحابہ میں سے نہیں ہے اور نا ہی خلفائے راشدین، مہدئین میں سے ہے یعنی ہدایت یافتہ اور لوگوں کو صحیح رہبری دینے والا۔ اس میں یزید نہیں ہے بلکہ وہ عام خلفاء میں سے ایک خلیفہ تھا جو خلفائے راشدین کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بنے ایک کے بعد ایک خلیفہ بنتے چلے گئے ان میں سے ایک وہ ہے۔ عام بادشاہوں میں سے وہ ہے۔ خلفائے راشدین میں سے وہ نہیں ہے۔ اور جو آدمی یزید کو خلفائے راشدین' مہدئین میں سے ذکر کرتا ہے وہ گمراہ ہے' بدعتی ہے اور جھوٹا ہے۔ یہ بہت سخت بات ہے جو ابن تیمیہؒ نے کہی ہے۔ یہ اپنی کتاب جامع المسائل۔ جلد ۵ کے صفحہ نمبر ۱۴۶ میں کہا ہے''

استدراک۔ امام ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاوی' جامع المسائل اور منہاج السنہ میں حضرت یزید اور انکی خلافت کا ذکر بھی کیا ہے۔ یزید' اسکی خلافت اور کردار کے بارے میں علامہٴ موصوف کا طرز تحریر محققانہ اور منصفانہ ہے۔ لیکن ان کی تحریر سے مستفاد اور مترشح ہونے والے نتائج کی فہم اس وقت تک بطریق احسن نہیں ہوسکتی جب تک کہ مجموعی حیثیت سے انکا ر مطالعہ نہ کیا جائے اور مطالعہ کے دوران نیت کا صالح ہونا بھی شرط اول ہے ورنہ اپنے اہداف واغراض کی تائید کرنے والے اقتباسات کو یہاں سے وہاں سے بے ربط نقل کر کے مدعا ثابت کرنا کوئی منصفانہ اور

محققانہ خدمت دین نہیں جس کا ارتکاب ابو زید ضمیرؒ صاحب نے اپنے اس خطاب میں کیا ہے۔ مثال کے طور پر منہاج السنہ ہمارے پیش نظر ہے یہ تالیف ابن تیمیہ کی ہے تنقیح انکے شاگرد حافظ ذہبیؒ اور تعلیقات مصری عالم علامہ محبّ الدین خطیبؒ کی ہیں۔ اس سلسلے میں اگر بالتفصیل متواتر اس کا مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ کا مقصد حضرت یزیدؒ کی مذمت قطعی نہیں۔ علامہ موصوف نے تو بس حاصل شدہ اخبار و معلومات کی بنا پر اپنے فیصلے درج کئے ہیں۔ اگر موصوف کسی مقام پر حضرت یزیدؒ پر نقد و جرح کرتے ہیں تو پوری محققانہ اور عالمانہ بصارت و بصیرت کے ساتھ حضرت یزیدؒ کا دفاع بھی کرتے ہیں۔ آپکے اوپر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں اور جوابات دیتے وقت شیعوں کا شدت سے رد کرتے ہوئے یزیدؒ کی تعریف و توصیف بھی کرتے ہیں۔ انکو امیر المومنین اور خلیفہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مجھے اپنی ذاتی حیثیت میں شیخ ابن تیمیہؒ کے بعض فیصلوں سے اتفاق نہیں اس لئے کہ اس سلسلے میں سبائیوں اور شیعوں نے حدیث، تاریخ اور سیر کی کتب میں تصرف کرنے کی مسلسل جدوجہد کی ہے جس سے ہمارے حدیثی 'تاریخی سرمائے بھی کافی حد تک متاثر ہوئے لیکن محدثین کرام نے علم اسماء الرجال کے ذریعہ خوب چھان پھٹک کر کے ان علمی ذخائر ومصادر کو طاہر و طیب کیا ہے لیکن آج بھی احادیث کے ذخائر میں برائے نام لیکن تاریخ میں از اوّل تا آخر ناقدانہ 'محققانہ تحقیق و تدقیق اور توضیح و تفسیر لازم و ملزوم ہے تا کہ خیر و شر اور حق و باطل میں امتیاز ہو سکے۔

ابن تیمیہ نے کیوں کہا کہ جو یزید کو خلفائے راشدین مہدئین میں شمار کرتا ہے وہ گمراہ، بدعتی اور جھوٹا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ منہاج السنہ میں ایک بحث ختم کرتے ہوئے حضرت یزید سے متعلق شیعہ مصنف کی عبارت نقل کرتے ہیں عبارت یہ ہے۔ ''بعض اہل سنت نے اس حد تک غلو سے کام لیا کہ یزیدؒ کو امام تصور کرنے لگے حالانکہ اس نے سیدنا حسینؓ کو قتل کیا اور اہل بیعت خواتین کو ننگے اونٹوں پر سوار کر کے مختلف شہروں سے گزرنے پر مجبور کیا۔ جبکہ زین العابدین کے گلے میں طوق تھا'' اسکا جواب دیتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ یہ دیتے ہیں'' ہم جاہل کردلوگوں کی طرح یہ نہیں کہتے کہ یزیدؒ خلفائے راشدینؒ میں سے تھا یا وہ نبی تھا۔ یزید کی مدح میں مبالغہ کرنے والے شیعہ کی طرح ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ کی نبوت بلکہ الوہیت کا عقیدہ گھڑ لیا تھا کہ بنوامیہ کے بعض اتباع سے نقل کیا گیا ہے کہ خلیفہ کے نیک اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور برے اعمال سے درگزر کی جاتی ہے۔ یہ لوگ بلاشبہ گمراہ ہیں مگر ان کی گمراہی ان لوگوں کے مقابلے میں کم ہے جو امام منتظر کی عفت و عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ساڑھے چار سو سالوں سے تہہ خانہ میں اقامت گزیں ہے حالانکہ وہ معدوم محض ہے اسکا کوئی وجود ہی نہیں'' (المنتقیٰ من منہاج السنۃ النبویہ ص ۴۲۳ سے ۴۲۵ از شیخ ابن تیمیہ)

وضاحت۔ المنتقیٰ کی اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اہل سنّت میں سے بعض شیعوں کی مخالفت یزید سے متاثر ہونے کی بنا پر حضرت یزید کے بارے میں کچھ زیادہ ہی حسّاس اور پر جوش ہو کر حضرت یزیدؒ کو امام اور خلفائے راشدین اور مہدئین میں سے شمار کرنے لگے تھے اور یہ خود حضرت بن تیمیہؒ کے دور کی بات ہے۔ جس کا طعنہ شیعہ مصنف اہل سنت کو دے رہا ہے۔ تو اس شیعی عالم کے طعنے کا جواب دیتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ کو یہ لکھنے کی نوبت آئی کہ علامہ موصوف جاہل کردوں کی طرح یزید کو امام اور خلفائے راشدین ومہدئین میں شمار نہیں کرتے بلکہ ایسا مبالغہ کرنے والے شیعہ ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ کو نبوت اور الوہیت کے مقامات تک پہنچادیا۔ ورنہ ظاہر سی بات ہے کہ اہلسنت میں سے کوئی خواہ مخواہ حضرت یزیدؒ کو ان سے متعلق تمامتر حدیثی وتاریخی روایات کے باوجود امام ’خلیفہ راشد اور مہدی وغیرہ نہیں کہتا اور حضرت ابن تیمیہؒ کو بھی یہ کہنے کی نوبت نہ آتی جو اس عبارت میں ہے اگر اس شیعی عالم نے یہ اعتراض نہ کیا ہوتا۔ ہمیں یقین ہے کہ ابوزید ضمیر صاحب کو حقیقت حال سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ امام ابن تیمیہؒ نے یہ کیوں کہا ہے کہ جو یزید کو خلفائے راشدین اور مہدئین میں شمار کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے۔ بہر حال ناظرین سمجھ چکے ہوں گے کہ شیعوں کے غلو آمیز عقائد کے ردّ عمل میں اہل سنت کو اپنا دماغی توازن کھو کر یزید کو خواہ مخواہ خلیفہ راشد اور مہدی وغیرہ نہ کہنا چاہیئے اور ایسا کہنا گمراہی اور بدعت ہیں وہ یہ کہ جو چیز حقیقت میں نہ ہو اسکو خواہ مخواہ عام کیا جائے۔ یہ کیا کم ہے کہ یزید مسلمان بادشاہوں میں ایک بادشاہ یا امیر المومنین تھا۔ لیکن ابن تیمیہ کے زمانے میں شیخ عدی بن مسافر کے متبعین نے انکے انتقال کے بعد حضرت یزیدؒ کے بارے میں بے حد وحساب خراب اور شرکیہ عقائد ایجاد کر لئے تھے جس کے رد میں ابن تیمیہؒ نے ایک ’’الرسالۃ العدویہ تالیف فرمایا اور فرقۂ یزیدیہ کی گمراہیوں کا پردہ چاق کیا اور اس تناظر میں یہ کہا کہ ان کو خلیفہ راشد یا مہدی وغیرہ کہنا بدعت ہے گمراہی ہے۔ پہلے بھی حضرت علیؓ کے بارے ان کے انتقال کے بعد الوہیتِ علیؓ کی جلوہ سامانیوں سے کون واقف نہیں۔ خود حضرت علیؓ کے سلسلے میں اس قسم کے نظریات کا رد ابن تیمیہؒ کر چکے تھے۔ لہٰذا یزیدؒ کے بارے میں جب شیعوں کے مقابلے اہل سُنت میں سے کچھ لوگ گمراہ ہوئے یعنی شیخ عدوی کے متبعین تو ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ میں حضرت یزید کے لئے اس قسم کے الفاظ کے استعمال کرنے کا رد کیا۔ ویسے اگر خلفائے نبوامیہ میں سے فی الحقیقت نیک خلفا کو اگر خلیفہ راشد کہا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ بعد کی بحث ہے۔ دلائل کی روشنی میں ہم اسے ثابت کریں گے۔

ویسے یہ الفاظ جو یزیدؒ کو خلفائے راشدینؓ اور مہدئین میں شمار کرے بدعتی اور گمراہ ہے ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب جامع المسائل میں کہے ہیں۔ اور جامع المسائل میں اس عبارت کا کیا تناظر ہے معلوم کرنے کے لئے مین نے ممبرا اور بھیونڈی کے کتب خانوں میں بہت تلاش کیا لیکن یہ کتاب مل نہ سکی اور دوحصے جامعۃ التوحید کی لائبریری

میں ملے بھی تو ان میں یہ بحث نہ تھی ۔کاش مل پاتی ۔کوئی بات نہیں منہاج السنہ بھی ابن تیمیہؒ کی ہے جس کے حوالے سے میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس قسم کی عبارت کس موڈ کی ہے۔

ابو زید کے خطاب کا طرز استدلال:

ابو زید ضمیر خلافت یزید اور کردار یزیدؒ کے سلسلے میں ائمہ ومحققین کی کتابوں میں سے متعلقہ عنادین کے سلسلے میں استدلال کے لئے بس دو تین جملے اپنے مطلب کے اُٹھا لیتے ہیں یعنی یزیدؒ کے خلاف منفی پہلو کے فقرے اور اس طرح ہر عنوان پر جب ابن حجرؒ حافظ ذھبیؒ ابن تیمیہؒ شاہ ولی اللہؒ اور حافظ سیوطیؒ جیسے ائمہ کرام کے بھاری بھرکم ناموں کا اثر ڈال کر سامعین کو اپنی سحر بیانی سے مسحور ومخمور کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرتے ہیں لیکن اگر شیخ ابن تیمیہؒ یا مذکورہ بالا علماء وفضلا کی کتابوں کے مضامین کا بالا ستیعاب مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم پڑتا ہے کہ یہ ائمہ کرام ابو زید ضمیر کی طرح نہا دھوکر یزید کے پیچھے نہیں پڑے ہیں بلکہ دوران بحث حسب ضرورت کچھ منفی بات تحریر کی اور اس میں بھی حسن فہم کی بے پناہ گنجائش رہتی ہے۔ابو زید کے منفی حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ، ان علماء نے یزیدؒ کا مکمل ردّ کیا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں اگر صحیح مطالعہ کیا جائے تو آپ کو یہ محسوس ہوگا کہ یہ ائمہ یزیدؒ کے مخالف یا دشمن ہرگز نہیں۔ ہاں اس حقیقت کا ہم انکار نہیں کر سکتے کہ ان آئمہ کرام کی کتب میں حضرت یزیدؒ کے بارے میں جہاں بہت کچھ اچھا لکھا ہے وہیں کچھ منفی مواد بھی ہے لیکن اس مواد کی تطبیق جمیل ممکن ہے۔اور اگر تھوڑا بہت منفی مواد ہے بھی تو اس کا سبب یہ ہے کہ سبائیوں اور شیعوں نے بنو امیہ کے خلاف جو دسیسہ کاریاں اور فتنہ سامانیاں اختیار کی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارا حدیثی ،تاریخی اور روایتی سرمایہ متاثر ہوا ہے اسی کی یہ فتنہ سامانیاں ہیں کہ ابو زید ضمیر بھی جس کا شکار ہوئے۔مشہور شیعہ عالم حسن بن یوسف بن علی بن المطہر الحلی جو نصیر الدین طوسی کا شاگرد تھا، نے ایک کتاب منہاج الکرامہ فی معرفتہ الامامتہ تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب اہل سنت اور شیعہ کے درمیان متنازعہ مسائل پر مشتمل تھی۔ اس کے جواب میں شیخ ابن تیمیہؒ نے یہ کتاب تالیف کی جس کا نام منہاج السنہ رکھا گیا۔اس کتاب میں حضرت یزیدؒ کے سلسلے میں امام ابن تیمیہؒ نے جو کچھ لکھا اسکو ہم من وعن نقل کرتے ہیں۔قارئین اندازہ لگائیں کہ شیخ ابن تیمیہؒ کا منہج حضرت یزیدؒ کے بارے میں کیا تھا؟

خلفاء، ملوک اور حضرت یزیدؒ سے متعلق ابن تیمیہؒ کی عبارت :

گزشتہ عبارت تو قارئین نے پڑھ ہی لی اب اس کے بعد کے مضمون کا اردو ترجمہ ہم من وعن نقل کرتے ہیں۔شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ’’فرقہ مرجیہ جو بڑا کثیر التعداد ہے یہ نظریہ رکھتا ہے کہ توحید کی موجودگی میں دوسری کسی چیز سے

نقصان نہیں پہنچتا۔ ہم کہتے ہیں کہ حدیث نبویؐ کے مطابق خلافت نبوت تیس سال تک تھی پھر ملوکیت (بادشاہت) کا آغاز ہوا۔ اگر یزیدؒ کی امامت وخلافت سے مراد یہ ہے کہ وہ دیگر اموی وعباسی خلفاء کی طرح سلطان وقت اور صاحب السیف تھا تو یہ ایک یقینی بات ہے۔ یزیدؒ مکہ کے سوا تمام بلاد اسلامیہ کا حاکم تھا۔ مکہ پر ان دنوں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ قابض تھے۔ سیدنا ابن زبیرؓ نے اس وقت دعویٰ خلافت کا آغاز کیا جب آپ کو معاویہؓ کے مرنے کی خبر ملی۔

ان لوگوں کے امام ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ حکومت اور سلطنت اور سیف وسنان سے بہرہ ور تھے۔ کسی کو حاکم مقرر کرتے اور کسی کو معزول کرتے۔ کسی کو دیتے اور کسی کو نا دیتے۔ ان کے احکام حدود سلطنت میں نافذ ہوتے تھے۔ وہ شرعی سزائیں دیتے۔ کفار سے جہاد کرتے اور لوگوں میں مال تقسیم کیا کرتے تھے۔

یہ سب باتیں تواتر کی حد تک معروف ہیں اور ان سے مجال انکار نہیں۔ ان کے امام خلیفہ یا سلطان ہونے کا یہی مطلب ہے! جیسے امامِ صلوٰۃ وہ ہے جو لوگوں کو نماز پڑھاتا ہو، جب ہم دیکھیں کہ کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہے تو اسکا امام ہونا ایک مشہود ومحسوس امر ہے جس میں جدل وبحث کی کوئی گنجائش نہیں۔ باقی رہا اس کا نیک یا بد ہونا تو یہ ایک الگ بات ہے۔ اہلِ سنت سلاطین وخلفاء مثلاً یزیدؒ یا عبدالملکؒ یا منصورؒ میں سے جب کسی کو امام تصور کریں گے تو اس کی یہی حیثیت ہوگی جو شخص اس میں جدل یا بحث سے کام لیتا ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کوئی سیدنا ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنھم اجمعین کی خلافت یا قیصر وکسریٰ اور نجاشی کی بادشاہت کو تسلیم نہ کرے اور اس میں جھگڑنے لگے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ائمہ وخلفاء معصوم تھے یا سب باتوں میں عدل وانصاف کے تقاضوں پر عمل پیرا تھے اور سب افعال وامور میں اللہ تعالیٰ کے اطاعت کیش تھے تو کوئی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا۔ تاہم اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ طاعت وعبادات میں ان کے ساتھ سرکت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اقتدا میں ہم جمعہ وعیدین اور دیگر نمازیں پڑھ سکتے ہیں اس لئے کہ اگر ان کی اقتدا میں نماز نہ پڑھی جائے تو نمازیں معطل ہو کر رہ جائیگی۔ ہم ان کے ساتھ مل کر کفار کے ساتھ جہاد کر سکتے ہیں بیت اللہ کا حج کر سکتے ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اقامت حدود میں انکا تعاون حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی انسان حج کرنے جائے یا کسی لڑائی میں شریک ہو یا کوئی نیک عمل انجام دے اور اس میں اس کے ساتھ کوئی فاسق وفاجر آدمی بھی شریک ہو تو اس کی شرکت کی وجہ سے اسے کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح عدل وانصاف اور تقسیم مال وغیرہ میں بھی ان سے اعانت طلب کی جاسکتی ہے۔ اسی لئے کہ بسا اوقات ان کے احکام اور ان کی تقسیم عدل وانصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ نیک کاموں میں اعانت کرتے ہیں اور اثم وعدوان (گناہ) میں تعاون نہیں کرتے ہیں۔

جب کوئی خلیفہ اقتدار پر قابض ہو جائے مثلاً یزید وعبدالملک اور منصور پھر یا تو اس سے لڑ کر اسے اقتدار

سے محروم کیا جائے گا۔ یہ رائے فاسد ہے اوراس کا نتیجہ خوں ریزی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے خواہ خروج کرنے والا دین دار ہی کیوں نہ ہو۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی شخص نے صاحب اقتدار کے خلاف بغاوت کی ہے تو اس سے جو نقصان برآمد ہوا ہے وہ اس کے فوائد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ اس کی مثال وہ لوگ ہیں جنہوں نے مدینہ میں یزیدؒ کے خلاف خروج کیا یا ابن اشعث جس نے عراق میں عبدالملک کے خلاف خروج کیا تھا اور ابن مھلّب جس نے مروان کے خلاف بغاوت کی تھی ایسے لوگوں کا مقصد تخت یا تختہ ہوتا ہے۔ آخر کار ان کا اقتدار ختم ہو جاتا ہے اور اقتدار سے محروم ہو جاتے ہیں۔

اس ضمن میں عبداللہ بن علی عباسی اور ابومسلم خراسانی کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ انہوں نے عباسی دعوت کو فروغ دینے کے لئے لاکھوں بے گناہوں کو تہہ تیغ کیا۔ ان دونوں کو ابوجعفر منصور نے قتل کروایا تھا۔ جہاں تک اہل حرّہ، ابن الاشعث اور ابن مھلّب کا تعلق ہے انہوں نے اپنے اصحاب سمیت شکست کھائی اور دین و دنیا دونوں میں ناکام رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا حکم نہیں دیتے جس سے دینی یا دنیوی صلاح وفلاح وابستہ نہ ہو۔ اگر کوئی متقی و جنتی شخص بھی بغاوت کا فعل انجام دیتا ہے۔ تاہم یہ فعل قباحت سے خالی نہیں ہوگا۔ غور فرمایئے۔ سیدنا علی و طلحہ و زبیر و عائشہ رضی اللہ عنھم و غیرہم جلیل القدر صحابہ سے بہتر کون ہوگا! اس کے باوصف (باوجود) انہوں نے قتال وغیرہ کے سلسلے میں جو کچھ کیا اس کی مدح وستائش نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ وہ یہ سب صحابہؓ اللہ کے یہاں بڑے عظیم المرتبت ہیں اور ان کی نیّت بھی دوسرے لوگوں کی نسبت اچھی ہے۔ اسی طرح اہل حرّہ میں متعدد اہل علم اور دین دار لوگ بھی تھے۔ اصحاب ابن الاشعث بھی دین دار اور اہل علم سے خالی نہ تھے۔

امام شعبیؒ سے ابن الاشیعث کے زمانے میں کہا گیا تھا کہ اے شعبیؒ اس مدّت میں آپ کہاں تھے؟ اس کے جواب میں امام شعبیؒ نے جواباً کہا کہ میں اس جگہ تھا جس کے متعلق کسی شاعر نے کہا تھا کہ بھیڑیا چلایا تو میں اس کی آواز سے مانوس ہو گیا اور انسان نے آواز دی تو میں نے اڑ کر جانا چاہا۔ پھر امام شعبیؒ نے کہا کہ ہم ایسے فتنہ سے دوچار تھے کہ جس میں ہم نہ تو متقی تھے اور نہ ہی ایسے گنہ گار جو طاقت سے بھی بہرہ ور ہو۔ سیدنا حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ حجاج کا وجود عذاب الٰہی سے کم نہیں۔ لہٰذا عذاب الٰہی کو اپنے ہاتھوں سے مت ڈھکیلو بلکہ بارگاہ ایزی میں عجز و نیاز کا اظہار کرو اللہ تعالیٰ سورۃ المومنین میں فرماتے ہیں کہ ہم نے انکو عذاب میں گرفتار کیا مگر وہ رب کے سامنے نہ جھکے اور نہ ہی عجز و نیاز کا اظہار۔ طلق بن حبیبؒ فرمایا کرتے تھے ''تقویٰ کی بدولت فتنہ سے بچے رہو'' ان سے پوچھا گیا کہ تقویٰ کی وضاحت فرمایئے تو جواباً فرمایا تقویٰ یہ ہے کہ نور الٰہی کی روشنی میں اللہ کی طاعت وعبادت پر عمل پیرا ہوں اور رحمت الٰہی کے اُمیدوار رہیں۔ نیز نور الٰہی کی روشنی میں اس کی نافرمانی کو ترک کر دیں اور عذاب الٰہی سے

خائف رہیں۔(احمد ابن ابی الدنیا)

فتنہ میں حکومت کا ساتھ دیا جائے :

ابن تیمیہؒ آگے فرماتے ہیں کہ ''مسلم اکابر و افاضل ہمیشہ فتنہ پروری کے دور میں لوگوں کو جنگ و جدال سے منع کرتے رہے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سعید بن مسیبؒ اور علی بن حسینؒ عام الحرّہ میں یزیدؒ کے خلاف بغاوت سے روکتے تھے۔ اسی طرح سیدنا حسن بصریؒ و مجاہدؒ و دیگر بزرگ فتنۂ ابن الاشعث میں شرکت کرنے سے باز رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں اہل سنت کے یہاں یہ طے شدہ بات تھی کہ فتنہ کے دور میں شریک جنگ و جدل ہونے سے اعراض کیا جائے۔ یہ بات ایک دینی عقیدہ کی حیثیت رکھتی تھی اور اہلِ سنّت ولاۃ و حکام کے ظلم و جور پر صبر کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ یہاں اس کی تفصیلات بیان نہیں کی جاسکتیں۔ ابو زید ضمیر یزیدؒ کے بارے میں ابن تیمیہؒ کی سخت رائے کی بات کرتے ہیں۔ لی جیے ابن تیمیہؒ حسینؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں دھیان دیں:

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''جو شخص اس ضمن میں وارد شدہ احادیث صحیحہ اور بزرگان سلف کے اقوال و آثار پر زحمت غور و فکر گوارا کریگا اس پر یہ حقیقت واشگاف ہوجائے گی کہ اچھی بات وہی ہے جو نصوص نبویہ میں پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اہل کوفہ نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھ کر بلایا اور آپ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابوبکر بن عبدالرحمٰنؒ وغیرھم اصحاب العلم والدین نے آپ کو روکنا چاہا۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ آپ قتل سے نہیں بچ سکتے۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ''اے قتل کئے جانے والے میں تجھ کو اللہ کو سونپتا ہوں'' بعض نے کہا ''اگر یہ بات معیوب نہ ہوتی تو میں آپ کو عراق جانے سے روک دیتا'' حضرت حسینؓ کے احباب و اعوان کی یہ سب مساعی آپ اور مسلمانوں کی مصلحت و عافیت کے نقطۂ خیال سے تھیں۔ اس لئے کہ اللہ و رسولؐ اصلاح کا حکم دیتے ہیں فساد کا نہیں۔ البتہ رائے بعض اوقات صائب (صحیح) ہوتی اور بعض اوقات مبنی بر خطا (غلط)۔

حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کرنے والوں کی رائے صحیح تھی

چنانچہ جن واقعات سے سیدنا حسینؓ دوچار ہوئے انہوں نے ثابت کردیا کہ مانعین خروج کی رائے درست تھی۔ اس لئے کہ سیدنا حسینؓ کے خروج میں کوئی دینی و دنیوی مصلح مضمر نہ تھی۔ بلکہ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ظالم کوفیوں نے بنی رسولؐ کو بحالت مجبوری شہید کردیا اور آپ خروج و قتل سے اُمت میں فساد رونما ہوا جو اس صورت میں ہرگز رونما نہ ہوتا اگر آپ مدینہ میں اقامت گزیں رہتے۔ سیدنا حسینؓ کا مقصد جو کہ تحصیل خیر و دفع شر تھا حاصل نہ ہوا

بخلاف ازیں آپ کے خروج وقتل سے شر میں اضافہ ہوا اور وہ ایک عظیم شر کا پیش خیمہ بن گئی۔

قتل عثمانؓ کی طرح سیدنا حسینؓ کے قتل سے اُمت میں فتن وشرور کا دروازہ کھل گیا اور اس سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ سرور کائناتؐ نے جو ولاۃ وحکام کے ظلم وجبر پر صبر اور ترک قتال کا حکم دیا تھا وہ بندوں کے لئے دنیا وعقبٰی دونوں یں فائدہ مند تھا۔ نیز یہ کہ جس نے بھی دانستہ یا نادانستہ اس کی خلاف ورزی کی اس کے فعل سے بجائے صلاح کے فساد رونما ہوا۔ یہی وجہ تھی کہ سرور عالمؐ نے ان الفاظ میں سیدنا حسنؓ کی مدح فرمائی ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

اس کے برعکس آپؐ نے کبھی ایسے شخص کی مدح نہ فرمائی جو فتنہ بازی کے دور میں کسی سے لڑتا یا خروج کرتا ہو یا کسی کی بیعت کر کے اس کو توڑ دیتا اور جماعت المسلمین سے الگ ہو جاتا ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا'' پہلا لشکر جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا مغفور ومرحوم ہے۔ اہل روم سے نبرد آزما ہونے کے لئے پہلا لشکر سیدنا معاویہؓ نے بھیجا تھا۔ یزیدؒ اس کا سپہ سالار تھا اور اس میں ابوایوب انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ بھی شامل تھے اس لشکر نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا۔ بعدازاں جنگ جمل وصفین واقعہ حرّہ وشہادت حسینؓ نیز واقعہ مرج رابط عین الورد کے مقام پر توابین کا قتل اور فتنۂ ابن الاشعث جیسے عظیم واقعات پیش آئے۔ شہادت عثمان کا واقعہ ان سب واقعات سے زیادہ الم انگیز تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں مرفوعاً روایت کیا کہ نبیؐ نے فرمایا جس شخص نے تین باتوں سے نجات پائی وہ فلاح ونجات سے ہم کنار ہوا وہ تین باتیں یہ ہیں: میری موت، خلیفۂ مظلوم کا ناحق قتل اور تیسرا خروج دجال۔ (سند احمد ومستدرک حاکم)

باقی رہا شیعہ مصنف کا یہ قول کہ اہل بیت خواتین کو قیدی بنایا اور انہیں بلا پالان اونٹوں پر سوار کیا گیا تو یہ صریح کذب (جھوٹ) ہے۔ امتِ محمدی نے کبھی بھی کسی ہاشمی خاتون کو قیدی بنانے کی جسارت نہیں کی۔ بنوامیہ کو سیدنا حسینؓ سے خطرہ لاحق تھا کہ وہ ان کے تاج وتخت پر قابض ہو جائیں گے اس لئے وہ آپ کے خلاف جنگ آزما ہوئے۔ جب آپ نے شہادت پائی تو معاملہ ختم ہو گیا اور آپ کے اہل بیت کو مدینہ رخصت کر دیا گیا تھا۔ مگر شیعہ کی جہالت کا کیا علاج؟ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ قتل حسینؓ جرم عظیم ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والا اور اس پر رضامندی کا اظہار کرنے والا دونوں عذاب کے مستحق ہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ سیدنا حسینؓ کا قتل ان کے بہنوئی سیدنا عمرؓ اور آپکے خالو سیدنا عثمانؓ کے قتل سے بڑا جرم ہرگز نہیں ہے۔

کیا ابوزید ابن تیمیہؒ کے Stand پر ہیں؟

جیسا کہ ہم دیکھ آئے ہیں کہ ابوزید ضمیر صاحب نے حضرت یزیدؒ کی صرف مذمت ومنقصت ثابت کرنے

کا گویا ذمہ (Contract) لے لیا ہے کہ موصوف کو یزیدؒ کی زندگی اور خلافت کے ہر پہلو میں عیب ہی عیب نظر آتا ہے۔تعریف وتوصیف کا کوئی پہلو انکو نظر نہیں آتا۔ائمہ کی کتب سے انہوں نے صرف منفی باتوں کو چن چن کر نکالا اور اپنے باطل دعوؤں کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کیا۔بالخصوص امام ابن تیمیہؒ کی کتابوں کے حوالوں کو یزیدؒ کے منفی پہلوؤں کو ثابت کرنے کے لئے جابجا آپ اس تقریر میں پائیں گے۔پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا حضرت امام ابن تیمیہؒ نے یزیدؒ کا مکمل رد کیا ہے جب کہ صورتِ حال یہ نہیں بلکہ امام موصوف ایک محقق ہیں اور محقق متعصب نہیں ہوتا بلکہ وہ حقائق ومعارف کو اپنے حاصل شدہ علوم واخبار کی روشنی میں ایمانداری کے ساتھ قوم ملت کی خدمت میں پیش کرنا ہے اور اسی لئے قوم اس کے حقائق ومعارف علمیہ پر یقین کرتی ہے۔ابوزید ضمیرؔ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے کہ وہ اپنے ہزاروں چاہنے اور ماننے والوں کو حضرت بن تیمیہؒ کے منہج کے خلاف یزیدؒ کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کرر ہے ہیں جبکہ اہلِ حدیثوں کا منہج اس سلسلے میں مشہور ومعروف ہے اور حافظ صلاح الدین یوسف کی دو کتابوں یعنی خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت اور رسومات محرم اور سانحہ کربلا نے ہندوپاک کے سلفی مسلمانوں کو ہی نہیں ساری دنیا کے مسلمانوں کو بنوامیہ اور حضرت معاویہؓ وحضرت یزیدؒ کے بارے میں صحیح اور مبنی برحقیقت رہنمائی فراہم کی ہے۔خود میں نے بھی بارہ تیرہ سال قبل دو کتابیں موقف حسینؓ ویزیدؒ اور حدیث غزوۂ قبرص وقسطنطنیہ تالیف کی تھیں۔ اس زمانے میں اس عنوان پر خطاب کرنے یا لکھنے پر خطرہ تھا اور ان تالیفات کے بعد مجھے جان سے مارنے کی دھمکیاں تک دی گئیں جس طرح اس سال ڈاکٹر ذاکر نائک کی تردید میں تالیف کردہ کتاب اہلحدیث کا اہل بدعت کے ساتھ تعاون وتعامل'' تالیف کرنے کے بعد بھی کلیان کی حد تک تو صورت حال بہرحال نازک ہوگئی تھی۔تو بہرحال میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ اگر ابوزید ضمیر نے شیخ صلاح الدین یوسف کو ہی پڑھ لیا ہوتا تو کم سے کم انکو سلفی منہج معلوم پڑ گیا ہوتا بہرحال اب ہم منہاج السنہ کے اس طویل اقتباس سے مستفاد ومترشح ہونے والے حقائق ومعارف کو بالترتیب مختصراً رقم کرتے ہیں۔جو ابن تیمیہؒ کے صحیح منہج کو ظاہر کرتے ہیں جس کی ابوزید نے مخالفت کی۔

حقائق ومعارفِ منہاج السنہ:

(۱) حدیثِ نبویؐ کے مطابق خلافتِ نبوت ۳۰ سال تک تھی پھر بادشاہت کا آغاز ہوا۔

نوٹ: یادرہے علمائے اہلِ سنت کے نزدیک ملوکیت بھی خلافت کی ایک شکل ہے۔اصلاً دونوں میں کوئی فرق نہیں آگے بحث آئے گی۔

(۲) حضرت یزیدؒ سلطانِ وقت،صاحبِ سیف اور تمام بلاد اسلامیہ کے حاکم تھے۔

(۳) امیر المومنین کے تمام حقوق واختیارات انکو حاصل تھے۔

(۴) اسلام کے تمام شرعی امور حضرت یزیدؒ کے ذریعہ انجام پاتے تھے اس میں کوئی جدل و بحث نہیں۔

(۵) جو شخص خلافتِ یزیدؒ کو تسلیم نہ کرے وہ ایسا ہے گویا خلفائے راشدینؓ نیز قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی بادشاہت تسلیم نہ کرے اور اس میں جھگڑے۔

(۶) یہ ائمہ و خلفاء معصوم نہ تھے۔

(۷) طاعات و عبادات میں انکے ساتھ شرکت ہوتی ہے۔ نماز جمعہ، عیدین، جہاد اور حج ان کی معیت میں ہوتا ہے۔

(۸) خلفاء سے لڑ کر ان کو اقتدار سے محروم کرنا یہ رائے فاسد ہے۔ ابوزید سبق لیں۔

(۹) جس نے بھی حکام کے خلاف جنگ و جدال کیا منہ کی کھایا۔ ابن تیمیہؒ نے واقعہ حرّہ کی مثال دی ہے۔

(۱۰) کوئی متقی اور جنتی شخص بھی اگر بغاوت کرتا ہے تو یہ عمل قباحت سے خالی نہیں۔ سیدنا علیؓ، طلحہؓ و زبیرؓ و غیرھم جیسے جلیل القدر لوگوں کے باہم دگر کے قتال و جدال کی مدح و ستائش نہیں کی جاسکتی۔ ابوزید دھیان دیں۔

(۱۱) مسلم اکابر و افاضل ہمیشہ فتنہ پردازی کے دور میں لوگوں کو جنگ و جدال سے منع کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ ،سعید بن مسیّب علیؒ بن حسینؒ عام الحرّہ میں یزیدؒ کے خلاف بغاوت و خروج سے روکتے تھے۔

(۱۲) اہلسنت ولاۃ و حکام کے ظلم و جور پر صبر کی تلقین کرتے تھے اور یہ بات ایک دینی عقیدے کی حیثیت رکھتی تھی۔

(۱۳) حضرت حسین جن حالات سے دوچار ہوئے انہوں نے ثابت کر دیا کہ مانعینِ خروج (بغاوت سے منع کرنے والے) کی رائے درست تھی اور سیدنا حسینؓ کے خروج میں کوئی دینی و دنیوی مصلحت مضمر نہ تھی۔ اگر آپؓ مدینہ میں رہتے اور خروج نہ کرتے تو امّت میں وہ فساد نہ ہوتا۔ ابوزید درس حاصل کریں۔

(۱۴) یہ خروج ایک عظیم شر کا پیش خیمہ بن گیا۔ جبکہ ابوزید خروج کو صحیح سمجھتے ہیں۔

(۱۵) حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کی خروج نہ کیا۔ رسولؐ نے ان کی تعریف کی بلکہ پیشن گوئی کی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائیگا۔

(۱۶) ابن تیمیہؒ نے اس کے بعد غزوۂ قسطنطنیہ کا ذکر کیا جس میں حضرت یزیدؒ اور اس غزوۂ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کی مغفرت کی بشارت دی گئی کہ یہ بخشے ہوئے ہیں۔ حضرت یزیدؒ اس لشکر کے امیر تھے، جلیل القدر صحابہؓ اس میں شریک تھے اور خود حضرت حسنؓ بھی شریک تھے۔ غزوہ کے ذکر کے وقت ہم تفصیل پیش کریں گے۔

(۱۷) پھر حضرت امام ابن تیمیہؒ نے حضرت یزید کا دفاع کیا ہے کہ کربلا کے ضمن میں اس پر لگائے الزام سب غلط ہیں۔ لیکن ابوزید نے تین گھنٹے یہی الزامات یزید پر لگائے ہیں۔

ابن تیمیہؒ کی اس عبارت کا محاکمہ

قارئین نے پہلے تو منہاجُ السنہ کی پوری عبارت پڑھی پھر ہم نے اس عبارت سے مستفاد ہونے والے نتائج، حقائق و معارف کو بالترتیب شمار کروایا۔ اول سے آخر تک اس عبارت کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا اس حقیقتِ ثابتہ میں شک کرنے کی کوئی گنجائش ہے کہ ابن تیمیہؒ حضرت یزیدؒ کے خاندانی دشمن نہیں جیسا کہ ابوزید ضمیرؒ نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابوزید ضمیر یزیدؒ اور خلافت یزیدؒ کی صرف منفی باتوں کا ذکر چن چن کر سیاق وسباق کا لحاظ کئے بغیر کرتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ ابن تیمیہؒ یزیدؒ کے خلاف ہیں۔ جب کہ اگر پورے مضمون کا بغور بالاستیعاب ومتواتر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہوکر سامنے آئے گی کہ امام ابن تیمیہؒ نے نہ صرف یزیدؒ کا کافی صحتمند مطالعہ کروایا ہے بلکہ یزیدؒ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے بھی پاتے ہیں جیسے کہ اس مضمون میں اور یزیدؒ پر لعنت کرنے یا نہ کرنے سے متعلق اسی کتاب کے اگلے مضمون میں لعنت نہ کرنے کے موقف کو بیان کرتے کرتے غزوۂ قسطنطنیہ میں حضرت یزیدؒ کی شرکت کا ذکر کرتے ہیں پھر نبیؐ کی پیشین گوئی کے مطابق ان کی مغفرت کو ثابت کرتے ہیں! کتنا کھلا ہوا واضح اور صریح دفاع ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ اب اگر کوئی ان حقائق کے باوجود بھی دل میں یزیدؒ کے لئے نفرتوں کے غبار لئے بیٹھا ہے تو کیا کیا جاسکتا ہے؟

اسی مضمون میں آگے شیعوں کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے کہ یزیدؒ نے خواتینِ اہلِ بیت کو قیدی بنایا اور بغیر پالان کے اونٹوں پر سوار کیا۔ اہل بیت کی بے حرمتی کی وغیرہ وغیرہ۔ یزیدؒ کو اس الزام سے بری فرماتے ہیں کہ یہ صریح کذب ہے۔ یزیدؒ نے ایسا کیا یہ الزام تراشی ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت یزیدؒ کو بس یہ خطرہ تھا کہ حسینؓ تخت وتاج پر قابض ہوجائیں گے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت حسینؓ سے جنگ کی اور شہادت حسینؓ کے بعد معاملہ ختم ہوگیا۔ اہل بیت کو باعزت روانہ کردیا گیا۔ جبکہ ابوزید نے ابن تیمیہؒ کے موقف کی کھل کر مخالفت کیں۔

یزیدؒ کی جنگ کی تحسین اور حضرت حسین کے اقدام کی مذمّت:

اس عبارت میں جہاں آپ نے یہ کہا کہ یزیدؒ کو خطرہ تھا کہ حسینؓ ان کے تخت وتاج پر قبضہ کرلیں گے اس لئے انہوں نے جنگ کی لیکن حضرت حسینؓ کے خروج کی تحسین ابن تیمیہؒ نے ہرگز نہیں کی بلکہ صراحۃً مذمت فرمائی یہ کہہ کر انہوں نے خروج نہ کرنے کے کسی کے مشورہ کو بھی نہ مانا، اس خروج میں کوئی دینی ودنیوی مصلحت نہ تھی۔ قتل سے اُمّت میں فساد ہوا۔ خروج سے شر میں اضافہ ہوا اور یہ خروج ایک عظیم شر کا پیش خیمہ بن گیا۔ ہم ابوزید ضمیر سے یہ عرض کرتے ہیں کہ حضرت یزیدؒ کے بارے میں اگر ابن تیمیہؒ خود کو میسر دلائل کی بنا پر منفی پہلو کو پیش کرتے ہیں تو

ابوزیداس کو لے کراُڑتے ہیں اوران اقوالِ ابن تیمیہؒ کوسیاق وسباق سے ہٹا کر من چاہی تعبیر کرتے ہیں۔اب یہاں حضرت حسینؓ کے منفی پہلوؤں کے مسئلے میں ابوزید کیوں خموش ہیں؟اس اقتباس میں توابن تیمیہؒ نے کھل کرحضرت حسینؓ کے اس خروج کواچھااورمناسب قرارنہیں دیا بلکہ اسکوعظیم شر کا پیش خیمہ تک قرار دیا بلکہ فساد کہااور کہا کہ اس خروج میں کوئی دینی و دنیوی مصلحت نہ پائی گئی لیکن ہم خود کہتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ غیر متعصب اور غیر جانبدار ہیں جو تحقیق وتدقیق کے ساتھ حقائق ومعارف کا انکشاف کرتے ہیں ان کی نیت حضرت یزیدؒ یا حضرت حسینؓ کی مذمت کرنے کی ہرگزنہیں ہوتی لیکن لوگ کج فہمی وکم نظری کی بناپر بڑے لوگوں کی عبارتوں کاعلمی استحصال کرتے ہیں اور جھنڈااونچا رہے ہمارا کے آئینہ دار بنتے ہیں۔

خلافت یزیدؒ،خلافتِ نبوت اوراحادیثِ نبویہ ؐ:

ابن تیمیہؒ کی نظر میں خلافتِ یزیدؒ کے تناظر پر بحث کرتے کرتے ابوزید ضمیر احادیث نبویہ کی روشنی میں خلافتِ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے ناطق ہیں۔اس سلسلے میں حدیث سے ہمیں کیاروشنی ملتی ہے؟ آیئے دیکھتے ہیں۔ حدیث میں اس بارے میں کیا ہے؟ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں''**خـلافةُ النبوةِ ثلاثون ثنةً ثمّه يُوتِى الله الـمُلك او مُلْكَهٗ مَن يَّشَأ امسِكْ عَـلَيْكَ ابـا بَكرِ سَنَتَيْن و عَمُر عَشَرًا و عُثمَانُ الثُّنَتَى عَشَرَة وَعَـلِى كَذٰا** (شرح الحاویہ صحیح سنن ابی داؤدولا بن ابی عاصم۔ **وسِتّـاً عَلِیٌّ** ۔اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں کہ نبوت والی خلافت نبوی منہج والی خلافت ۳۰ سال ہوگی۔ پھراللہ تعالیٰ اپنی حکومت جسکو چاہے گا دے دیگا۔تو خلافت کتنے سال رہے گی؟ خلافت نبوت؟ ۳۰ سال رہے گی۔ پھراس کے بعد بادشاہت جسکو چاہے گا اللہ تعالیٰ دے دیگا۔پھر ابوزید نے خلفا کی خلافت کے سال ذکر کئے ہیں اورآخر میں فرماتے ہیں''تو چاروں خلفاء ۳۰ سال اس میں ختم ہوجاتے ہیں۔اس کے بعد خلافت نبوت کا معاملہ نہیں ہے۔ایک اور روایت ہے جسکو الصحیحہ میں البانیؒ نے اور کتب کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ابن حماد نے کتاب الفتن میں بھی ذکر کیا ہے''ایک وقت ہوگا جہاں خلافت نبوت ہوگی اور رحمت بھی ہوگی۔خلافت نبوت رحمت والی ہوگی پھراس کے بعد بادشاہت ہوگی لیکن رحمت والی بادشاہت ہوگی۔ پھراس کے بعد بادشاہت ہوگی لڑائی اور جھپٹ والی۔اختلاف والی جنگوں والی ظلم والی تو خلافت نبوت ہوگی پھر بادشاہت رحمت والی ہوگی پھر بادشاہت جھگڑوں والی ہوگی صحیحہ میں البانی نے ۴۵۹ پر اسکو درج کیا ہے ایک اور روایت جو مسند احمد کی ہے نبیؐ فرماتے ہیں کہ تم میں نبوت باقی رہے گی یعنی آپؐ کی نبوت جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ چاہے گا نبوت کو اُٹھالیگا پھر خلافت کو اُٹھالیگا۔پھراس کے بعد بادشاہت ہوگی جنگوں والی۔ظلم والی جب تک اللہ چاہے گا یہ بھی رہے گی۔پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اس کو بھی اُٹھالیگا پھر اس کے بعد جبر والی،زبردستی والی،غلبہ والی،

ظلم و جبر والی۔اس کے بعد بادشاہت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا یہ بھی رہے گی پھر اللہ جب چاہے گا اسکو بھی اُٹھالیگا پھر اس کے بعد نبوی منہج والی خلافت ہوگی۔خلافت نبوت نبوی خلافت پھر جھگڑوں والی ظلم والی ملوکیت پھر اس کے بعد واپس سے نبوت والی خلافت آئے گی۔شیخ البانیؒ نے احمدؒ کے حوالے سے الصحیحہ میں اس کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مسلمانوں کی یہ امید ابھی باقی ہے کہ اخیر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے یعنی مسلمانوں میں خلافت ہوگی۔

جب سب مذہبی ہوں گے تو نبوی منہج پر خلافت رہے گی یعنی اچھا دور بعد میں آنے والا ہے۔ایک دور آئے گا قیامت سے پہلے،تو یہ حدیث صحیح ہے اور امام احمدؒ نے اسکو روایت کیا ہے۔اس حدیث میں اور نعیم بن حماد کی جو الفتن کی جو روایت ہے اس میں ایک جوڑ ہے کہ ملکا عاضا سے پہلے ایک دور وہ بھی ہوگا جس میں ملک ہوگا۔بادشاہت ہوگی۔لیکن کیا ہوگا؟ رحمت والی ملوکیت ہوگی۔اس بارے میں ابن تیمیہؒ اسی حدیث کو نقل کر کے کہتے اپنی کتاب جامع المسائل میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبیؐ کی نبوت اور رحمت تھی اور خلفائے راشدین کی خلافت کیا تھی؟ خلافت نبوت اور رحمت تھی اور حضرت معاویہؓ کی امارت حکومت تھی اور رحمت بھی اور ان کے بعد جھگڑے اور ظلم والی حکومت چالو ہوگئی۔حضرت معاویہؓ کے بعد کون آیا؟ یزیدؒ۔تو یہ بات ابن تیمیہؒ نے فرمائی معاویہؓ تک رحمت تھی مسلمانوں کے لئے۔پھر جبر شروع ہوگیا۔جامع المسائل میں یہ بات ابن تیمیہؒ نے یزید بن معاویہؓ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرمائی ہے تو حضرت معاویہؓ کی امارت ملک تھی لیکن ملک اور رحمت کہا پھر عضوضاً یعنی ظلم و جبر والی حکومت شروع ہوگئی۔کچھ روایتیں آئی ہیں جن میں ہم کو سوچنے کا موقع ملتا ہے کہ یزیدؒ کے بارے میں کیا موقف اختیار کریں۔

حافظ صلاح الدین یوسف کی نظر میں ۳۰ سال کا صحیح مفہوم:

تقریر کے اس حصّے میں ابوزید ضمیر نے پہلے تو خلفائے راشدین کے عہد حکومت کو خلافت علی منہاج النبوۃ ثابت کیا پھر ایک اور حدیث سے حضرت معاویہؓ کی حکومت کو خلافت رحمت قرار دیتے ہوئے پھر حضرت یزیدؒ کی حکومت کو ظلم و جبر والی،لڑائی،جھگڑے اور فساد والی حکومت ثابت کرنے کا آغاز کرتے ہوئے خلافت نبوت کو ۳۰ سال تک محصور و محدود کیا اور بعد کے بنی امیہ کے ادوار کو ظالمانہ،جابرانہ،قاہرانہ قرار دیا۔یہ ایک عام طریقہ ہے جس سے ابوزید ضمیر کی بات ہی کیا سبائی اور شیعی دسیسہ کاریوں اور فتنہ سامانیوں کے نتیجے میں اہلسنّت کے اکابر ائمہ تک متاثر ہوئے۔اس سلسلے میں ہم بذات خود ہمتوں کو پست کرنے والی ضخیم کتاب تالیف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن یہاں ہم اہلحدیث کے ایک عظیم اور باوقار عالم علامہ حافظ صلاح الدین یوسف کی زبان میں خلافت کو صرف ۳۰ سال میں محصور

ومحدود کرنے کی حقیقت کو ظاہر کرنے کے نقطۂ نظر سے ان کی مایۂ ناز کتاب ''خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت'' سے ایک طویل اقتباس پیش کرتے ہیں تا کہ اہلحدیث کو علمائے اہلحدیث کا اس سلسلے میں موقف ومنہج معلوم پڑے۔علامہ موصوف خلافت کے ۳۰ سال رہنے کے مفہوم کو ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں ''دراصل بات یہ ہے کہ اس حدیث کا مفہوم غلط لیا جاتا ہے۔ نبیؐ کا مقصد یہ بتانا تھا کہ خلافت، اپنی کامل خصوصیات کے ساتھ تھوڑے ہی عرصے رہے گی۔ اس کے بعد خلافت رہے گی ضرور لیکن اس میں بادشاہت کی آمیزش ہوجائے گی یعنی خلفاء میں بادشاہوں کی کچھ دنیاداری کے رجحانات پیدا ہوجائیں گے۔اس مفہوم کو آپؐ نے مبالغے کے طور پر تا کہ اس کی شناعت (برائی) خوب واضح ہوجائے، اس طرح ادا فرمایا کہ ''خلافت ۳۰ سال رہے گی پھر بادشاہی ہوگی۔جس طرح سعید بن مسیّبؒ کا ایک قول ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ فتنۂ اولی (یعنی) شہادت عثمانؓ واقع ہوا تو بدری اصحاب میں سے کوئی باقی نہ رہا، فتنۂ ثانیہ واقعہ حرّہ واقع ہوا تو اصحاب حدیبیہ میں سے کوئی نہ رہا۔ پھر فتنۂ ثالثہ کا جب وقوع ہوا تو لوگوں سے عقل وحلم اور رشد وہدایت اور خیر بالکل اُٹھالی گئی۔(بخاری ج ۲،ص ۵۷۳ (اصح المطابع کراچی) یہ ایک انداز بیان ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ اب فی الواقع عقل وخیر کا وجود دنیا سے ختم ہوگیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خیر بتدریج کم اور شر بتدریج روز افزوں ہے۔اسی طرح ایک حدیث میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ائمہ (حکمران) ہوں گے لیکن میری ہدایت وسنّت کو نظر انداز کردیں گے، ان میں ایسے لوگ بھی ہوں گے گویا انسانی جسم میں شیطانی دل رکھ دیے گئے ہوں۔''ایک صحابی کہنے لگے میں اگر ایسے حکمرانوں کو پاؤں تو کیا کروں؟'' آپؐ نے فرمایا ''وہ اگر تم پر ظلم بھی کریں اور زدوکوب بھی، تب بھی ان کی سمع وطاعت (فرماں برداری) کو اپنے اوپر لازم کئے رکھنا۔'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۵، اصح المطابع کراچی)۔اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ حکمراں فی الواقع شیطان ہوجائیں گے۔اگر وہ شیطان ہو ہی گئے ہوتے تو ان کی اطاعت کے حکم کے کیا معنی؟ ظاہر ہے کہ آپؐ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ان میں خرابیاں اور کمزوریاں پیدا ہوجائیں گی نہ یہ کہ وہ قرآن وحدیث کو یکسر ترک کردیں گے۔اسی طرح زیر بحث حدیث کو بنیاد بنا کر یہ کہنا کہ اسلام کا اصل سیاسی نظام (خلافت) ۳۰ سال کے اندر ختم ہوگیا اس کے بعد خدا اور رسولؐ سے آشنا بادشاہت رہ گئی جس کے حکمران نام کے مسلمان ضرور تھے مگر ان کے نظام حکومت کے اندر جاہلی روح کام کررہی تھی، یکسر بے بنیاد بات ہے۔(ابوزید ضمیر غور کریں جنہوں نے یہ گمراہ کن تصور اس حدیث سے مرتب کیا ہے۔)

بات دراصل یہ ہے کہ اسلام میں اصل مطاع (جس کی اطاعت کی جائے) اور قانون ساز اللہ ہے، خلیفہ کا منصب نہ قانون سازی ہے نہ اس کی ہر بات واجب الاطاعت ہے، وہ اللہ کے حکم کا پابند اور اسکو نافذ کرنے والا ہے اور اس کی اطاعت بھی اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔حکمرانی کا یہ تصور پہلے چار خلفاء کے دل ودماغ میں جس

شدّت کے ساتھ جا گزیں تھا، بعد میں یہ تصور بتدریج دھندلا تا چلا گیا، اور اسی کیفیت کو بادشاہت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے ورنہ فی الواقع بادشاہت اسلام میں مذموم (بری) نہیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اصطلاحی طور پر بادشاہ ہی تھے یعنی طریقہ ولی عہدی ہی سے خلیفہ بنے تھے۔لیکن اپنے طرز حکمرانی کی بناء پر اپنا نیک نام چھوڑ گئے۔اسی طرح اسلامی تاریخ میں اور بھی متعدد بادشاہ ایسے گزرے ہیں جن کے روشن کارناموں سے تاریخ اسلام کے اوراق مزّین اور جن کی شخصیتیں تمام مسلمانوں کی نظروں میں محمود و مستحسن ہیں۔اسی طرح حضرت معاویہؓ کو بھی اگر کوئی شخص بادشاہ کہنے پر مصر ہے تو بصد شوق کہے ان جیسا عادل وخداترس بادشاہ دنیا کی پوری تاریخ پیش نہیں کرسکتی لیکن اگر کوئی شخص اس نقطۂ نظر سے ان کو بادشاہ کہے کہ وہ اسلامی طرزِ حکومت سے دور ہٹ گئے تھے، ان کے دورِ حکومت کا نظام اسلامی نہیں بلکہ جاہلی تھا اور انکو اخلاق وشریعت کی حدود پھاندنے میں کوئی باک (ڈر) نہ تھا۔جس طرح خلافت وملوکیت (از مودودی) میں یہی کچھ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے، یہ سراسر ظلم ہے، غیر معتدل طرز فکر اور یکسر امر واقعہ کے خلاف ہے۔''

بادشاہت بجائے خود مذموم نہیں:

حافظ صلاح الدین آگے فرماتے ہیں'' پھر یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اسلام میں فی نفسہ بادشاہت کوئی مذموم (بری) شئے نہیں، صرف وہ بادشاہت مذموم ہے جو خدا اور رسولؐ کی بتلائی ہوئی حدود (حدوں) سے نا آشنا ہو۔'' پھر درمیان میں کچھ مثالیں دیتے ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ ''لیکن وہ بادشاہ جن کا مقصد دین حق کی اشاعت اور اس کی بلندی، اسلامی تہذیب وتمدن کا نفاذ اور اس کا فروغ ہو، اس بات سے قطع نظر کہ وہ جمہوری طریق سے اس منصبِ بلند پر فائز ہوا ہے یا باپ کے مرجانے کے بعد وراثۃً تخت نشین۔اسلام کی نظر میں وہ پسندیدہ اور قابل تعریف ہے۔آج کل لوگوں نے نفسِ بادشاہت کو خلافت نبوت کے منافی (خلاف) تصور کر رکھا ہے جس کے لئے کوئی شرعی بنیاد نہیں۔(ابوزید ضمیر درس عبرت حاصل فرمائیں اس لئے کہ انہوں نے بادشاہت کو اسی معنی میں لیا ہے۔)

علامہ ابن خلدونؒ کی نظر میں ملوکیت (بادشاہت):

حافظ صاحب اس کے بعد بادشاہت کی اسلامیت میں علامہ ابن خلدونؒ کا یہ اقتباس پیش فرماتے ہیں ''وہ بادشاہت جو تصور خلافت کے منافی اور مخالف ہے وہ جبروتیت (سرکشی) ہے جسے حضرت عمرؓ نے اس وقت کسرویت سے تعبیر کیا تھا جب اس کے کچھ ظاہری آثار حضرت معاویہؓ میں انہوں نے دیکھے، لیکن وہ بادشاہت جس

میں قہر وغلبہ، عصبیت اور شکوہ ہو وہ نہ خلافت کے منافی ہے نہ نبوت کے۔ سلیمان علیہ السلام اور ان کے والد داؤد علیہ السلام دونوں ہی نبی تھے اور ساتھ ہی بادشاہ بھی لیکن اس کے باوجود دونوں اپنے رب کی اطاعت اور دنیاوی امور میں راہِ استقامت پر قائم رہے۔ حضرت معاویہؓ کی بادشاہت بھی ایسی ہی تھی۔ ان کا مقصد محض بادشاہت کا حصول یا دنیاوی عزوجاہ میں اضافہ نہ تھا۔ جب مسلمان اکثر حکومتوں پر غالب آ گئے تو طبعی عصبیّت کی بنا پر ان کے دل میں یہ جذبہ پیدا ہوا۔ وہ مسلمانوں کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے مسلمان قوم کی اسی طرح رہنمائی کی جس طرح بادشاہ اپنی قوم کی اس وقت کیا کرتے ہیں جب قومی عصبیّت اور شاہی مزاج اسکا متقاضی ہوتا ہے۔

اسی طرح ان دیندار خلفاء کا حال ہے جو حضرت معاویہؓ کے بعد ہوئے۔ انہیں بھی جب ضرورت لاحق ہوئی شاہانہ طور طریق استعمال کئے۔ ان خلفاء کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت اس بات کی ضرورت ہے کہ صرف صحیح روایات پر اعتماد کیا جائے نہ کہ کمزور روایات پر، جس خلیفہ کے افعال ٹھیک ہوں وہ خلیفہ رسولؐ ہے جو اس معیار پر پورا نہ اترے وہ دنیا کے عام بادشاہوں کی طرح ہے اگرچہ اس کو خلیفہ ہی کیوں نہ کہا جاتا ہو۔

(خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت۔ص ۴۰۰)

خلافت مابعد کو خلافت راشدہ سے علیحدہ کرنے کے اسباب:

حضرت ابوبکر ابن عربی، علامہ ابن خلدون علامہ محبّ الدین خطیب اور متعدد علماء ومحدثین کے خلافت بنوامیہ کے سلسلے میں ٹھوس مثبت اور وقیع اقوال کو نقل کرنے کے بعد حافظ صلاح الدین یوسف نے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کی پرشکوہ اور عظیم الشان حکومت کی تمام تر تفصیلات سے واقفیت کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسا کیوں ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو خلفائے راشدین اور خلافت بنوامیہ کو خلافت راشدہ میں آخر عموماً شامل نہیں کیا جاتا؟ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ مودودی صاحب کی پیش کردہ منفی تفصیلات نہیں (راقم الحروف کے مطابق ابوزید ضمیر کے منفی خیالات) بلکہ وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت ۳۰ سال رہے گی۔ شیخ صلاح الدین یوسف کے مطابق بعض علماء نے خلافت کے دور اور اس کی مدّت کی تحدید (حد بندی) کردی ہے یعنی ۳۰ سال کی حد بندی۔ جس طرح شیخ ابن تیمیہؒ نے بھی منہاج السنہ میں فرمایا ہے جس کا ذکر ہم سطور گزشتہ میں کر آئے ہیں لیکن حدیث کے مطابق ۳۰ سال کی تحدید کے بعد بھی اور خلافت راشدہ اور مابعد کی خلافت میں کوئی تفریق نہیں کی اور حضرت یزیدؒ کو امام وخلیفہ ہی مان کر ان کی حکومت کا ذکر کیا ہے۔ بس فرق ہے تو صرف نام کا یعنی ۳۰ سال کے اندر کی حکومت کو خلافت راشدہ اور بعد کی خلافتوں کو خلافت ملوک یعنی بادشاہوں کی خلافت قرار دیا اور اس کے بعد ان خلفاء اور یزیدؒ کے خلیفہ ہونے کی شرعی حیثیت کا ذکر بھی کیا اور اسی مضمون

میں ان خلفاء اور بالخصوص یزیدؒ کی خلافت سے خروج کو غیر شرعی بھی قرار دیا بلکہ اس حد تک گئے کہ حضرت حسینؓ کے اقدام خروج پر نقد و جرح کی اور جنگ جمل وصفین میں متحارب صحابہ کرام کے گروہ کے جنگ وجدال کو خلاف صواب قرار دیا۔لیکن ابوزید ضمیر ۳۰ سال والی حدیث کی بنیاد پر خلافتِ حضرت یزیدؒ کو ظلم و جبر والی ،جنگوں والی ظلم والی حکومت قرار دے رہے ہیں جو کم سے کم ابن تیمیہؒ کا نظریہ قطعی نہیں ۔اس کو ہم پیچھے ذکر کرآئے ہیں۔

کیا یزید کو خلیفۂ راشد کہنے والا گمراہ اور بدعتی ہے؟

اب رہا یہ کہ ابن تیمیہؒ نے یہ کیوں کہا کہ جو یزیدؒ کو خلفاء راشدین ومہدئین میں شمار کرے وہ بدعتی اور جھوٹا ہے تو یقیناً یہ اسی لئے ہے کہ حدیث کے مطابق خلافت نبوت ۳۰ سال رہے گی پھر بادشاہت لہٰذا ابن تیمیہؒ کا یہی مقصد اور نظریہ ہوگا کہ یزیدؒ کو خلیفۂ راشد اور مہدی نہ کہو کیونکہ وہ خلافت راشدہ کے بعد کا ایک عام بادشاہ ہے اور جو خلافِ حدیث بادشاہ کو خلیفۂ راشد اور مہدئین میں سے شمار کریگا وہ شرعی اور اصطلاحی خلافتِ راشدہ کے معنیٰ میں تصرّف و تحریف کرنے کی بنا پر بدعتی ،گمراہ اور جھوٹا ہے نہ کہ اس لئے کہ وہ ایک خلافت کے نااہل ،فاسق وفاجر اور ظالم وجابر اور ایک عام بادشاہ (یزیدؒ) کو خلیفۂ راشد اور مہدی مان رہا ہے اس لئے کہ امام ابن تیمیہؒ نے یزیدؒ کو حرام کا ارتکا کرنے والا ،بے نمازی ،فاسق وفاجر اور ظالم وجابر ہرگز نہیں کہا کہ یزیدؒ کے حکم سے ہی حسینؓ قتل ہوئے یا یہ کہ وہ قتلِ حسینؓ سے خوش تھا۔نہ یزیدؒ کے امیر المومنین ہونے کا انکار کیا بلکہ ابن تیمیہؒ نے تو ان کی امارت کو ثابت کیا اور فرمایا کہ لوگوں کو ان کی اطاعت کرنا چاہئے بلکہ ان سے خروج کرنا حرام اور غیر شرعی ہے اور یزیدؒ پر لعنت ملامت کرنے کو منع کیا اور غزوۂ قسطنطنیہ میں شرکت کی وجہ سے ان کو مغفور ومرحوم تک قرار دیا۔حرّہ کے واقعہ کے بہت سے الزامات میں یزیدؒ کا دفاع کیا۔ان تمام حقائق و معارف کی موجودگی میں یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ چونکہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک یزیدؒ خلافت کا نااہل ،فاسق وفاجر اور ظالم وجابر ہے لہٰذا اس صورتِ حال میں اگر کسی نے یزیدؒ کو خلفائے راشدین یا مہدئین میں شمار کیا تو وہ گمراہ ،بدعتی اور جھوٹا ہے۔یاد رہے اس تقریر میں ابوزید ضمیر نے ابن تیمیہؒ کے اس قول کا یہی معنیٰ مراد لیا ہے یہ کہہ کر ابن تیمیہؒ نے یزیدؒ کے بارے میں یہ بہت سخت بات کہی ہے جبکہ یہ سخت بات نہیں ہے بلکہ خلافِ اصطلاح الفاظ استعمال کرنے کے سلسلے میں ایک تحدیدی جملہ ہے۔ویسے اس عنوان پر ہم پیچھے تفصیلی بحث کرآئے ہیں۔یہاں مزید وضاحت کے لئے اعادہ کیا۔

۳۰ سال کی خلافت کی اسنادی حیثیت

خلافت نبوت ۳۰ سال کی ہوگی والی حدیث کی اسنادی حیثیت سے جو علماء مثبت طور پر متفق تھے ان لوگوں

نے خلافت کو۳۰ سال کے اندر محصور و محدود تصور کیا۔اس میں علماء کی اکثریت شامل ہے یہ اور بات ہے کہ ۳۰ سال کے بعد والی خلافت کو بعض علماء نے عام بادشاہوں کی حکومت ،ظالم و جابر قاہر اور فاسق و فاجر خلفاء کی بادشاھت (نیک خلفاء کو چھوڑ کر) قرار دیا اور بعض علماء نے ۳۰ سال کے بعد والی خلافت کو خلافتِ راشدہ کے تناظر میں ہی دیکھا اور بطریقِ احسن تاویل کرتے ہوئے اسکو بھی معنوی حیثیت سے خلافتِ راشدہ کی توسیع ہی تصور کیا اور ایک طبقے نے سرے سے اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر ہی سوالیہ نشان لگا دیا اس لئے کہ انکے مطابق یہ ایک سبائی سازش ہے جو مسلمانوں کی حکومت کی خیریت کو ۳۰ سال تک محدود ثابت کر کے اسلام کی آفاقیت و کاملیت پر شکوک و شبہات وارد کر سکیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت کے صفحہ ۱۳۱ ۵ پر قاضی ابوبکر بن عربیؒ کی العواصم من القواصم اور علامہ ابن خلدونؒ کے مقدمہ بن خلدونؒ کے حوالے کے تناظر میں یہ فرمایا ہے کہ بعض علماء خلافت تیس سال تک رہیگی والی حدیث کی صحت کے قائل نہیں ہیں تاہم علماء کی اکثریت اس کی قائل رہی ہے اور اسی لئے اسکی مختلف توجیہات کرتی آئی ہے۔حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے خلافتِ راشدہ اور خلافت راشدہ کے بعد والی ملوکیت یا بادشاھت میں تفریق (فرق) کی مخالفت کی ہے۔حضرت معاویہؓ کو خلفائے راشدین کی ہی طرح خلیفہ راشد مانتے ہیں۔علامہ ابن خلدونؒ نے اسی نقطہ نظر کی تائید وتوثیق فرمائی ہے۔ابن خلدونؒ فرماتے ہیں" مناسب یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی حکومت اور ان کے حالات ان سے ماقبل کے خلفاء (خلفائے راشدینؓ) کی حکومت و واقعات کے ساتھ ذکر کئے جائیں کیونکہ شرف وفضل وعدالت اور صحابیت میں وہ (معاویہؓ) ان ہی کے بعد ہیں اور اس بارے میں حدیث الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ (یعنی خلافت تیس سال رہے گی) کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ صحیح نہیں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے پیشرو خلفاء (خلفائے راشدینؓ) کے ساتھ شامل ہیں۔

محمود احمد عباسی نے بھی ۳۰ سال کی روایت پر جرح کی

خلافت ۳۰ سال تک رہے گی والی حدیث پر بقول حافظ صلاح الدین یوسف بعض علماء نے نقد کیا ہے ان میں ابوبکر ابن عربیؒ اور علامہ ابن خلدونؒ کا ذکر کیا ہے۔محمود احمد عباسیؒ نے اپنی کتاب خلافتِ معاویہؓ و یزیدؒ میں اس حدیث پر نقد و جرح کی ہے۔اس حدیث پر نقد و جرح کرتے ہوئے موصوف نے اس حدیث کے راوی شرج بن نباتہ الکوفی وسعید "جمہان" اور حضرت سفینہؓ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے یہ روایت کرتے ہیں۔یعنی ۳۰ سال والی روایت۔تو اس کے راوی شرج الکوفی تمام ائمہ رجال کے نزدیک ضعیف الحدیث

اور منکر الحدیث ہیں۔ یہ شرج سعید بن جمہان بصری سے روایت کرتے ہیں جن کی وفات ۱۳۶ء میں ہوئی اور حضرت سفینہؓ کا انتقال ۷۴ء میں ہوا۔ان دونوں کے سنین وفات میں ۶۲ سال کا فرق ہے۔ پھر یہ سعید بصرہ کے رہنے والے تھے اور حضرت سفینہؓ مدنی ہیں اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔انہوں نے یہ حدیث کب اور کہاں سنی۔حضرت سفینہؓ کے علاوہ اور کسی صحابیؓ نے ایسی حدیث کا روایت نہ کرنا ہی اس کے وضعی (بناوٹی) ہونے کا بیّن (کھلا) ثبوت ہے اور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وضعی حدیث حضرت معاویہؓ کی خلافت کی تنقیص میں اور حضور سرورِ کائناتؐ کی اُس پیش گوئی کے اثر کو زائل کرنے کے مقصد سے وضع ہوئی جو حضرت جابر بن سمرہؓ صحابی سے مروی ہے اور صحاح کی اکثر کتب میں موجود ہے نیز ترمذی میں یہ تصریح بھی ہے کہ اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی حدیثیں مروی ہیں یعنی حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ دین اسلام قوت سے رہیگا جب تک کہ ۱۲ خلیفہ نہ ہولیں اور وہ سب قریش سے ہوں گے۔ان بارہ میں سے پانچویں حضرت معاویہؓ اور چھٹے امیر المومنین یزیدؒ ہیں اور بارہویں ہشام بن عبدالملک امویؒ ہیں۔آنحضرت کی اس پیش گوئی کے خلاف جو عین مطابق واقعہ ہے حضرت معاویہؓ کی حکومت کو بادشاہت یا ملک عضوص کا نام دینا (کیا ہے) خلافت معاویہؓ و یزیدؒ صفحہ ۴۰۵ سے ۴۰۶) از محمود احمد عباسیؒ)۔

بہرحال اس حدیث پر جو نقد ہوا ہے اس کو ہم نے اسی لئے پیش کیا ہے کیونکہ حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی کتاب خلافت وملکویت کی شرعی حیثیت میں اسکو ابوبکر ابن عربیؒ اور ابن خلدونؒ کے حوالے سے نقل کیا اور خود حافظ موصوف نے یہ الفاظ کہے کہ بعض علماء نے اس حدیث کی اسنادی حیثیت پر کلام کیا ہے۔جناب ابوزید ضمیر نے بس ایک حدیث کے متن سے ایک محیر العقول فیصلہ ٹھونک دیا کہ جیسے ہی ۳۰ سال پورے ہوئے صرف نبوامیہ کے خلفاء کی وجہ سے پورے سماج مسلمان اور دین کے حالات بد سے بدتر ہوگئے کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ذات کی وجہ سے پوری حکومت اخلاقی پستی وزوال کا شکار ہوجائے؟

خلافت اموی خلافت راشدہ کے تناظر میں

''خلافت اموی خلافت راشدہ کے پس منظر میں'' نامی ایک جامع اور آفاقی کتاب ہے جسکو، سابق صدر شعبہ ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جناب مولانا ڈاکٹر و پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے تصنیف کیا ہے۔اسکو مشہور و معروف اہلحدیث مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی نے شائع کیا ہے۔مصنف نے اس عنوان پر دادِ تحقیق دی ہے۔موصوف کا یہ کتاب تصنیف کرنا ملتِ اسلامیہ پر احسان کے مترادف ہے۔اس کتاب میں خلافتِ نبی امیہ کو خلافتِ راشدہ کے پس منظر میں دلائلِ قاہرہ و براہین قاطعہ کی روشنی میں مدلّل کیا گیا ہے۔اس کتاب کو علماء کرام

کو بالخصوص مطالعہ کرنا چاہئے ۔ افادۂ عامہ کے پیشِ نظر اس کے مقدمے کی تلخیص پیش کرتے ہیں تا کہ خلافتِ بنی امیہ کے سلسلے میں غلط فہمیوں کی بنا پر تاریخی مظالم کی حقیقت کھل کر سامنے آئے ۔

تلخیصِ مقدمۂ مولّف

بقول مصنف امام المورخین ، امام فلسفۂ تاریخ علامہ ابن خلدونؒ ، تاریخ اسلام کے دو دھارے ہیں ۔ ایک اندرونی دوسرا بیرونی ۔ اصل دھارے اندرونی ہوتے ہیں جن کی کارفرمائی سے ظاہری واقعات وجود میں آتے ہیں ۔ بلید اور متطفّل (بچکانہ ذھن والے) انکو ہی تاریخ سمجھ لیتے ہیں جبکہ تاریخ ان اندرونی عوامل وعناصر کا نام ہے جنکی وجہ سے وہ ظاہری واقعات وجود میں آئے ہیں ۔ اسلامی تاریخ میں یہ حادثۂ فاجعہ شروع سے ہوتا چلا آتا ہے ۔

رسول اکرمؐ سے اسلامی تاریخ کا آغاز نہیں ہوتا بلکہ وہ اسلام میں انبیا کی مشترکہ میراث ہے ۔ حضرت محمد رسول اللہؐ سے ختم نبوت اور خلافتِ الہیٰ کی ابتدا ہوتی ہے ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی نے رسولِ اکرمؐ کو خلافتِ الٰہیہ کا پیامبر بھی قرار دیا ہے ۔ ان ہی کا فیصلہ ہے کہ خلافتِ راشدہ دراصل نبوتِ محمدیؐ کی توسیع (Extention) تھی جو خلافتِ نبوت کی صورت میں ہویدا (ظاہر) ہوئی تھی ۔ ان کی فکری اساس کا سرچشمہ قران وحدیث کی وہ تعلیمات ہیں جو اسلامی خلافت کی تعبیر وتشریح وتعین کرتی ہیں ۔

بد قسمتی سے خلافتِ نبوت کی مدّت کے تعین میں بلکہ اسلامی خلافت کی مدّت کے تعین میں بالعموم قران وحدیث کی تمام متعلقہ آیات وروایات کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا اور ایک طرح کی احادیث سے فیصلہ کر دیا گیا لیکن قران وسنّت کے متعدد دلائل و براھین اور بھی ہیں جو اس کی مدّت کی توسیع کرتے ہوئے اسکو تیس سال کے بعد بارہویں خلیفہ شام بن عبدالملک امویؒ تک وسیع کرتے ہیں (حدیث بخاری) حدیث یہ ہے کہ اسلام اس وقت تک معزّز ومکرّم رہے گا جب تک کہ ۱۲ خلفاء نہ ہولیں اور وہ سب کے سب قریش کے خلفاء ہوں گے اور امت ان پر متفق بھی ہوگی ۔ ان کا اطلاق محدثین وشارحین نے ان تمام خلفاء پر کیا ہے جن پر امت کا اجماع واتفاق ہوا تھا اور انکا سلسلہ خیر ۱۲ ویں خلیفہ ہشام بن عبدالملک امویؒ پر ہوتا ہے ۔ اس سلسلے میں ایک دو نہیں بلکہ متعدد احادیث ہیں ۔ تفصیلات کے لئے مولّف کتاب ''شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ'' مطالعہ فرمائیں ۔ ابن خلدونؒ کے تاریخ کے وہ اندرونی و بیرونی عناصر کی کارفرمائی سے ظہور پذیر تاریخی واقعات کے تناظر کی روشنی میں خلافتِ اربعہ ابوبکر صدیق ، عمر فاروق ، عثمان ذوالنورین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنھم کی خلافت بلاشبہ خلافتِ نبوت تھی ، ان کے بعد کی اموی خلافت کا ظاہری سلسلہ چلتا نظر آتا ہے مگر تمام اندرونی اور باطنی عناصر اسلامی خلافت قرار دیتے ہیں ۔

اموی خلافت کی اسلامیت اور خلافتِ راشدہ سے اس کی وابستگی اور پیوستگی کی بہت سی جہات (سمتیں) قران وسنّت کے دلائل کے علاوہ اس کی بڑی شہادات اس پورے دور میں صحابہ کرامؓ کی اس عہدِ بنی امیہ سے وابستگی کے تناظر میں خلافتِ امویہ میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ادوار میں صحابہؓ موجود تھے۔ عشرہ مبشرہؓ بھی موجود تھے۔ بدری صحابہؓ تھے۔ فتح مکہ سے قبل کے عظیم طبقات بھی تھے اور بعد کے طبقاتؓ بھی۔

صحابہ کرامؓ کی جماعتِ کا عہدِ بنی امیہ میں ہونا خلافتِ اسلامی کے تسلسل کو ثابت کرتا ہے تو دوسری جانب اس خلافت کو دنیوی خلافت ثابت کرنے کی ناروا کوششوں کی کاٹ بھی کرتا ہے۔ پھر نبی اکرمؐ کی خیر القرون والی حدیث جس میں رسول اکرمؐ نے اپنے صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے ادوار کو سب سے بہتر زمانہ قرار دیا ہے تو حضرت معاویہؓ، یزیدؒ اور پھر بارہویں خلیفہ ہشام بن عبدالملکؒ کی خیریت اور برتری و بہتری تو صحیح احادیث سے ثابت ہورہی ہے۔

عصرِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین تمام برکات کا منبع ومحور

اور مولانا ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی آگے فرماتے ہیں۔ (یہ تلخیص ہے) جس جماعت صحابہؓ نے دورِ خلافتِ نبوت (خلفائے راشدین) کو اسلامی بنایا تھا اسی جماعت نے بعد کے ادوار (امیہ وعباسی) کو بھی اسلامی بنایا تھا اور پھر خیر القرون والی حدیث کے سٹرفکیٹ کے بعد بھی کم فہمی اور فکری کجی کی بنا پر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ادوارِ ما بعد کی خلافتوں کی مذمّت اشخاص (خلفائی) کی بنا پر کریں۔ اس جماعت صحابہؓ ہی کے ذریعہ اسلامی علوم جو قران و سنّت اور فقہ پر مشتمل ہیں، تابعینؒ و تبع تابعینؒ نے فیض حاصل کر کے سارے عالم میں پھیلائے۔ علوم اسلامیہ ،سیرت وتاریخ اور رجال کے علوم کی صورت گری وترویج اسی طبقے کے ذریعہ ہوئی۔

صحابہ کرامؓ کا خلفائے بنی امیہ سے تعاون دلیلِ خیریتِ عہد بنی امیہ ہے

خلافتِ وقت (بنی امیہ وعباسیہ) سے صحابہ کرامؓ کی وابستگی، امداد واعانت، شرکت وشراکت نیز سیاسی سطح پر تعاون وتعامل دلیل ہے خلافتِ راشدہ کی خلافتِ بنی امیہ تک توسیع کی۔ جماعت صحابہؓ نے خلافت راشدہ کی طرح اموی دور میں بھی حضرت امیر معاویہؓ، یزیدؒ اور ۱۲ ہویں خلیفہ ہشام بن عبدالملکؒ تک مکمل تعاون کیا۔ تمام غزوات میں جو اس دور میں ہوئے، میں حصہ لیا۔ ان غزوات کی برکتوں سے اسلام ساری دنیا میں پھیل گیا۔ کیا صحابہ کرامؓ کا حکومت بنی امیہ کو تمام جہات میں تعاون کرنا غیر اسلامی عمل تھا؟ کیا وہ ان ادوار کو اسلامی خلافت نہیں سمجھتے تھے؟ (یا ابوزید ضمیر کے مطابق لڑائی جھگڑے، ظلم وجور، جبر اور استبداد اور کاٹنے والی خلافت تھی۔ یہ تمام خوبیاں انکو نظر نہیں آتیں)

شہری نظم ونسق اور بنی امیہ کی چاکری خدمت دین ہی تھی

خلافتِ راشدہ ہی کی طرح صحابہ کرامؓ نے عہدِ خلافتِ بنی امیہ میں شہری نظم وفسق ، دینی ، سیاسی اور معاشرتی عہدوں پر خدمت کی ذمہ داریوں کو قبول کیا کیونکہ صحابہؓ کی پوری اکثریت نے حضرت معاویہؓ، یزیدؒ اور بارہویں خلیفہ ہشام بن عبدالملکؒ تک اپنی خدمات پیش کیں ۔ نبوامیہ کے ساتھ تمام صحابہؓ کا یہ تسلسل خدمت یہ سب دلائل ثابت کرتے ہیں کہ اسلام اس وقت تک یعنی حدیث کے مطابق حضرت ہشام بن عبدالملکؒ تک جو کہ بارہویں خلیفہ تھے اور نبی امیہ کے خلیفہ تھے، معزّ ز ومکرّم رھیگا ۔ (میں کہتا ہوں کہ حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ہم سب کو یہ بشارت ہے کہ اسلام ۱۲ خلفاء تک معزّ ز اور مکرّم تھا لیکن ۳۰ سال کے بعد بنوامیہ کے دور کو جو لوگ ظلم و جبر، عصیان وطغیان والی حکومت قرار دیتے ہیں وہ اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں کہ اللہ اور رسولؐ تو ان کو معزّ ز اور مکرّم ہونے کا سٹرفکیٹ دیں اور لوگ کم نظری یا کم فہمی کی بنا پر ملّتِ اسلامیہ کے معزّ ز ومکرم ہونے کو صرف ۳۰ سال تک محدود کر دیں !)

عظمتِ خلافتِ اسلامیہ شخصیات پر مبنی نہیں بلکہ اسلام اور اقدارِ خلافت پر مبنی ہے

اسلامی خلافتِ راشدہ اربعہ پھر اس کی توسیع خلافتِ بنوامیہ تک (۱۲ خلفاء تک) کے مطالعے سے یہ راز ہائے سربستہ منکشف ہوتے ہیں کہ اسلامی خلافت کی بقا شخصیات پر نہیں بلکہ اصولِ اسلام اور اقدارِ خلافت پر مبنی ہے ۔ ساتھ ہی ساتھ حالات وظروف جو فطری ہیں، کی بنا پر یہ مراتبِ خلافتِ اسلامیہ مفہوم ہیں ۔ غور کیا جائے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت نبی امیہ تک اسلامی خدمات دینے والے افراد، عوام، خلفاء، صحابہ کرامؓ اور معاشرہ سب سے بڑھ کر قران وسنّت کے اصول سب ہی موجود اور باہم دگر تعاون وتعامل میں شامل پھر اچانک شخصیات کے بدلنے یا یکے بعد دیگرے آنے سے اچانک پورا دور اور پوری خلافت منفی طور پر کیوں متاثر ہو؟ کیا کسی ایک خلیفہ کی برائی اتنی خطرناک اور مہلک ہوسکتی ہے کہ پوری حکومت خاک وخون میں آلودہ اور ظلم وعصیان وطغیان میں شرابور ہوجائے ۔ اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر اس دلیل میں پنہا شعلے کہا تک لپکتے ہیں؟ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شخصیت پر کیا ان شعلوں کی آنچ نہ آئے گی کہ یہ دونوں ادوار بڑے بڑے فتنوں سے گھر گئے تھے؟ (مولّف)

سبائی سازش اور تاریخی گنجلگ کی وجہ سے تفہیم تاریخ میں کوتاہیاں

خلافتِ اسلامی کا صحیح مطالعہ نہ کرنے کی وجہ سے اس کی نوعیت ، مدّتِ کار اور شخصیت کو نہیں سمجھا گیا ۔ وجہ یہ ہے کہ ابتدائی حولیات نگار اور راویانِ تاریخ وسیر فکری اور نظری زیغ وضلال کا شکار تھے نیز رافضی وشیعی

کارستانیاں اور جعلسازیاں بھی ہوتی رہیں۔ بعد کے علماء ومورّخین نے بلاتنقید اور چھان پھٹک ان روایات کو قبول کرلیا۔اس غیر تجزیاتی عمل میں محدثین (متعدد،سب نہیں)، غیر محدّث،اخباری وقائع نگار سب شریک تھے۔رہی سہی کسر بعد کے مفکرینِ اسلام اور تاریخ نویسوں نے پوری کردی۔انہوں نے اپنے مسلکی رجحانات اور فکری میلانات کے سبب تاریخِ اسلامی اور خلافتِ اسلامی کو ویسا دیکھا جیسا وہ دیکھنا چاہتے تھے۔لیکن صحیح الفکر مورخین اور صحیح القدر تجزیہ نگار بھی ہر زمانے میں موجود رہے ہیں جیسے امام بخاریؒ اور امام مالکؒ یہ لوگ ہی صحیح تاریخ نویسی کرسکے ہیں۔ان دونوں کا میدان تاریخ نویسی نہ تھا اور نہ ہی ان کے شارحین اور دوسرے محدّثین کرام کا۔مگر حدیث وسنّت میں گہری نظر نے انکو صحیح اقدارِ خلافت کی تفہیم میں مدد کی۔اسی بنا پر ان کی روایاتِ حدیث میں اموی خلافت کی اسلامیت کی اتنی شہادتیں موجود ہیں جتنی خلافتِ راشدہ کے لئے پائی جاتی ہیں۔ان ہی عظیم ترین محدّثین اور شارحین کا عطیہ ہے کہ بعد کے تجزیہ نگاروں اور اسلامی مفکرین نے اموی خلافت کی صحیح تفہیم کی۔ان تینوں یا متعدد طبقاتِ فکر کا تجزیہ کیا جائے تو ایک دلچسپ زاویہ قائمہ بنتا ہے۔حدیثِ نبوی نے ایک فکرِ خاص اور خلافتِ اسلامی کی شناخت عطا کی۔محدّثین نے اس کو احادیث وروایات اور تبصروں کی شکل میں پیش کیا۔ان کے شارحین نے واقعاتِ تاریخ اور حقائقِ خلافت پر ان کا انطباق کرکے خلافتِ اسلامی کے خدّ وخال اجاگر کئے۔بعد کے مفکرین ومورّخین اسلام نے ان دونوں کی اساس پر اسلامی خلافت کا فکری نظام اور واقعی خلافت کا انصرام سمجھا اور سمجھایا۔یہ مقدمہ بہت وقیع اور آفاقی ہے۔ہم اسکو یہیں ختم کرتے ہیں کیونکہ دیگر مباحث باقی ہیں۔ابوزید ضمیر صاحب ذرا قلب ونظر کی گہرائی سے ان حقائق ومعارف کا مطالعہ کریں۔ان شاءاللہ رہنمائی حاصل ہوگی۔

خلافت کے بارے میں مسندِ احمد کی ایک روایت

ابوزید ضمیر نے اس سلسلے میں مسند احمد کی ایک روایت پیش کی کہ نبیؐ نے فرمایا تم میں نبوت باقی رہے گی (یعنی آپؐ کی نبوت جب تک اللہ چاہے گا) پھر اللہ چاہے گا تو نبوت کو بھی اٹھا لیگا پھر خلافت نبوی طریقے پر ہوگی۔جب تک اللہ چاہے گا یہ بھی باقی رہے گی۔پھر جب اللہ چاہے گا خلافت کو اٹھا لیگا۔پھر اس کے بعد بادشاھت ہوگی جنگوں والی، ظلم والی۔جب تک اللہ چاہے گا یہ رہے گی۔پھر جب اللہ چاہے گا اس کو بھی اٹھالیگا۔پھر اس کے بعد جبر والی، زبردستی والی، ظلم و جبر والی اس کے بعد بادشاھت جب تک اللہ چاہے گا یہ بھی باقی رہے گی۔پھر جھگڑوں والی، ظلم والی ملوکیت پھر اس کے بعد جبر والی ملوکیت پھر اس کے بعد پھر سے نبوی والی خلافت آئے گی۔ابن تیمیہؒ اسی حدیث کو نقل کرکے اپنی کتاب جامع المسائل میں کہتے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ کی نبوت نبوت اور رحمت تھی اور خلفائے راشدین کی خلافت خلافت نبوت اور رحمت تھی اور حضرت معاویہؓ کی امارت حکومت تھی اور ان کے

بعد جھگڑے اور ظلم والی حکومت چالو ہوگئی (ابو زید ضمیر)

استدراک۔اس حدیث اور قول شیخ ابن تیمیہؒ کے بارے میں ہم چند کلیدی اور بنیادی باتیں پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں جنکو شیخ صلاح الدین یوسف نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت میں بیان کیا ہے اور جسکو ہم خلافت ۳۰ سال رہے گی والی حدیث کے ذیل میں اس کتاب میں پیچھے نقل کر آئے ہیں وہاں رجوع فرمائیں۔مزید کچھ باتیں عرض ہیں۔اس حدیث میں جن ادوار کا ذکر ہوا ہے ان میں خلافتِ بنی امیہ میں جھگڑوں اور فسادات کا ذکر کر کے یہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے گویا خلافتِ معاویہؓ اور خلافتِ یزیدؒ جھگڑے اور ظلم و جبر والی حکومتیں تھیں اور آخر میں شیخ ابن تیمیہؒ کا جامع المسائل سے اسی حدیث کے ضمن میں بطور شرح ایک قول پیش کیا ہے۔

''فکانت نبوۃُ النبی صلی علیہ وسلم ورحمۃ وکانت خلافۃُ الخلفاء الراشدین خلَافۃَ نبوۃٍ ورحمۃ وکانت اِمارۃُ معاویہ ملکا ورحمۃ وبعدہ وقع عضوض (جامع المسائل لابن تیمیہ۔سوال فی یزیدؒ بن معاویہ ۵/۱۵۴)

ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبیؐ کی نبوت نبوت اور رحمت تھی اور خلفائے راشدین کی خلافت کیا تھی؟ خلافتِ نبوت اور رحمت تھی اور حضرت معاویہؓ کی امارت حکومت تھی اور رحمت تھی اور ان کے بعد جھگڑے اور ظلم والی حکومت چالو ہوگئی۔ابو زید پھر فرماتے ہیں کہ معاویہؓ کے بعد کیا ہوا؟ جھگڑے اور ظلم اور جبر کی حکومت چالو ہوگئی۔حضرت معاویہؓ کے بعد کون آیا؟ یزید۔تو یہ بات ابن تیمیہؒ نے فرمائی کہ معاویہؓ تک رحمت تھی مسلمانوں کے لئے پھر جبر شروع ہوگیا۔ابو زید ضمیر اس حدیثِ مسند احمدؒ اور قولِ ابن تیمیہؒ کو پیش کر کے آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ کے بعد کون آیا؟ یزیدؒ یعنی حضرت معاویہؓ کی رحمت والی حکومت کے بعد یزید کی حکومت ظلم اور لڑائی جھگڑے والی تھی۔حیرت ہے کہ جب استصواب رائے اور پوری ملّت کی موجودگی میں ان کے سامنے ان ہی کے مشورہ سے یزیدؒ کو خلیفہ اور امیر المومنین بنایا اور یہ خلیفہ بنانے والے کون لوگ تھے؟ یہ ساری دنیا میں قیامت تک کی انسانیت میں سب سے بہتر لوگ تھے اور ویسے بھی یہ خیر القرون یعنی حدیث کے مطابق تمام زمانوں میں سب سے اچھے زمانے کے لوگ تھے۔جنکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔**ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدٰی و یتبع غیرسبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصله جهنم ط وسآء ت مصیراً** (النساء ۱۱۵)''جو ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے خلاف کرے اور تمام مومنوں (صحابہؓ) کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہوا اور اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۔وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔اس آیتِ کریمہ کی روشنی میں جب تمام مومنین (صحابہؓ) نے حضرت امیر معاویہؓ کے فرزند ارجمند کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور استصوابِ رائے کے ذریعہ وہ امیر المومنین بن گئے تو اب ان کو

امیر نہ ماننا ان کے کردار میں کیڑے نکالنا، ان کی امارت کو غلاط ثابت کرنا یہ رسولِ اکرمؐ اور سبیل المومنین یعنی صحابہ کرامؓ کی راہ کو چھوڑ کر اپنی فاسد اور مسموم خام خیالی کی پیروی کر کے جہنم کے راستے پر جانے والی بات ہے کیونکہ سورۃ نسا کی اس آیت میں ہے کہ جو مسلمانوں (صحابہؓ) کے اتفاق رائے سے اختلاف کرے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے۔

میری امّت کی تباہی قریشی لڑکوں اور بچوں کے ہاتھ ہوگی۔ اس حدیث کی حقیقت

اس سلسلے میں پچاسویں منٹ میں ابوزید ضمیر فرماتے ہیں کہ ''ایک روایت ہے حضرت ابو ہریرۃؓ سے جس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے حدیث نمبر ۳۶۰۵ اور ۷۰۵۸ فرماتے ہیں سَمعتُ الصادق المَصدُ وقِ یَقولُ ھلاَک اُمَّتی علی یَدی غلَلِمۃِ مِنّ قُریشِ فَقالَ مَر وَانُ غُلمۃُ قال اَبوھُر یرۃ ان شِئتَ ان اُسَمّیِمُ بنی فلانِ و بنی فلانِ فرماتے ہیں میں نے صادق ومصدوق سے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں سے ہوگی غلمۃ لڑکے کم سن جوان یعنی لڑکے بچے تو قریش کے کچھ لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی ہلاکت ہوگی۔ مروان نے کہا لڑکے؟ ابو ہریرۃؓ نے کہا اگر تم چاہو تو میں تم کو انکا نام بھی بتا سکتا ہوں یعنی فلاں کے بیٹے فلاں۔ لیکن نام نہیں بتایا انہوں نے یہی روایت دوسری جگہ بخاری میں ہے دوسرے معنی میں کتاب العلم میں حدیث نمبر ۱۲۰۔ ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں حفظت من رسول اللہ وعاءین فاما احدھما فبثشتہ واما الاخر فلو بثشتہ قطع ھذا البلعوم) (حدیث نمبر ۱۲۰ بخاری) ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے دو برتن اللہ کے نبیؐ کے علم کے محفوظ کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرا برتن (اگر) لوگوں تک میں نے پہنچایا تو میری گردن کاٹ دیں گے۔ بعض نے اسکو صوفیوں کے ساتھ جوڑا ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد ابوزید کہتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرۃؓ جو حاکم بننے والے تھے اس زمانے میں اُنکے نام جانتے تھے اور ان کے بارے میں خبر کیا تھی کہ امت کو ہلاک کریں گے، امّت کے لئے ہلاکت بنیں گے تو ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں کہ قریش کے کچھ نوجوان ہوں گے جن کے ہاتھوں امّت کی ہلاکت ہوگی۔ بہت سارے لوگوں کو قتل کیا جائے گا ان کے ہاتھوں۔ علامہ عینیؒ جو حنفی بھی ہیں اور لوگ مانتے بھی ہیں انکو بہت بڑے علماء میں سے ہیں۔ ہر عالم کی کچھ صحیح باتیں بھی ہوتی ہیں کچھ خطا بھی ہوتی ہیں۔ بڑے علماء میں سے ہیں۔ ان کی کتاب ہے عمدۃ القاری جو بخاری کی شرح ہے اس میں کہتے ہیں اس کے بارے میں کہ قریش کے لڑکے کون ہوں نگے؟ کہتے ہیں کہ ان میں سے پہلا یزیدؒ اس پر تو اللہ کی طرف سے وہ عذاب ہے جس کا وہ حقدار ہے''

تحقیق غِلمۃُ من قریش

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری تاریخ و سیر کی کتب میں سبائی وشیعی روایات کی کثرت سے بھر مار

ہے۔تاریخ میں تو اب تک کام نہیں ہوا ہے اور متاخرین وشارحین بھی احادیث کی وضاحت میں ان ہی تاریخی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے تقریباً شیعی نقطۂ نظر کی عکاسی کرتے ہوئے جابجا نظر آتے ہیں اور ان ہی متاثرین اور شارحین حدیث کی کتب سے مطالعہ کر کے خطباء وواعظینِ مجالس ان خطبات ودروس کو گرم رکھتے ہیں جن کی بہترین مثال جناب ابوزید ضمیر کا یہ خطاب ہے جس میں موصوف کو قریش اور بالخصوص بنی امیہ کی صرف خرابیاں ہی نظر آتی ہیں۔

حضرت داؤد راز جیسے سلفی عالم بھی اس حدیث کی شرح میں غلمۃ قریش کا ترجمہ قریشی چھوکرے کرتے ہیں کیونکہ موصوف نے بھی اس حدیث کی شرح میں حضرت یزیدؒ کی حکومت کے تناظر میں ہی خطاب فرمایا ہے۔خیر داؤد راز کی بات ہی کیا ہے حافظ سیوطی جیسے علامہ فہامہ نے بھی حضرت یزیدؒ اور بنوامیہ کی تردید میں شیعی روایات پیش کر کے نیز شیعی طرز تحریر کے ذریعہ شیعوں اور روافض کو بھی مات دے دی ہے۔اس حدیث میں غلمۃ قریش یعنی قریش کے لڑکوں کے سلسلے میں کوئی زمانی تحدید کا قرینہ پایا جانا تو البتہ ایک مشکل امر ہے لیکن حضرت ابو ہریرہؓ نے جو یہ کہا کہ اگر تم کہو تو میں بتادوں کہ یہ لڑکے فلاں خاندان کے ہیں' موجب حیرت ہے کیونکہ اس سلسلے میں خود رسول اکرمؐ نے قریشی لڑکوں میں سے کسی کا کوئی نام نہیں لیا۔معلوم نہیں حضرت ابو ہریرہؓ کا ان لڑکوں کے خاندانوں اور ان کے ناموں کے سلسلے میں ماخذ ومصدر کیا تھا؟ کیونکہ رسول اکرمؐ نے تو صرف قریش کے لڑکے کہا پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے طور پر فلاں خاندان کے کہا اور پھر متاخرین علماء نے اپنی تالیفات میں ان لڑکوں کو بنوامیہ میں مختص کر دیا اور بعضوں نے حضرت یزیدؒ کا نام تک لے کر تحدید بھی کر دی! اگر رسولؐ نے نام ظاہر کیے ہوتے تو صحابیؓ ان کو ضرور بتلاتے۔

یہ کیسا علمی بحران ہے؟

امر حیرت واستعجاب ہے کہ جب قریش کے بارہ خلفاء والی حدیث بخاری مذکور ہو جس میں اسلامی حکومت کے اعزاز واکرام کی پیش گوئی ہے،تو اس وقت ہمارے ہی معتبر متاخرین،مورخین اور شارحین اس فہرست سے امویوں (بنوامیہ کے ناموں) کا نام نکال دیتے ہیں اور مراد لیتے ہیں کہ قریش کے بارہ خلفا صرف تیمی،عدوی، ہاشمی اور اسدی یا بہت بہت تو بنوامیہؓ سے صرف حضرت عثمانؓ میں ہی محدود اور مختص ہیں۔کیا یہ بات موجب حیرت اور باعثِ خلجانِ ذہنی نہیں کہ بنی امیہ کے جن خلفاء نے ایشیا،افریقہ اور یورپ میں اسلامی انقلاب برپا کیا اور تین چوتھائی متمدن دنیا کو حلقہ بگوش اسلام کیا،ان کے ساتھ اتنا بدترین سلوک کیا جائے کہ جب خلافتِ اسلامی کا ذکر کیا جائے تو انکو شر الملوک یعنی سب سے خراب بادشاہ کہا جائے اور جب امت کی ہلاکت کا ذکر آئے تو امت کی اس

پوری ہلاکت و بربادی کی ذمہ داری ان ہی کے نامہ ہائے اعمال میں دکھائی جائے گویا کہ تمام خوبیاں قریش کے دوسرے خاندانوں (تیمی، عدوی، ہاشمی اور اسدی) میں موجود ہیں اور تمام برائیاں خاندانِ بنوامیہ میں موجود ہیں۔اور یہی لوگ ان لوگوں کی شان کو فرشِ زمین سے عرشِ بریں کی بلندیوں تک پہنچا دیتے ہیں جنکی قسمت میں سیاسی اعتبار سے منجانب اللہ داخلی فتنوں کے سوا کچھ نہ تھا یہ اور بات ہے کہ اپنی حقیقی ذات میں انمیں کوئی کمی نہ تھی۔ وہ تو احوال وظروفف کا شکار تھے۔تقدیر الٰہیٰ یہی تھی۔اس پر ہمارا ایمان ہے۔

غلمۂ قریش ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی کی نظر میں

ڈاکٹر، پروفیسر و مولانا محمد یٰسین مظہر صدیقی۔ پروفیسر ادارۂ علوم اسلامیہ مسلم یونورسٹی علی گڑھ نے خاندانِ بنی امیہ سے متعلق متعدد کتب و مضامین تالیف کئے ہیں جنکو ہندوستان کے متعدد اہلحدیث جرائد ومجلّات میں بھی شائع کیا گیا۔جیسے یہ اقتباس التوعیہ نئ دہلی اپریل ۱۹۹۵ء کا ہے۔مولانا موصوف کی ایک مایۂ ناز کتاب'' خلافتِ اموی خلافتِ راشدہ کے پس منظر میں''اس کتاب کو مئو ناتھ بھنجن کے اہلحدیث کے ایک بہت بڑے سلفی ادارے نے شائع کیا ہے۔علماء کرام کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔التوعیہ میں'' اموی خلفاءٗ امرا اور اتباعِ کتاب وسنت' کے نام سے اپرل ۱۹۹۵ء میں ایک مضمون شائع ہوا۔نیز اسی التوعیہ میں حضرت مروان بن حکم کی حیات وخدمات پر مشتمل متعدد اقساط میں ایک مقالہ شائع کیا گیا۔

ڈاکٹر موصوف کا غلمۂ قریش پر تبصرہ

ڈاکٹر موصوف فرماتے ہیں'' امام بخاریؒ کی روایت ہے کہ حضرت سعید اموی حضرات مروانؒ وابو ہریرۃؓ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ حضرت سعید نے حضرت ابو ہریرۃؓ کو کہتے ہوئے سنا میں نے صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے کچھ لڑکوں (غلمۃ) کے ہاتھوں ہوگی۔حضرت مروان نے کہا لڑکوں؟ حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں ان کے نام بنوفلاں بنوفلاں کر کے بتا دوں؟اس روایت کی دوسری شکل یہ ہے کہ حضرت سعید راوی حدیث کا بیان یہ ہے کہ میں مسجدِ نبوی میں حضرت ابو ہریرۃؓ کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ حضرت مروانؒ بھی تھے۔حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا کہ میں نے صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے بعض لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔حضرت مروانؒ نے کہا۔اللہ تعالیٰ کی لعنت ان لڑکوں پر ہو۔حضرت ابو ہریرۃؓ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں فلاں بنی فلاں کا نام تو لے سکتا ہوں۔راوی کا تبصرہ یہ ہے کہ میں اپنے دادا (عمر بن یحییٰ بن سعید) کے ساتھ شام گیا۔جب وہاں بنو

مروان حاکم و بادشاہ ہوئے تو ان کونو جوان لڑکے پایا تو دادا نے ہم سے کہا شاید یہ لوگ ان ہی (غلمۂ قریش) میں سے ہیں۔ہم نے کہا آپ زیادہ جانتے ہیں۔امام بخاریؒ نے دونوں روایات کتاب الفتن کے دوابواب باب علامات النبوۃ اور باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلاک امتی الخ میں نقل کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ پیش گوئیاں بھی علامات النبوۃ ہیں اور ان سے مراد بنومروان (قریش) ہرگز نہیں ہیں کہ تاریخی شواہد ان کے خلاف ہیں۔ان کے دور میں امتِ مسلمہ کی ہلاکت نہیں ہوئی اور اب تک نہیں ہوئی ہے۔دراصل اس پیش گوئی کا تعلق قیامت کے قریب امت کی ہلاکت اور ان کے ہلاک کرنے والوں سے ہے۔مگر راوی گرامی نے اپنے ظن وخیال یا وہم گمان کے سبب یہ تاثر دیا ہے کہ بنومروان ہلاکتِ امت کے ذمہ دار تھے۔ ہشام بن عبدالملکؒ بارہویں خلیفہ تک تمام بنو مروان پکّی عمر کے افراد تھے (جبکہ داؤد راز نے شرح بخاری میں قریشی چھوکرے اور ابوزید ضمیر نے کمسن لڑکے بچے ترجمہ کیا ہے)۔جبکہ غلمۃ کے معنی نوجوان لڑکے کے ہوتے ہیں غلمۃ میں شمار نہ ہوئے تھے۔پھر ان کے عہد میں تو امتِ اسلامی مظبوط و مستحکم اور خوشحال وخوش وخرم تھی لیکن ان تمام شواہد ونکات کو نظر انداز کر کے بعض تعصب زدہ اور عصبیت گزیدہ حضرات نے حضرت مروان اور ان کے خاندانِ ذی شان کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دینے کی سعی لاحاصل (بے کارکوشش) کی ہے۔(التوعیہ نئی دہلی، اپریل ۱۹۹۵ء)

حدیث غلمۂ قریش کے تناظر میں حضرت یزیدؒ کی کردار کشی

غلمہ قریش کی گزشتہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابوزید ضمیر بخاری شریف کی کتاب العلم کی حدیث نمبر ۱۲۰ کو غلمہ قریش کے تکملہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں جو ہم نے پیچھے نقل کی ہے یعنی یہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے دو برتن اللہ کے نبیؐ کے علم کے محفوظ کر رکھے ہیں۔ان میں سے ایک تو میں نے پھیلا دیا اور دوسرا برتن (اگر) لوگوں تک میں نے پہنچایا تو (لوگ) میری گردن کاٹ دیں گے۔ابوزید ضمیر کہتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہؓ جو حاکم بننے والے تھے ان کے نام جانتے تھے اور ان کے بارے میں خبر کیا تھی کہ امت کو ہلاک کریں گے اور بہت سارے لوگوں کا یہ قول نقل کرتے ہیں واولھم یزید علیہ ما یستحق ان میں پہلا (امت کو ہلاک کرنے والوں میں سے) یزیدؒ تھا اس پر اللہ کی طرف سے وہ عذاب ہے جس کا وہ حقدار ہے‘‘

مولانا داؤد راز کی شرح حدیثِ ابو ہریرہؓ

عینی کے قول کی خبر ہم بعد میں لیں گے۔ پہلے ہم شرحِ حدیث ابو ہریرہؓ میں ان تلبسات وانحرافات کا ذکر کرتے ہیں جنکا عام طور پر متاخرین علماء شکار ہوئے۔داؤد راز فرماتے ہیں’’اسی طرح جوہری اور ابن اثیر نے بیان

کیا ہے ۔حضرت ابو ہریرہؓ کے اس ارشاد کا مطلب محققین علما کے نزدیک یہ ہے کہ دوسرے برتن سے مراد ایسی حدیثیں ہیں جنمیں ظالم و جابر حکام کے حق میں وعیدیں آئی ہیں اور فتنوں کی خبریں ہیں ۔حضرت ابو ہریرہؓ نے کبھی اشارے کے طور پر ان باتوں کا ذکر بھی کر دیا تھا۔جیسا کہ کہا کہ میں ۶۰ ھ کے شر سے اور چھوکروں کی حکومت سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں ۔اسی سنہ میں یزیدؒ کی حکومت ہوئی اور امت میں کتنے ہی فتنے برپا ہوئے ۔ یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہؓ نے اسی زمانے میں بیان کی جب فتنوں کا آغاز ہو گیا تھا اور مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا ہو چلا تھا،اسی لئے یہ کہا کہ ان حدیثوں کے بیان کرنے سے جان کا خطرہ ہے،لہٰذا میں نے مصلحتً خاموشی اختیار کر لی ہے'' صحیح بخاری۔شرح از حضرت مولانا محمد داؤد راز ۔حدیث نمبر ۱۲۰ کتاب العلم)

محاکمہ بر غلمۃ قریش

غلمۃ قریش کی شرح میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اس سے مراد خلفائے بنی امیہ نہیں ۔لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے قول کی بنا پر بعضوں نے کہا کہ وہ انکے نام جانتے تھے جبکہ یہ ثابت نہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے ان ناموں کا انکشاف فرمایا تھا۔بعضوں نے بغیر سند کے ترجمہ کیا کہ بنوامیہ کے لڑکے، بچے چھوکرے اور بعضوں نے تو بنی امیہ میں حضرت یزیدؒ کے نام کی تحدید کر دی ہے جیسا کہ اسی شرح داؤد راز میں ہے کہ ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث اسی زمانے میں بیان کی جب کہ یزیدؒ کی حکومت ۶۰ ھ میں قائم ہوئی اور بعدہ فتنوں کا آغاز ہوا۔ویسے ظاہر ہے کہ فی نفسہ حدیث میں کوئی قرینہ موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ اس سے مراد ہے عہد یزید کے فتنے ۔جس طرح فکری انحراف کی بنا پر غلمۃ قریش سے مراد بنی امیہ کے چار خاندانوں کو چھوڑ کر صرف بنی امیہ کو ہی مراد لیا گیا اور جب قریش کے بارہ خلفاء کے زمانے کے یُمن وسعادت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہؐ نے قریش کے بارہ خلفاء کی تعریف فرمائی تو وہاں شارحین نے چار خاندانوں (سعدی اسدی،عدوی اور ہاشمی) کو ہی مراد لیا اور بالخصوص بنوامیہ کو اس سے مستثنیٰ ۱۰ الگ) کر دیا۔اسے کہتے ہیں فکری انحراف۔

عینی نے یزیدؒ کو جہنمی قرار دینے کی جسارت بیجا کی

ابوزید ضمیر نے ابن تیمیہؒ،ابن حجرؒ،حافظ ذھبیؒ وغیرھم کے مطمحِ نظر سے انحراف کرتے ہوئے اپنے طور پر تعصب اور تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عینی کے قول سے استدلال کیا جبکہ عینی متعصب حنفی ہیں اور بنوامیہ سے پرخاش میں مشھور رہیں اسی لئے اتنی بڑی جسارتِ بیجا کی یعنی حضرت یزیدؒ کو جہنمی تک قرار دے دیا۔جبکہ اسلاف میں سے کسی نے ایسا نہیں کہا۔ چلئے عینی تو حنفی اور مقلد ہیں ابوزید ضمیر کی موقع پرستی ملاحظہ فرمائے کہ جب سلفی ائمہ

اہلحدیث کے اقوال پیش کرتے کرتے بھی انکا دل نہ بھراتو حنفی مقلدین کے اقوال سے بھی استدلال کرنے کی غلطی کا ارتکاب کیا۔ابوزید ضمیر اپنی اس خصوصیت میں حاطب الیل سیوطی کی طرح ہیں کہ بس کتاب تالیف ہو۔مضمون پر مضمون تحریر ہو۔ ہرعنوان پر موادفراہم کیا جائے لیکن صحت وصداقت کے التزام کو بالائے طاق رکھ کر۔

اگر یزیدؒ کے خلاف موادفراہم کرنا مطلوب ومقصود ہے تو ہم ابوزید ضمیر کو بریلوی فکر کے حامل ایک بڑے صاحبِ قلم مولانا محمد شفیع اکاڑوی پاکستان کی تالیف کردہ کتاب''امام پاک اور یزیدؒ پلید'' کی نشاندہی کرتے ہیں۔اس ضخیم کتاب میں مصنفِ موصوف نے حضرت یزیدؒ کو پلید، فاسق وفاجراور ظالم وجابر ثابت کرنے کی پوری کوشش کرتے ہوئے تمام رکارڈ توڑ ڈالے ہیں۔ابوزید ضمیر کواس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے کیونکہ موصوف بھی یزیدؒ کوظالم وجابر، فاسق وفاجراور جہنمی ثابت کرنے پر مستعداور فعال نظر آتے ہیں۔اس کتاب میں بھی انہوں عینی کا یہ قول نقل کیا ہے جس میں ہے کہ اس کواللہ تعالیٰ جہنم کا عذاب دیگا۔جسکو عینی کے حوالے سے ابوزید نے پیش کیا ہے۔

۶۰ یا ۷۰ ہجری اور بچوں کی امارت کی حدیث کی حقیقت

۵۴ منٹ کے بعد ابوزید ضمیر ستر ہجری کی شروعات سے پناہ مانگنے کی حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک حدیث میں رسول اللہؐ فرماتے ہیں اللہ کی پناہ مانگوستر ہجری کی شروعات سے۔بعض روایات میں ہے ۶۰ (ہجری) کا لفظ ہے۔البانی نے ۶۰ والی کوضعیف کہا ہے۔ستر ہجری کی شروعات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگواور بچوں کے امیر بننے سے پناہ مانگو بچوں کی امارت (حکومت) سے بچے مسلمانوں کے حاکم بنیں گےتو یہ اللہ کی پناہ مانگو اس حدیث کوامام احمدؒ اورابن ابی شیبہؒ نے روایت میں ملاّ علی قاری جو بہت بڑے (حنفی) عالم گزرے ہیں اپنی کتاب مرقات شرح مشکوٰہ میں کہتے ہیں کہ امارت صبیان (بچوں کی امارت) کا جوذکر یہاں آیا ہے بچوں کی امارت کے معنی کیا ہوتے ہیں؟ امارت یعنی امیر بننا۔امارۃ الصبیان یعنی بچوں کا امیر بننا کہتے ہیں کہ جاہل چھوٹوں کی امارت سے اللہ کی پناہ مانگو۔کمسن جاہل کون؟ جیسے یزید بن معاویہؓ اورحکم بن مروانؒ اوراس کی اولاد۔یہ سب اس قسم کے لوگ اس میں آتے ہیں تو یزیدؒ کے بارے میں بھی ملا قاریؒ نے اس حدیث کے ضمن میں یزیدؒ کوذکر کیا ہے۔اسی لئے ابو ہریرہؓ جوان روایات کے راوی ہیں وہ اللہ سے دعا کرتے تھے۔ابن حجرؒ نے فتح الباری میں وہ دعا ذکر کی ہے اور دوسری کتابوں بیہقی وغیرہ نے اس کوذکر کیا ہے۔ابن حجرؒ کہتے ہیں ابن ابی شیبہؒ کی روایت میں ہے کہ ابو ہریرہؓ بازار میں جب گھومتے تو کہتے کہ اے اللہ ۶۰ ھجری تک مجھ کومت رکھ اور بچوں کی امارت تک مجھکومت رکھ اور عام طور پر علماءاس بات پر متفق ہیں کہ ان کی وفات ۵۹ ہجری میں ہوئی ہے بعض نے ۵۸ اور ۵۷ بھی فرمایا ہے ۵۹ میں ہوئی یعنی ۶۰ سے قبل ہو چکی تھی۔ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ جوغلمۂ قریش یعنی قریش کے لڑکے جو حدیث

میں آیا ہے جوامّت کے افراد کو ہلاکت میں ڈالیں گے تو کہتے ہیں کہ اس کی شروعات ۶۰ ہجری سے بچوں کی حکومت والا سلسلہ شروع ہوا تھا ایسا ہی معاملہ ہے اس لئے کہ یزیدؒ اسی سال مسلمانوں کا خلیفہ ہوا۔حضرت معاویہؓ کی وفات کون سے سال میں شروع ہوئی؟ ۶۰ ہجری اور اسی سال یزیدؒ خلیفہ بنا۔آگے فرماتے ہیں ۶۴ تک یزیدؒ رہا پھر موت ہوئی۔فتح الباری میں کتاب الفتن حدیث ۷۰۵۸ کے ضمن میں انہوں نے یہ بات فرمائی ہے تو یہ بات یزیدؒ کے بارے میں ہے۔

زمانی تحدید اور حقیقتِ امارتِ صبیان تاریخی بحران کے تناظر میں

جیسا کہ ہم سطورِ سابقہ میں ذکر آئے ہیں کہ ہمارے علمی سرمائے میں شیعی وسبائی فتنہ سامانیاں ومغالطہ انگیزیاں شروع ہی سے کارفرما رہی ہیں۔یوں ہی شارحینِ حدیث اور علمائے متاخرین نے جو کتب تالیف فرمائیں وہ بدرجہ اتم سبائی وشیعی دسیسہ کاریوں وفتنہ انگیزیوں کا شکار ہوئے۔متاخرین وشارحینِ حدیث کی حتی الوسع کوشش کے باوجود بھی شیعی فکر ونظر سے محفوظ نہ رہ سکے اس لئے کہ سبائی وشیعی جعلسازیاں اتنی گہری اور سنگین تھیں کہ ہمارے متعدد علماء کی تالیف کردہ کتب میں شیعی فکر ونظر کا اندازہ ہوتا ہے۔

بے دلیل تحدید شخصیات

امام احمد اور مصنّفِ ابن ابی شیبہؒ کے حوالے سے ابوزید ضمیر نے ایک حدیث پیش کی کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ ستّر (ہجری) کی شروعات سے اور بچّوں کی امارت سے پناہ مانگو اور ایک روایت میں ۶۰ ہجری کی شروعات کا ذکر کیا گیا ہے۔البانیؒ نے ۶۰ ہجری والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔اس حدیث کے سلسلے میں موصوف (ابو زید) نے البانیؒ کی تصحیح بھی ذکر کی ہے۔میں (عبدالودود) کہتا ہوں کہ ۶۰ یا ۷۰ ہجری کا دور کیا حضرت یزیدؒ کی ذات سے معنون اور تعبیر تھا؟ اگر ۶۰ ہجری اتنی خراب تھی کہ رسولِ اکرمؐ نے اس سے پناہ مانگنے کو کہا تھا تو کیا اس سے مراد حضرت یزیدؒ کی ذات ہی تھی؟ کیا اس سے اس دور کے فتنے ،گمراہیاں ،باطل فرقے یا قتلِ حسینؓ ،اہل مدینہ کے باغیوں کی بغاوت اور خروج نیز فتنہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نہیں ہوسکتا تھا اور پھر اس سے مراد وہ فتنے نہیں ہو سکتے تھے جو قتل حضرت حسینؓ کے بعد رونما ہوئے؟ جنکی ذمہ داری حضرت یزیدؒ پر ہرگز نہیں جسکا ذکر خود امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتابوں میں کیا ہے۔پھر شارحین جیسے ملا علی قاری نے کس دلیل کی بنا پر مرقات میں یہ کہنے کی جسارت بیجا کی کہ اس حدیث میں وارد لفظ امارت صبیان (بچوں کی حکومت) سے مراد یزیدؒ یا حکم بن مروانؒ اور ستر ہجری میں نبوامیہ میں حضرت یزیدؒ اور حضرت مروانؒ کی حکومت کرنے والے لوگوں میں حضرت یزیدؒ اور بنومروان کو اتنا بدتر اور کمتر جانا کہ

ان سے پناہ مانگی جائے؟اس سے اندازہ ہوتا ہے ہمارے متاخرین علما کی شیعت نوازی اور شیعی وسبائی فتنوں سے متاثر ہونے کا۔دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں ہے کہ ۷۰ ہجری یا ۶۰ ہجری سے پناہ مانگو تو اس سے نبوامیہ کی حکومت ہی مراد کیوں لی گئی؟ کیا اس سے مراد فتنے نہیں ہو سکتے جسکا ذکر ہم نے ابھی کیا؟ملّا علی قاریؒ نے یزیدؒ اور حکم بن مروانؒ اور ان کی اولاد کے لئے صغار(چھوٹے)اور جاہل کا استعمال کیا تو یاد رہے کہ حضرت یزیدؒ کوئی ادنیٰ اور جاہل شخص نہ تھے بلکہ ایک مقبول ترین خطیب،زیرک اور مدبر شخص تھے جسکو ہم اپنے موقع پر ذکر کریں گے۔

کیا حضرت یزیدؒ صبیان میں شمار ہو سکتے ہیں؟

صبی جسکی جمع ہے صبیان یعنی بچے تو میں سوال کرتا ہوں کہ کتنی سال کے لڑکے کو بچہ کہہ سکتے ہیں؟ کیا ۳۵ سال کی عمر کے پختہ شخص کو صبی یا بچہ قرار دیا جا سکتا ہے؟اس لئے کہ مورخین کے مطابق یزیدؒ کی خلیفہ بننے کے وقت عمر ۳۵ سال تھی۔یہ کیا حماقت ہے کہ اتنی پختہ عمر کے شخص کو بچوں میں شمار کیا جائے؟

شیعوں کا ہر نقشہ الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلہ نظر آتا ہے

تنگ نظری اور تعصب یہ اتنے برے امراض ہے کہ انسان خیر وشر اور حق و باطل میں امتیاز کرنا بھول جاتا ہے۔غلمۃ قریش جس کا ترجمہ صحیح فکر ونظر کے عالم نے بھی قریشی چھوکرے کیا ہے۔یہ اسی سبائی فتنے سے آلودگی کے اثرات کے نتائج میں سے ہے۔

ابن حجر نے امارتِ صبیان کو غلمۃ قریش سے جوڑا

ابوزید ضمیر نے امارتِ صبیان والی حدیث کو غلمۃ قریش سے جوڑتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ کی فتح الباری سے ذکر کیا کہ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ جب بازار میں گھومتے تھے تو دعا کرتے تھے کہ اللہ مجھے ۶۰ ہجری تک زندہ نہ رکھ اور بچوں کی امارت(حکومت)سے مجھکو بچالے۔اور عام علماء اس پر متفق ہیں کہ یزیدؒ کی وفات ۶۰ ہجری میں ہوئی ہے۔اس سے علما نے فرمایا ہے کہ اللہ نے ابو ہریرہؓ کی دعا سن لی اس لئے کہ ۵۹ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔آگے ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ حدیث میں جو غلمۃ قریش یعنی قریش کے لڑکے آیا ہے جو امت کو ہلاکت میں ڈالیں گے تو ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ اس کی شروعات ۶۰ ہجری سے ہی ہوئی اس لئے کہ یزیدؒ اسی سال مسلمانوں کا خلیفہ ہوا(فتح الباری الفتن ۷۰۵۸)

حیرت ہے کہ شیعوں نے تاریخ وسیر واحادیث کے ذخائر کو ایسا متاثر کیا کہ اکابر علماء تک اس شیعی نقطۂ نظر

کی اثر پذیری سے محفوظ نہ رہ سکے۔شیخ ابن حجرؒ کی عظمتیں و برکتیں سر آنکھوں پر۔امت پر ان کے احسان کو کون نہیں مانتا لیکن احادیث کی ایسی تشریح جس میں استنتاج واستخراج (نتیجہ نکالنا) کرتے وقت یزیدؒ اور نبوامیہ کے سلسلے میں ایسی تنگ نظری کو سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ محدث موصوف بھی روایات مکذوبہ کے شکار ہیں۔اس لئے کہ ہمارے اکثر مورخین تاریخ کے سلسلے میں اور علمائے متاخرین وشارحینِ حدیث حدیث کے سلسلے اسی مسموم اور مہلکِ فکر کے حامل رہے ہیں اور ایسا اس لئے ہوا کہ ہماری تاریخ شروع ہی سے ہم کو شیعوں اور رافضیوں سے حاصل ہوئی ہے اور طرفہ تماشہ یہ کہ تاریخ کے دفاتر کی اصولِ تاریخ کی بنیاد پر اب تک کوئی جانچ پڑتال نہیں کی گئی۔اور بالخصوص بنوامیہ اور حضرت یزیدؒ کی مخالفت میں تو اتنی زہر افشانی وتلبیس کاری کی گئی ہے کہ ہماری قوم کے اکابر علماء میں بھی بہت سے لوگ اسی فکری بحران کا شکار ہیں۔بہر حال اس علمی اور فکری بحران سے نکلنے کے لئے ہمیں شیخ ابن تیمیہؒ، قاضی ابوبکر ابن عربیؒ اور علامہ محبّ الدین خطیبؒ جیسے علماء کی مصنّفات کا مطالعہ کرنا چاہئے جنہوں نے حتی الوسع اس گرد وغبار کو ختم کرنے کی سعی مشکور کی اور اردو زبان میں اس سلسلے میں حافظ صلاح الدین یوسف کی خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت، مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی کی ''اظہارِ حقیقت بجواب خلافت وملوکیت از مودودی، مفتی محمد تقی عثمانی کی حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نعمانی کی واقعہ کربلا اور اسکا پس منظر، مولانا محمود عبّاسی کی خلافتِ معاویہؓ ویزیدؒ، سید وسادات، تحقیقِ مزید، مولانا سید احمد علی عباسی کی امیر المومنین معاویہؓ، فضیلۃ الشیخ عثمان بن محمد الناصری آل خمیس کی آئینہ ایامِ تاریخ مطالعہ کی جائیں جبکہ خلافِ بنی امیہ اور حضرت معاویہؓ ویزیدؒ کے خلاف لکھنے کا شرف مولانا ابوالاعلی مودودی ''خلافت وملوکیت'' مولانا قاری طیب ''شہید کربلا اور یزیدؒ'' اور مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ''المرتضٰی'' وغیرہ ہم کو حاصل ہوا ہے۔

علامہ ابن حجر نے حدیث قسطنطنیہ میں بھی تھوڑا تصرف کیا

حدیث غزوۂ قبرص وقسطنطنیہ کے سلسلے میں بھی موصوف ابن حجرؒ نے حدیث میں مذکور وضاحت کے باوجود مخالفینِ بنوامیہ کے اقوال ودیگر اقوال نقل کر کے مسلہ کو تھوڑا پیچیدہ بنا دیا ہے۔یہ اور بات ہے کہ اس حدیث کے سلسلے میں حضرت یزیدؒ کو حدیث رسولؐ کے مطابق مغفور ومرحوم مانا ہے۔لیکن غیر ضروری اقوال نقل کر کے ثابت شدہ مسلہ کو معرض شک میں ڈال دیا ہے۔اس بحث کو ہم اسی موقع پر زیرِ بحث لائیں کے جہاں بالخصوص غزوۂ روم پر بحث ہوگی۔

خلافتِ یزیدؒ کی مخالفت تحسینِ شیعت وتردید سبیل الصحابہؓ کے مترادف ہے

امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ کے عہدِ راشد میں تمام صحابہؓ کے استصواب رائے کی بنیاد پر حضرت امیر یزیدؒ کی خلافت پر جماعت المسلمین کا اتفاق ہوا۔اس اتفاق کو قرانی اصلاح کے مطابق سبیل المومنین یعنی سبیل صحابہؓ قرار دیا گیا ہے اور اس دلیل کو ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں سورۂ نسا آیت نمبر ۱۱۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ومن یشا قق الرسول من بعد ماتبین لہٗ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہٖ جھنم وساءت مصیرا (النسا ۱۱۵) یعنی جو ہدایت واضح ہوجانے کے بعد بھی رسول اللہؐ کے خلاف کرے اور تمام مومنین کی راہ چھوڑ کر چلے ہم اسے اوہر ہی متوجہ کردیں گے جدہر وہ خود متوجہ اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔اس آیت شریفہ کے مطابق جب خود امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ ساتھ تمام مومنوں کا خلافت کے انعقاد پر اتفاق ہوگیا اور ابن عمرؓ نے تھوڑے قیل وقال کے بعد بیعت کرلی۔یوں ہی کوفیوں کی بے وفائی کے بعد حضرت حسینؓ نے بھی بیعت پر رضامندی ظاہر کردی ہے۔رہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تو پوری جماعت المسلمین کے مدِّ مقابل ان کی کیا حیثیت ہے؟ اس صورتِ حال میں ۶۰ یا ۷۰ ہجری سے پناہ مانگنے والی حدیث کے گمراہ کن استنتاج (نتیجہ خیزی) سے اتنے سنگین فکری انحراف کا مظاہرہ وامیر المومنین حضرت معاویہؓ وجماعت المومنین کے مدِّ مقابل خروج وبغاوت سے کم نہیں جو حرام اور ایک جرمِ عظیم ہے۔اس حرکتِ شنیعہ سے سوائے شیطان اور شیعوں اور دشمنانِ اسلام کے اور کون خوش ہوگا؟ احادیث وتاریخ میں شیعوں نے جس بنا پر یہ تلبیس کاری وفتنہ پروری کی تو کہا جاسکتا ہے کہ اس فکری انحراف کی تائید وتوثیق کرکے نیز شیعت زدہ تاریخ واحادیث کی شروح کے ذریعہ ہم نے شیعوں اور سبائیوں کے خوابہائے نامراد کو شرمندۂ تعبیر نہیں کیا تو اور کیا کیا؟

امارتِ صبیان اور غلمۂ قریش کے تناظر میں صحابہؓ نے حضرت یزیدؒ کی مخالفت کیوں نہ کی؟

جماعتِ صحابہ سے اس بات کی امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ رسولِ اکرمؐ کی تعلیمات کو آپس میں ایک دوسرے کے علم میں نہ لاتے ہوں۔اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ آپس میں سننِ رسول کی مداوٗلت وممارست یقیناً کیا کرتے تھے۔اسی لئے ایک ایک حدیث کے متعدّد طُرق پائے جاتے ہیں۔میں کہتا ہوں غلمۂ قریش اور امارتِ صبیان کی شرح میں صحابہ کرامؓ کے ذریعہ حضرت یزیدؒ کے نام کی تخصیص وتحدید کسی صحابیِ رسولؐ سے مروی ہو تو پیش کی جائے! اگر امارتِ صبیان یعنی بچوں کی امارت وحکومت اور غلمۂ قریش یعنی قریشی لڑکوں والی حدیث سے اگر صحابہ کرامؓ نے حضرت یزیدؒ کو مراد لیا ہوتا یا ۶۰ ہجری کی شروعات سے خلافتِ حضرت یزیدؒ مراد لی ہوتی اور صحابہ کرامؓ کے

مابین یہ تصوّر خلافت موجود رہا ہوتا تو حضرت یزیدؒ کی ولیعہدی کے وقت مجمعِ صحابہؓ میں سے کسی نے ان دونوں احادیثِ رسولؐ کا باہم دگر ذکر کیا نہ کیا؟ اگر ٦٠ ہجری اور امارتِ صبیان یعنی بچوں کی حکومت والی حدیث ہم تک پہنچ گئی تو کیا صحابہ کرامؓ تک نہ پہنچی ہوگی؟ پھر کیوں کسی نے حضرت یزیدؒ کی ولیعہدی کے وقت ان دونوں بنیادوں پر خلافتِ حضرت یزیدؒ سے اعراض وگریز نہ کیا؟ بلکہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت یزیدؒ فاسق و فاجر تھے تو چند اختلاف کرنے والوں میں سے کسی ایک سے بھی حضرت یزیدؒ کے فسق و فجور کی بنا پر اختلاف کا ذکر کہیں نہیں۔ اختلاف کرنے والوں میں سے کسی ایک سے بھی حضرت یزیدؒ کے فسق و فجور کی بنا پر اختلاف کا ذکر کہیں نہیں کیا۔ اختلاف کی بنیاد دوسری مرقوم و مذکور ہیں۔ تو میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ صحابہؓ میں تو امارتِ صبیان اور غلمۂ قریش کی شرح میں حضرت یزیدؒ کا تصور موجود نہ تھا اور کسی نے اسکا ذکر نہ کیا کہ اس سے مراد حضرت یزیدؒ کی حکومت اور خود حضرت یزیدؒ ہیں۔ لیکن سیوطیؒ، عینیؒ، ملاّ علی قاریؒ اور علامہ ابن ہجرؒ کو اس کی خبر کیسے ہوگئی؟ اسے کہتے ہیں مدعی سُست گواہ چُست! جبکہ یہ حقیقت ثابتہ ہے کہ بیعتِ حضرت یزیدؒ صحابہؓ اور خلافت معاویہؓ و یزیدؒ سے ہم آہنگ و مربوط معاملہ ہے اور اس سلسلے میں جو بھی موقف و منہج صحیح ہوگا وہی ان میں متداول و مشہور و معروف ہوگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عہد صحابہؓ و تابعینؒ میں ان احادیث کی بنا پر یہ تصور کہیں اور نہیں پایا جاتا تھا۔ لیکن شیعی وسبائی ایجنٹوں نے یہ شیعت زدہ و سبائیت گزیدہ تصورات مسلم مورخین اور متاخرین علما میں اپنی شیطنت و خباثت کی بنا پر سکہ ہائے رائج الوقت بنا دیئے۔

قران وسنت کے وہ دلائل جو خلافتِ راشدہ کی توسیع کرتے ہیں نہ کہ تحدید

قران کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب مقدس ہے جو ساری انسانیت کے لئے ایک جامع اور آفاقی نسخۂ کیمیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلافتِ اسلامیہ کی پائداری اور استحکام کی بشارت دی کہ اللہ مسلمانوں کو ایک عظیم حکومت (خلافت) عطا فرمائے گا اور دین کی اقامت ہوگی اور خوف کو امن سے بدل دیگا۔ لیکن لوگ اس پائے دار اور مستحکم خلافتِ اسلامی کو بس خلافتِ راشدہ تک ہی محدود و مسدود کر کے اسلام کی تنگئی داماں کا مظاہرہ کرتے ہیں سورۂ نور میں آیت نمبر ۵۵ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وعداللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ص ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنا ط یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ط ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون (النور ۵۵) ترجمہ۔ تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں

گے۔میرے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرائیں گے۔اس کے بعد بھی جولوگ ناشکری اورکفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

خلاصہ۔اللہ تعالیٰ نے پوری امتّ مسلمہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انکوزمین کا خلیفہ بنائے گا لیکن افسوس بعض محققین نے اسکو۳۰ سال تک محدود کردیا۔حافظ صلاح الدین یوسف نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ بعض نے اس وعدہ الٰہی کو صحابہ کرامؓ یا خلفائے راشدینؓ کے ساتھ خاص قرار دیا ہے لیکن اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔قران کے الفاظ عام ہیں اور ایمان وعمل صالح کے ساتھ مشروط ہیں۔شیخ صلاح الدین یوسف نے اپنی مایہ ناز کتاب خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت میں بھی خلافت کو۳۰ سال تک محدود کرنے کی مخالفت کرتے ہوئے اسکو وسیع فرمایا ہے بلکہ حدیث بخاری کے مطابق اسکوخلافتِ اسلامیہ کے بارہویں خلیفہ حضرت ہشام بن عبدالملکؒ تک وسیع فرمایا ہے۔ابوزید ضمیر نے ۶۰ یاستّر ہجری سے پناہ مانگنے والی حدیث سے حضرت یزیدؒ کی خلافت مراد لیتے ہوئے ملاّ علی قاری اور ابن حجرؒ کے اقوال پیش کئے ہیں جس میں حضرت یزیدؒ کی خلافت کوظلم وجبر والی حکومت قرار دیا گیا ہے۔ظاہرسی بات ہے کہ ظلم وجبر اورفتنوں والی خلافتِ یزیدؒ میں اللہ کے اس وعدے کا ظہور کیسے ہوسکتا جوسورۂ نور کی اس آیت میں اللہ نے فرمایا ہے؟اس مشکل سے ابوزید ضمیر عہدہ برآ ہوں۔

اس صورتِ حال میں وہ لوگ کتنے تنگ نظر وکوتاہ بیں ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے بعد اسلامی خلافت متعدّد قسم کے فتنوں کا شکار ہوئی اور تباہی و بربادی کے سیلابِ عظیم نے خلافتِ اسلامی کو تباہ و برباد کر ڈالا۔پھر نبوامیہ ونبوعباس کی حکومتوں میں یہ روز بروز زوال پذیر ہوتی ہوئی اپنی برکات وسعادتوں سے محروم ہوتی ہوئی کیفرِ کردار کو پہنچی۔اگر خلافتِ عثمانی کے اخیر کے ایاّم اور حضرت علیؓ کی خلافت کے پرفتن حالات کو شامل کرلیا جائے تو اس کی مدّت صرف ۲۵ سال ہی رہ جاتی ہے۔تو کیا اس آیت میں یہ معنیٰ مراد لئے جائیں کہ اللہ نے مسلمانوں سے جو وعدۂ خلافت فرمایا ہے وہ اتنا کمزور ہے کہ بس ۳۰ سال میں ہی ختم ہوکر دم توڑ دیا۔پھر دنیائے انسانیت اس دین کو قیامت تک کے لئے انسانیت کے لئے دستورِحیات کی حیثیت سے کس تسلیم کرے گی؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ان کی حکومت کو مستحکم کردے گا اور ان کے خوف وخطر کو امن سے بدل دیگا۔لیکن حضرت معاویہؓ کی بادشاہت نما خلافت کے بہانے ان کے عہدِ خلافت کی مذمّت، پھر حضرت یزیدؒ کی خلافت کے صرف منفی پہلو کے تاریخی بیانئے، نیز خلافتِ بنی امیہ کی نامرادی وناکامی کا رونا رونا صورتِ حال کو مزید بد سے بدتر بنادیتا ہے۔اس پر واقعہ حرّہ کے خودساختہ شیعی بیانئے، قتل حضرت حسینؓ کی وضعی داستانوں اور مکۂ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے فتنے کا معاملہ یہ سب تمام تاریخی رنگ آمیزیاں اور زیبِ داستان کے لئے وضعی وشیعی مصنفین کی فتنہ سامنیاں اس پر مستزاد ہیں۔صورتِ حال یہ نہیں جواوپر مذکور ہوئی۔

یہ منفی بیانیہ ہمارا نہیں بلکہ منفی فکر ونظر کے ان لوگوں کا ہے جو شیعی فتنہ تاریخ کے متاثرین میں سے ہیں اور یہ صورتِ حال اس لئے ہمارے سامنے موجود ہے کہ اسلامی علوم وفنون کے ہر شعبے میں بے انتہا انقلاب واقع ہوا لیکن تاریخِ اسلام کی تحقیق وتنقیح اور تنقید وتوضیح کا کام اب تک نہیں ہوا۔ علامہ ابن کثیرؒ ' ابن خلدونؒ، ابن تیمیہؒ، قاضی ابوبکر ابن عربیہؒ اور علامہ محبّ الدین خطیب وغیرہ ھم نے اپنی ذاتی حیثیت میں اپنے متعلقہ عناوین پر تاریخی تحقیق کا کچھ کام کیا ہے۔ اسی کی برکات وحسنات کی یہ کرشمہ سازی ہے کہ شیعی آلودگی کے غبار ملکدّ رفضا سے کم ہوئے ہیں اور سانس لینے میں کچھ آسائش کا احساس ہو رہا ہے۔

حافظ صلاح الدین یوسف کی وضاحت

سورۂ نور میں بیان کردہ اس وعدۂ الٰہی کے سلسلے میں حافظ صاحب فرماتے ہیں ''البتہ یہ بات ضرور ہے کہ عہدِ خلافت راشدہ اور عہدِ خیر القرون میں اس وعدۂ الٰہی کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زمین میں غلبہ عطا فرمایا'' اپنے پسندیدہ دین اسلام کو عروج دیا اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ پہلے مسلمان کفّارِ عرب سے ڈرتے تھے۔ پھر اس کے برعکس معاملہ ہو گیا۔ نبیؐ نے بھی جو پیش گوئیاں فرمائی تھیں' وہ بھی اس عہد میں پوری ہوئیں۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا تھا کہ حیرہ سے ایک عورت تنِ تنہا اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا آ کر طواف کرے گی۔ اسے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہوگا۔ کسریٰ کے خزانے تمہارے قدموں میں ڈھیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علاماتِ النبوۃ فی الاسلام) نبیؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے سکیڑ دیا، میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے دیکھے، عنقریب میری امّت کا دائرۂ اقتدار وہاں تک پہنچنے کا جہاں تک زمین میرے لئے سکیڑ دی گئی۔ حکمرانی کی یہ وسعت بھی مسلمانوں کے حصے میں آئی اور فارس اور شام اور مصر وافریقہ اور دیگر دور دراز کے ممالک فتح ہوئے اور کفر وشرک کی جگہ توحید وسنّت کی مشعلیں ہر جگہ روشن ہو گئیں اور اسلامی تہذیب وتمدّن کا پھریرا چار دانگِ عالم میں لہرایا گیا۔ لیکن یہ وعدہ چونکہ مشروط تھا۔ جب مسلمان ایمان میں کمزور اور عملِ صالح میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے تو اللہ نے ان کی عزّت کو ذلّت میں، ان کے اقتدار اور غلبے کو غلامی میں اور ان کے امن واستحکام کو خوف اور دہشت میں بدل دیا (حاشیہ سورۂ نور آیت ۵۵، صفحہ نمبر ۹۸۴ سے ۹۸۷ تک)، اس تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف کا تاریخ اور حدیث میں منہج کھل کر سامنے آتا ہے۔ موصوف اس وعدۂ الٰہی کو خلافتِ بنی امیہ کے اختتام تک تو ضرور مانا ہے یعنی حضرت ہشام بن عبدالملکؒ کی حکومت تک جس میں اسلام دن دونی رات چوگنی رفتار سے چار دانگِ عالم میں پھیل گیا۔ موصوف نے خیر القرون میں عہدِ بنی امیہ کی سیاسی سرگرمیوں کی طرف اشارہ کر کے خلفائے بنی امیہ کے ذریعہ اسلامی حکومت کی توسیع اور یُمن وسعادت کو تسلیم

کیا۔تنگ نظر اور کج فکر علماء کی طرح حضرت معاویہؓ و یزیدؒ اور بنی امیہ کے دورِ خلافت میں کیڑے اور فتنے تلاش نہیں کئے جیسا کہ شیعیت زدہ اور سبائیت گزیدہ طرزِ فکر کا علمائے عصر میں عموماً مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اسلامی حکومت کے اہداف قرانِ کریم میں

اللہ تعالیٰ سورۂ حج کی آیت نمبر ۴۱ میں ارشاد فرماتا ہے : الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتواالزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر ؕ وللہ عاقبۃ الامور (الحج ۴۱) ترجمہ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں انکو حکومت (خلافت) عطا کرتے ہیں تو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور تمام امور کی انجام دہی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔اس آیتِ کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ جس حکومت نے زندگی کے ان شعبوں کو منظّم رکھا یعنی نماز، زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نھی عن المنکر ،تو اس نے مقاصد الٰہیٰ پورے کئے۔اگر ایسی حکومت کو بھی خلافتِ نبوت سے تعبیر نہ کیا جائے تو پھر کتاب وسنت کی روشنی میں خلافت کی کوئی تعریف ہی نہیں۔شیخ صلاح الدین یوسف سورۂ حج کی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف وواغراض ومقاصد بیان کئے گئے ہیں جنہیں خلافتِ راشدہ اور قرنِ اوّل کی دیگر اسلامی حکومتوں میں (ابو زید دھیان دیں کہ شیخ نے خلافت معاویہؓ و یزیدؒ اور بنی امیہ کو اس سے الگ نہ کیا) بروئے کار لایا گیا اور انہوں نے اپنی ترجیحات میں ان کو سرفہرست رکھا تو ان کی بدولت ان حکومتوں میں امن و سکون بھی رہا۔رفاھیت وخوش حالی بھی رہی اور مسلمان سربلند وسرفراز بھی رہے۔پھر موصوف نے سعودی حکومت کی تحسین وتعریف فرمائی ہے۔سورۂ حج کی اس آیت کی تفسیر وتوضیح میں شیخ نے سورۂ نور کی طرح یہاں بھی خلافتِ راشدہ سے آگے بڑھ کر بنی امیّہ کی حکومتوں کو بھی معیاری قرار دیا اور یمن وسعادت کو ان میں مختص جانا۔ برکتوں، سعادتوں، خوش حالی، رفاہی خدمتوں کو جاری وساری جانا۔ نیز سربلندی وسرفرازی کی نثبت بھی ان حکومتوں سے منسوب کی لیکن محدود اور سطحی اور مقلدّانہ فکر ونظر والے نفوس کو یہ سربلندیاں، سرفرازیاں بنی امیہ میں نظر ہی نہیں آتیں! وہاں انکو صرف کمیاں اور عیب ہی نظر آتے ہیں۔

شیخ ابن تیمیہؒ نے بھی منہاج السنہ میں اسلامی حکومت کے اہداف واغراض ومقاصد میں یہی ذکر کیا ہے کہ ان خلفائے بنی امیہ وعباسیہ کی معاونت سے احکام الٰہیہ کا نفاذ ہوا ہے۔نماز وزکوٰۃ وحج اور شرعی امور کی تکمیل ہوئی ہے۔اسی معنی میں اسلامی خلفا کہلائے جاتے ہیں یعنی موصوف نے ابوجعفر منصور اور حضرت یزیدؒ کا نام لے کر اس امر کی توضیح فرمائی جو اوپر گزری لیکن ابوزید ضمیر اور شیعیت نواز شارحینِ کتبِ حدیث (صرف وہی جو اس محدودیت کے حامل ہیں) کو عہدِ بنی امیہ میں عموماً اور عہدِ حضرت یزیدؒ میں خصوصاً خرابیاں نظر آتی ہیں! سورۂ نور اور سورۂ حج کی

ان آیات میں مطلق طور پر اسلامی حکومت کے خدّ وخال پیش کئے گئے کسی زمانے کی تحدیدنہیں کی گئی۔کاش لوگ عبرت حاصل کریں۔

احادیث رسولؐ میں خلافت کی توسیع بنی امیہ کے ہشام بن عبدالملکؒ تک بلکہ اس سے بھی آگے

آنحضرتؐ نے متعدّد مواقع پر خلافت کے بارے میں تصریحات فرمائی ہیں وہاں بھی کوئی زمانی قید مدّت کی تحدید کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام کی برکات وحسنات میں مختصرسی مدّت کے لئے یمن وسعادت تھے قیامت تک نہیں۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبیؐ کے حوالہ سے فرمایا کہ بنواسرائیل کی سیاست ان کے نبیوں کے ہاتھ میں تھی۔ایک نبیؐ کا جب انتقال ہوجاتا تھا تو ان کی جگہ دوسرے نبیؐ کا تقرّر ہوجاتا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء (خلیفے) ہوں گے اور بہت ہوں گے۔صحابہؓ نے عرض کیا۔پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا جوبھی پہلے آتا جائے اس کی بیعت پوری کرواوران کے حقوق ادا کرتے رہواللہ تعالیٰ ان کی رعایہ کے بارے میں ان سے خود ہی باز پرس کریگا (بخاری ومسلم) اس حدیث کی روشنی میں خلفاء کی تعداد طے کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔کیا ابوزید عہد یزیدکوان برکات سے مستثنیٰ کریں گے؟

امام (خلفا) ۱۲ ہوں گے

شوکتِ دین اوراستحکام خلافتِ اسلامیہ کے سلسلے میں آپؐ کی ایک پیشگوئی ہے۔حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں میں نے نبیؐ کو یہ ارشادفرماتے ہوئے سنا ہے کہ امام (امیر) بارہ ہوں گے۔پھر آپؐ نے کچھ فرمایا جو میں سن نہ سکا۔تو میرے والد نے بتایا کہ فرمارہے ہیں کہ سب قریش میں سے ہوں گے۔(بخاری ومسلم) کتاب الا حکام وکتاب الامارہ) اس کے بعد مسند احمد میں نہایت قوی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے۔حضرت مسروق بن اجدع ہمدانی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ ہمیں قران مجید پڑھارہے تھے۔ایک صاحب نے دریافت کیا اے ابوعبدالرحمٰن کیا آپ نے نبیؐ سے دریافت کیا تھا اس امّت میں کتنے خلیفہ بااختیار ہوں گے؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔جب سے میں عراق آیا ہوں تم سے پہلے کسی شخص نے مجھے یہ سوال نہیں کیا پھر فرمایاہاں ہم نے واقعی رسول اللہؐ سے یہ سوال کیا تھااور آپؐ نے فرمایا تھا''بارہ''یعنی جتنے بنواسرائیل کے نقیب تھے''

یہ حدیث حضرت عمر فاروق کے عہد کی ہے اوراسی وقت سے صحابہؓ نے امّت کو بتادیا تھا کہ ان کے دور میں ۱۲ بااختیار خلیفہ ہوں گے اور یہ اختتامِ خلافتِ امویہ تک کی بشارت ہے۔بنی امیہ کا آخری اور بارہواں خلیفہ

ہشام بن عبدالملکؒ تھا جو رسولِ اکرمؐ کی حدیث کا موردو مصداق تھا۔ان احادیث کے ہوتے ہوئے خلافت اسلامیہ کو۳۰ سالوں میں محدود کرنا روحِ اسلام سے ناواقف ہونے کی علامت ہے۔اسلامی خلافت کی غرض و غایت جاننے کے لئے دونوں قسم کی احادیث کا پیش نظر ہونا ضروری ہے تبھی اس سلسلے کا فکری فساد ختم ہوگا۔

واقعۂ حرّہ (خروج اہل مدینہ)

ابوزید ضمیر نے اس کے بعد واقعۂ حرّہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے ابن حجر کی تعجیل المنفعت جلد۲ کے حوالے سے یہ کہا کہ مدینہ والوں نے ۶۳ ہجری میں خلافتِ یزیدؒ سے انکار کیا اور پھر حکومتِ اسلامیہ کے خلاف خروج یا بغاوت کی۔ یہ بھی ذکر کیا کہ یہ ایک اختلافی مسلہ ہے لیکن جمہور علماء نے ظالم و جابر خلیفہ کے خلاف خروج کو غلط قرار دیا ہے اس لئے کہ اس سے فساد اور قتل و غارتگری ہوگی۔ ہمیں حیرت ہے کہ ابوزید نے یہ کیسے کہا کہ یہ ایک اختلافی مسلہ ہے کہ ظالم و جابر حاکم کے خلاف بغاوت کی جائے۔ایسا محسوس ہوا کہ گویا کہ موصوف اہل مدینہ کے خروج حرہ کی شیعی و رافضی تفصیلات سے جنکو موصوف نے صحیح سمجھا ہے بہت رنج و قلق ہے۔یاد رہے شیخ ابن تیمیہؒ نے اس قسم کے خروج کو غلط قرار دیا ہے۔

واقعۂ حرّہ کے خروج میں کون لوگ شامل تھے

شیعی وسبائی پروپیگنڈے کی روشنی میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اہلِ مدینہ بغض یزیدؒ میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ بالاخر خروج اور بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ یہ عجیب بات ہے کہ حادثۂ کربلا کو گزرے تین سال ہو چکے تھے تو ان تین سالوں میں انکو جوشِ انتقام نہ آیا اور تین سال کے بعد جبکہ غم و غصہ کے جذبات سرد ہو چکے ہوں انمیں یزیدؒ کے خلافت اشتعال پیدا ہوا۔جبکہ حادثۂ کربلا کا جن لوگوں سے دلی اور خاندانی و نسبی تعلق تھا،ان میں تو جوشِ غیض و غضب پیدا نہ ہوا لیکن دوسرے عوام نے محبتِ اہل بیت میں نفرت یزیدؒ سے مشتعل ہوکر یکا یک بغاوت کردی۔اس دلیل سے اس واقعہ کی تاریخیت کافی مشکوک و مخدوش معلوم پڑتی ہے۔

ابوزید ضمیر دھیان دیں کیونکہ وہ گواہان چست میں ہیں جبکہ مدعی (خاندانِ ہاشمی) سست ہیں

محاورہ ہے کہ مدعی سست گواہ چست ۔یعنی جن پر مظالم ڈھائے گئے ہوں تختۂ مشقِ ستم بنایا گیا ہو وہ تو اس واقعہ حرّہ (خروج و بغاوت) سے قطعاً الگ تھلگ رہے البتہ مفسدین فتنہ پرور اور ظالم و باغی گروہ فتنہ پروروں کے بہکانے میں آکر آمادۂ بغاوت و خروج ہوگئے گویا کہ ان لوگوں پر کربلا میں یہ مظالم ڈھالے گئے ہوں تو ابوزید ضمیر شیعی تاریخ کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ اہلِ مدینہ نے یزیدؒ کے فسق و فجور اور گناہوں سے تنگ آکر خلافتِ یزیدؒ

کے خلاف بغاوت کردی۔لیکن یادرہے کہ معتبر تواریخ کی روشنی میں یہ جگ ظاہر ہے کہ اہلِ خاندانِ عبدالمطلب و بنی ہاشم یہ سب باغیوں کے مخالف اور حضرت یزیدؒ کے طرفدار تھے اوران کی بیعت پر مستقیم وثابت قدم تھے۔اور شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اوران کے گھر کے لوگ بھی باغیوں کی جماعت سے بیزار اور کنارہ کش رہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا ہے کہ علی بن حسینؓ (زین العابدینؒ) ان لوگوں (باغیوں) سے الگ رہے۔اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی بیعت یزیدؒ نہیں توڑی اور نہ ابن عمرؓ کے گھرانے میں سے کسی نے بھی' اوراسی طرح بنی عبدالمطلب (ہاشمی گھرانے) کے کسی ایک فرد نے بھی یزیدؒ (خلیفہ) کی بیعت سے انحراف نہ کیا۔ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ، ابن خطابؓ اور اہلِ بیتِ نبوت کے لوگ یقیناً ان میں سے تھے جنہوں نے نقضِ عہد (بیعت توڑنا) نہ کیا اور یزیدؒ کی بیعت کے بعد کسی اور سے بیعت نہ کی۔پھر حضرت حسینؓ کے پوتے جناب ابوجعفرؒ کا یہ قول نقل کیا ہے ابوجعفر الباقر نے فرمایا کہ جنگِ حرّہ کے دنوں میں نہ تو ابو طالب کے خاندان کا کوئی شخص نکلا اور نہ بنی عبدالمطلب (بنی ہاشم) میں سے کوئی شخص نکلا یعنی (بغاوت نہ کی)۔نیز بنی ہاشم و فاروقی خاندانوں کے اشخاص کے علاوہ عثمانی صدیقی اور اموی یہ سب خاندان بغاوت کے مخالف تھے۔نیز انصاریوں میں سب سے بڑا خاندان بنی خارجہ (نبواشھل) کا تھا جنہوں نے سرکاری فوجی دستے کو اپنے محلے سے گزار کر شہر پر قبضہ کرادیا۔ان سب خاندانوں کے افراد کی تعداد ہزاروں نفوس پر مشتمل تھی۔میں کہتا ہوں کہ ابوزید اور تاریخی کتب (جو اکثر شیعی روایات سے پر ہیں) جو اس بات کے مدعی ہیں کہ اہلِ مدینہ نے بغاوت کی تو جو سر بر آوردہ اشخاص کے نام ہم نے اوپر گنوائے ہیں یہ بھی تو اہلِ مدینہ ہی تھے۔جب یہ سب لوگ جو مدینہ کے سب سے اہم لوگ بلکہ خاندانِ بنی ہاشم کے لوگ تھے جو بغاوت کے خلاف تھے اور حضرت یزیدؒ کی بیعت پر مستقیم وثابت قدم تو پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور انکے داعی عبداللہ بن مطیع کے ذریعہ اہلِ مدینہ کے شر پسندوں اور بہت سے بھولے بھالے لوگوں کو دامِ تزدیر میں پھانس کر بغاوت پر ابھارنے پر یہ کہنا کہ تمام باشندگان مدینہ نے خلافتِ حضرت یزیدؒ سے بغاوت کردی انتہادرجے کی صریح کذب بیانی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ و حضرت محمد (ابن الحنفیہؒ) کی مدافعت حضرت یزیدؒ

جس وقت عبداللہ بن مطیع داعی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خلافت یزیدؒ کے خلاف لوگوں کو ورغلا رہے تھے اور حضرت امیر یزیدؒ پر شراب پینے' نمازیں ترک کرنے کے اتہامات عائد کررہے تھے اس وقت حضرت حسینؓ کے بھائی اور حضرت علیؓ کے عالم وفاضل فرزندِ ارجمند حضرت محمد بن حنفیہؒ جو حضرت یزیدؒ کے پاس مقیم رہے تھے، عبداللہ

بن مطیع سے مناظرہ کررہے تھے اور حضرت یزیدؒ کے اوپر عائد کردہ اتہامات کی تردید کرتے ہوئے ان کی تائید وتوثیق کررہے تھے اور وہ بھی دلائل قاہرہ وو براہین ساطعہ کی بنا پر حتیٰ کہ ابن مطیع کو چپ ہونا پڑا (البدایہ و النہایہ)، طبقات ابن سعد اور الامامہ والسیاسہ میں ہے کہ ایامِ حرّہ میں حضرت حسینؓ کے صاحبزادے جناب علیؒ (زین العابدینؒ) امیر المومنین یزیدؒ کہہ کر انکو (یزیدؒ کو) دعائیں دیتے۔ نہ ان کی بیعت توڑی اور نہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کی۔

یوں ہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایامِ حرّہ میں مدینے میں اپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے انکو باغیوں کے ساتھ تعاون کرنے سے منع کررہے تھے، زجر وتوبیخ کررہے تھے کہ اگر انکو معلوم پڑا کہ ان لوگوں نے نقض بیعت (بیعت توڑنا) کر کے باغیوں اور سورش پسندوں کا ساتھ دیا تو وہ ان سے بات تک نہ کریں گے یہ بخاری شریف میں درج ہے میں کہتا ہوں کہ خیر القرون کے ان پاکبازوں، گھر کے لوگوں، رشتہ داروں کی خبر کو نہ مان کر دوسروں کی تصدیق وتوثیق کرنا الٹی گنگا بہانے کے مترادف ہے۔

ابوزید شر پسندوں کی توثیق اور خلافت اسلامیہ کی توبیخ وتردید بند کریں

میں کہتا ہوں کہ جب اسلامی حکومت کے خلاف خروج کرنا حرام اور غیر شرعی ہے تو پھر باغیوں اور سورش پسندوں کی تائید وتوثیق ابوزید کیوں کررہے ہیں؟ خود آپ یہ کہتے ہیں کہ جمہور نے خروج کی مذمّت کی ہے تو مجرم اور گنہ گار باغی ہوں گے یا بغاوت کا خاتمہ کرنے والے۔ اس صورتِ حال میں اگر حضرت امیر یزیدؒ باغیوں کی سر کوبی نہ کرتے تو وہ خود مجرم اور گنہ گار ہوجاتے اور پھر ان شر پسندوں کو تین دن کی مہلت دی گئی پھر بھی باز نہ آئے اور آمادۂ بغاوت وخروج رہے تو کیا ان سے ان کے ناپاک عزائم اور غیر شرعی منصوبوں کی سازش میں اظہارِ محبت کیا جاتا، انکو انعام واکرام سے نوازا جاتا؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہی ہوگا! رہی اسلامی حکومت کی باغیوں کے خلاف تادیبی کاروائی کی بات تو اس سلسلے میں جو تفصیلات مورخین نے درج کی ہیں وہ اکثر شیعی راویوں کی ہیں۔ وہ مظالم محض فرضی داستانیں ہیں جو زیب داستان کے لئے وضع کی گئی ہیں۔

کیا حضرت یزید نے فوج کیلئے مدینے کو تین دن کے لئے حلال کردیا تھا؟

ابوزید ضمیر نے اس کے بعد یہ ذکر کیا کہ یزیدؒ نے اپنی فوج کے دستوں پر نافرمانی کی صورتِ حال میں تین دن کے لئے حلال کردیا تھا کہ جو چاہیں کریں اور پھر لوط بن یحییٰ اور ہشام کلبی کی روایاتِ مکذوبہ کے ذریعہ یہ دعویٰ کیا کہ بقول ابن کثیرؒ البدایہ، والنہایہ کے مطابق ہزار عورتوں کے ناجائز حمل ٹھہرے بلکہ انہوں نے بچوں کو جنم دیا۔

ابن کثیر کی روایتی حیثیت حافظ صلاح الدین کی نظر میں

تاریخی مواد پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین اپنی کتاب خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت میں فرماتے ہیں ''پانچویں ابن کثیر ہیں' جن کی تاریخ البدایہ والنہایہ نسبۃً بہت بہتر ہے اور متعدّد مقامات پر انہوں نے طبری پر نقد کر کے انکو رد کر دیا ہے تاہم اس کے باوجود انہوں نے بیشتر اعتماد طبری پر کیا ہے' اور طبری ہی کی طرح انکا اندازِ نگارش بھی غیر جانبدارانہ ہے یہاں تک کہ بعض واقعات کے متعلق تو انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ ان کی صحت میرے نزدیک مشتبہ ہے لیکن چونکہ میرے پیش رو ابن جریر (طبری) وغیرہ انکو ذکر کرتے آئے ہیں اس لئے میں نے بھی ان کی متابعت میں ان چیزوں کو ذکر کر دیا ہے۔ اگر وہ انہیں ذکر نہ کرتے تو میں بھی انہیں ہرگز درج کتاب نہ کرتا (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲ طبع قدیم) یہی وجہ ہے کہ ابنِ کثیر کی البدایہ والنہایہ میں متعدّد مقامات پر ہمیں واضح تضادات (ٹکراؤ) ملتے ہیں، ایک روایت کی صحت ان کے نزدیک مشکوک ہوتی ہے اور وہ ایک مقام پر اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں لیکن دوسرے مقام پر پھر وہی غیر صحیح ومشکوک روایت تسلسلِ واقعات میں اس طرح ذکر کر دیتے ہیں گویا وہ روایت ان کے نزدیک بالکل صحیح ہے وہاں اس کے ضعف کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے در آں حالیکہ دوسرے مقام پر اس ضعف کی سراحت کر چکے ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ تضاد محض اسی وجہ سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی تو اپنے پیشروؤں پر حد سے زیادہ اعتماد کیا۔ دوسرے ان ہی کی طرح غیر جانبدارانہ روش اختیار کی۔ وضاحت کے لئے تضاد کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ (صفحہ ۱۵۱۔۱۵۲)۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے ''تضاد کی چند نمایاں مثالیں کے عنوان کے تحت ابن کثیر کی البدایہ کی متعدد غلطیاں' تضادات کو ثابت کیا ہے کو پیش کرتے ہیں۔ استدراک۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ طبری ہی کی طرح ابن کثیر نے بھی ایک ہی واقعہ کے ذیل میں متعدد قسم کی روایات نقل کی ہیں۔ ساتھ ہی بہت سی نا قابلِ اعتماد روایات نقل کی ہیں جن پر اعتماد مشکل ہے لیکن بقول ابن کثیر وہ کیا کرتے چونکہ طبری نے نقل کر دیا اس لئے وہ بھی مجبور تھے۔ یعنی اوروں کی طرح روایت پرستی کی بیماری! کہیں نا قابل یقین باتوں پر نقد وجرح کر دیتے ہیں۔ کہیں نقل کئے بغیر چپ چاپ گزر جاتے ہیں۔ طبری پر تو شیعت کے بیشمار الزامات عائد کئے گئے ہیں لیکن ابن کثیر کے اہل سنّت ہونے میں کون شک کرسکتا ہے؟ یاد رہے ایک نہیں عالم اسلام کے متعدد علمائے کرام کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہے کہ اسلامی تاریخ میں طبری کی تاریخ سے شیعی وسبائی عناصر کی شمولیت ہوئی ہے۔ پھر طبری سے ہی چھوٹے بڑے تمام علماء نے نقل درنقل کے ذریعہ اپنی تاریخ کو اتنا مسخ اور مسموم کر دیا کہ ایک نہیں متعدّد بڑے علماء بھی تاریخی روایات کے ذریعہ شیعی افکار ونظریات کے حامل ہوئے۔ یہاں تک کہ شارحینِ کتبِ حدیث، عینیؒ ملا علی

قاریؒ، ابن حجرؒ حافظ ذھبیؒ، سیوطیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کوئی بھی محفوظ نہ رہا۔ اس سلسلے میں کچھ تاریخی سمیت اور زہرافشانی آپ حضرات پیچھے پڑھ آئے ہیں اور بہت کچھ صفحات آئندہ میں ملاخلطہ فرمائیں گے۔

عورتوں کی عصمت دری پر لغو بے سند شیعی روایت

واقعہِ حرّہ کے ضمن میں عورتوں کی عصمت دری کے تعلق سے قدیم کتبِ تواریخ میں تو کچھ نہیں ملتا جیسے طبری نے لوط بن یحییٰ اور ابن کلبی کی روایات تحریر کی ہیں لیکن عورتوں کی عصمت دری کی کوئی روایت نہیں۔ یوں ہی الامامہ والسیاستہ کے غالی مولّف نے بھی کچھ نہ تحریر کیا اور بلاذری نے بھی انساب الاشراف میں اسکا ذکر نہ کیا۔ صرف ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ میں ابن کثیر نے ایک بے سند روایت بیان ہوتی ہے تو یہ قطعی بے سند سمجھی جاتی ہے۔ یہ مؤرخانہ بددیانتی کا ایک حربہ ہے کہ قیل کہہ کر جھوٹ کے انبار لگا دو اور لوگوں کو گمراہی کے راستے پر ڈال دو۔ ابن کثیر جیسے عظیم مورّخ کو کیا پڑی تھی کہ مدینہ کی اتنی مقدّس عورتوں کے بارے میں اتنی گندی رُسوا کن خبر قیل کے ذریعہ بیان کردی اور قیامت تک کے لئے مسلمانوں کی شرافت کو داؤں پر لگا دیا گیا۔ پھر اس روایت کو نقل کیا تو ایک مجہول راوی ابن فرّہ کے ذریعہ جسکے پائے کا کوئی اعتبار نہیں۔ مودودی نے تو اس روایت کو لکھتے وقت راوی کا نام ہی تحریر نہ کیا کہ کہیں اس سے لوگوں کو اس روایت کو غلط قرار دینے کا موقع نہ ہاتھ لگ جائے۔ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ ابن کثیر نے اسکو درج کرنے کے بعد واللہ اعلم بھی کہہ دیا۔ اور سب جانتے ہیں کہ جن روایات میں واللہ اعلم ہو، اس سے مراد ابن کثیر یہ لیتے ہیں کہ اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ یہ لائق اعتبار نہیں۔ مودودی نے واللہ اعلم کو بھی نہ لکھا کہ روایت کو کمزور نہ سمجھا جائے۔ ابوزید ضمیر بھی اسی دجل وفریب کے ماہر ہیں کہ مخالفتِ بنی امیّہ میں مثبت اقوال کو تو ذکر نہیں کرتے اور اگر ذکر کرتے بھی ہیں تو بڑی بے دلی سے اور اسکی باطل تاویلات کرتے ہیں اور منفی روایات واقوال تو انہوں نے پیش ہی کئے ہیں۔ پورے تین گھنٹے کے بیان میں موصوف نے منفی اقوال ہی پیش کئے ہیں اور مثبت اقوال کو بڑے تردّد، تکلّف اور بھاری من کے ساتھ پیش کیا۔ آپ نے اسی تقریر میں کہا ہے کہ حنفی علماء مخالفتِ یزیدؒ میں متشدّد ہیں۔ میں کہتا ہوں پھر کیوں عینی اور ملاعلی قاری کے اقوال سے مخالفتِ یزیدؒ میں ابوزید ضمیر صاحب نے حجت پکڑی؟

بہر حال بات چل رہی تھی ابن کثیر کی اس روایت کی۔ پھر ابن کثیر کی روایت پرستی مشہور ہے۔ پیچھے ہم نقل کر آئے ہیں کہ آپ نے کہا کہ اس روایت کو ہم ہرگز نقل نہ کرتے لیکن چونکہ ہمارے پیش روؤں نے تحریر کیا اس لئے ہم بھی تحریر کر رہے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ مسلم فوج کیا اپنے مسلمان بھائیوں کے شہر میں اور وہ بھی شہر رسولؐ مدینہ میں ایسا حملہ کر سکتے ہیں؟ عورتوں کی عصمت دری کر سکتے ہیں؟ جہاں صحابہؓ و تابعینؒ اور انصارؓ و

مہاجرینؓ کے خاندان سکونت رکھتے ہوں۔ کیا یہ بنی امیہ کی فوج کا پہلا حملہ ہی تھا؟ اس سے پہلے انہوں نے کتنے ممالک پر حملے کیئے اور بعد میں کتنے کیئے۔لیکن کیا کسی بھی ملک یا شہر میں اتنی بڑی بربادی اور تباہی امیر المومنین کی افواج نے برپا کی تھی؟ ثبوت پیش کیا جائے۔ پھر شہر رسولؐ میں انکی فوج ماؤں اور بہنوں کے ساتھ اتنا وحشیانہ سلوک کیسے کرسکتی تھی؟ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تربیت تھی کہ بس پچاس سال کے اندر ہی مسلمان اتنے گندے‘ وحشی‘ ظالم وجابر ہو گئے کہ غیر تو غیر اپنوں کے لئے اتنے سخت اور شقی القلب بن گئے!

اس سبائی وشیعی روایت کا نتیجہ

اگر اس مجہول راوی کی خبر صحیح مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہزار حاملہ عورتوں کی رپورٹ کس نے تیار کی تھی؟ کیا راوی نے کوئی ڈپارٹمینٹ کھول رکھا تھا کہ گھوم کر عورتوں سے پوچھیں کہ تمہارا حمل جائز ہے یا ناجائز؟ پھر وہ بتائیں بھی! پھر یہ بات بھی عجیب ہے کہ پوری ہزار عورتیں ہی حاملہ ہوئیں! نہ ایک کم نا ایک زیادہ۔ نہ کوئی اسقاط ہوا نہ کوئی حمل ضائع ہوا۔ گویا تمام ولدالزنا صحیح سلامت رہ کر پروان چڑھے۔ اگر یہ خرافات تسلیم کی جائیں تو ماننا پڑیگا کہ اس وقت دنیا میں جو علوی، حسنی‘ صدیقی‘ فاروقی‘ زبیری‘ قریشی نسل کے افراد موجود ہیں اور اپنے نسب پر فخر کرتے ہیں، ان سب کا نسب مشکوک ومشتبہ ہے۔ جب تک کہ وہ یہ ثابت نہ کردیں کہ ان کی جدّۂ محترمہ اس وقت اس حادثۂ فاجعہ میں موجود نہ تھیں!

ہم مودودی اور ابوزید ضمیر سے پوچھتے ہیں کہ مدینہ منوّرہ کی ان عورتوں کے بطنوں سے شہر کے نجیب اور شریف خاندانوں کی کون سی نسلیں چلیں؟ اور وہ یہ بھی بتائیں کہ کتبِ انساب جو اس زمانہ میں مرتب ومہذّب ہوئیں ان میں انکا ذکر ہے کہ نہیں؟

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرنے والے تمام ہاشمی‘ علوی‘ صدیقی‘ فاروقی‘ قریشی‘ انصاری وغیرہ سب کے سب پست ہمت اور بزدل اور دنی الطبع تھے کہ اس ذلّت کو برداشت کرلیا اور اپنی عورتوں کی عزت وعصمت اور آبرو کی حفاظت کرنے کے بجائے صرف اپنی جانیں بچائیں اور مقابلہ سے گریز کیا؟ اگر بقول راویِ کذّاب دس ہزار آدمی شہید ہوئے تھے تو گلی کوچوں میں کم سے کم اتنے ہی قتل ہوئے ہوتے۔ مدینہ کے باغیوں نے خروج کیا۔ انہوں نے فعلِ حرام کا ارتکاب کیا۔ حضرت یزیدؒ پر بغاوت دبانا فرض تھا ابوزید ضمیر نے واقعۂ حرّہ کے ختم کرنے سے کچھ قبل ابن کثیر کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کیا ہے کہ فاسق بادشاہ کے خلاف خروج وبغاوت نہیں کرسکتے۔ ابن کثیر نے حرّہ کے بیان کو ختم کرنے سے کچھ قبل اس بات کو نقل کیا ہے کہ بغاوت سے قتل وغارتگری ہوتی ہے‘ جان مال کا نقصان ہوتا ہے۔ عورتوں کی عصمت دری ہوتی ہے۔ ابوزید نے ابن

عمرؓ کی حدیثِ بخاری بھی ذکر کی جس میں انہوں نے لوگوں کو بغاوت سے منع کیا تھا۔ ساتھ ہی عبداللہ بن عمرؓ کی اور عبداللہ بن مطیع کا معاملہ بھی نقل کیا جس میں انہوں نے حدیثِ رسولؐ سے استدلال کر کے خروج کو غیر شرعی ثابت کیا۔ ابوزید نے یہ بھی تسلیم کیا کہ بادشاہ یا خلیفہ کے خلاف خروج نہ کرنے کا مسلہ عقیدے کے مسائل میں سے ہے کیونکہ علما نے اس کو عقیدے کے مسلہ میں شامل کیا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ حرّہ کے واقعہ کو بیان کرنے کا انداز ابو زید نے ایسا اختیار کیا کہ گویا حضرت یزیدؒ نے مدینہ پر لشکر کشی کر کے عمل حرام کا ارتکاب کیا اور مدینہ والوں نے جو بغاوت کی وہ جائز اور صحیح تھی بلکہ ابوزید نے اس پر یزیدؒ کے فسق و فجور کی فرضی داستانوں کی طرف اشارہ کیا کہ لوگ تنگ آ چکے تھے، اس لئے بغاوت کی۔ یہ کیسی دورخی پالیسی ہے کہ ایک طرف تو باغیوں اور غنڈوں کی غنڈہ گردی کو حرام اور غیر شرعی بھی کہا جائے اور اگر خلیفہ وقت تادیبی کاروائی کرتے تو اس کے اس شرعی عمل کو ظلم و جبر واستبداد سے تعبیر کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ باغیوں اور شورش پسندوں کے اس باغیانہ اقدام کے ردّعمل میں حکومت اسلامی اور کیا کرتی؟ پھر ابوزید باغیوں کی تعدیل اور اسلامی فوج کے اقدامِ اصلاح پر جرح کیوں کرتے ہیں؟

ابن کثیر کا تاریخی روایات میں دورخاپن

۶۳ھ میں واقع حرّہ کے بیان کو ختم کرنے سے کچھ قبل ابن کثیر نے کہا"اور یزیدؒ نے مسلم بن عقبیؒ کو یہ کہنے میں کہ وہ مدینہ کو تین دن تک مباح کردے (یعنی اس میں جو ظلم چاہے کیا جائے) فحش غلطی کی ہے اور یہ ایک بہت بڑی قبیح غلطی ہے اور اس کے ساتھ بہت سے صحابہؓ اور ان کے بیٹوں کا قتل بھی شامل ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس نے حضرت حسینؓ اور آپ کے اصحاب کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کیا اور تین ایاّم میں مدینہ منورّہ میں بے حد و حساب عظیم مفاسد رونما ہوئے جنکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اس نے مسلم بن عقبیؒ کو بھیج کر اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط کرنا اور جھگڑا کرنے والوں کے خلاف اپنے ایاّم کو دوام (ہمیشگی) بخشنا چاہا۔ مگر اللہ نے اس کے ارادے کے خلاف اسے سزا دی اور اس کے ادارے کے درمیان حائل ہو گیا، پس اللہ نے اسکو ہلاک کر دیا جو ظالموں کو ہلاک والا ہے اور اس نے غالب متقدر کی طرح گرفت کی اور اسی طرح تیرے رب نے ظالم بستیوں پر گرفت کی۔ بلاشبہ اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے (البدایہ والنہایہ ۶۳ھ ۴۲۴)

استدراک۔ جیسا کہ معلوم و مشہور ہے کہ طبری نے اور ابن کثیر نے اس کی ہی متابعت میں لوط بن یحییٰ اور ابن کلبی شیعی دروغ باف اور افترا پرداز راویوں کی روایت کی بنیاد پر واقعۂ حرّہ نقل کیا ہے اور یہ شیعہ تو چاہتے ہی ہیں کہ اسلامی حکومت اور صحابہؓ و گروہِ تابعینؒ کو بدنام کیا جائے۔ صحابہؓ کی عصمت پر آنچ آئے اور تابعینؒ کا دامن داغدار ہو۔
کوئی سوچ سکتا ہے کہ حضرت یزیدؒ اہلِ مدینہ کے کھلے ہوئے کشت و خون اور قتلِ عام کا حکم صحابئ رسولؐ

حضرت مسلم بن عقبیٰ المری کو دیں اور اسلامی لشکر جس کے متعدّد صحابہؓ سالار ہوں۔ وہ مدینے کے باشندگان پر ایسی جارحانہ و ظالمانہ کاروائی کریں کہ تین دن تک مسلمانوں کا قتل عام کریں اور وہ بھی اہل مدینہ کا اور اس سے بڑھ کر صحابہؓ و تابعینؒ کی اولادوں کا! ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ اس جنگ میں بہت صحابہؓ اور ان کے بیٹوں کا قتل ہوا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یزیدؒ نے ابن زیاد کے ذریعہ حضرت حسینؓ اور آپکے اصحابؓ کو قتل کروایا۔ جبکہ یہ غلط ہے اور ابن تیمیہؒ اور اکثر محققین نے اس کی تردید کی ہے۔ متعدّد قتلِ صحابہؓ اور تابعینؒ کی روایات اس مردود لوط بن یحییٰ اور ابن کلبی کی ہیں جو اس باب میں نا قابلِ اعتبار ہیں۔

ابن کثیر کی محولہ بالا اس عبارت میں صحابہؓ اور ان کے بیٹوں اور تابعینؒ کے قتل ہونے کی تعداد پر ہم بعد میں کلام کریں گے فی الحال ہم ابن کثیر کے اس خیال کو زیرِ بحث لاتے ہیں کہ ایک طرف تو موصوف متعدّد مقامات پر حضرت یزیدؒ کے محاسن بیان کرتے ہیں کئی مقامات پر ان پر عائد کردہ اتہامات کا ازالہ کرتے نظر آتے ہیں اور حدیثِ غزوۂ قسطنطنیہ میں حضرت یزیدؒ کی شرکت، انکے امیر لشکر ہونے کو نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل مانتے ہیں اور پھر اچانک ہم محسوس کرتے ہیں کہ متعدّد مقامات پر حضرت یزیدؒ کے فسق و فجور کے واقعات بیان کرتے ہیں، ان پر قطعی نقد نہیں کرتے۔ اسی جاری اور زیر بحث عبارت میں مورّخِ موصوف فرماتے ہیں کہ یزیدؒ نے حضرت مسلم بن عقبیٰ کو مدینہ بھیج کر اپنی حکومت اور اقتدار کو مضبوط کرنا چاہا کہ اس کی حکومت کو دوام حاصل ہو لیکن اللہ نے اس (یزیدؒ) کے ارادے کے خلاف اسکو سزا دی اور اس کے ارادے کے درمیان (اللہ) حائل ہو گیا۔ اللہ نے اس کو ہلاک کر دیا اور اس نے غالب کی طرح گرفت کی اور اس کی گرفت بڑی مظبوط ہوتی ہے۔

ہم مورّخِ موصوف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ کیا حضرت یزیدؒ کو امیر المومنین حضرت معاویہؓ اور جماعت المومنین (صحابہؓ) نے نیز تابعینؒ نے خلفۂ منتخب نہ کیا تھا؟ کیا تین سالوں سے زیادہ حضرت یزیدؒ نے خلافت نہ کی اور کیا تمام صحابہؓ نے ان کے سیاسی نظام میں تعاون نہ کیا؟ کیا ان طویل سالوں میں قتلِ حسینؓ کے انتقام میں کسی نے بغاوت کی؟ پھر اچانک یہ کیا ہوا کہ تین سال کے بعد لوگ باغی ہو گئے۔ دراصل حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے داعیوں کے ذریعہ اپنی خلافت قائم کرنے کے نقطۂ نظر سے وقت کے امیر سے خروج و بغاوت کرتے ہوئے ایک سنگین خطاء کا ارتکاب کیا تھا تا کہ صحابیِ موصوف کی حکومت قائم ہو اور یزیدؒ کو معزول کر دیا جائے۔ اس صورتِ حال میں کیا حضرت یزیدؒ بغاوت اور خروج کرنے والوں کو خروج کرنے دیتے؟ یا خود بہ خود معزول ہو جاتے؟ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں پر بیعت خلافت کر لیتے؟ ہرگز نہیں بلکہ موصوف پر شرعی طور پر قران وسنّت کے مطابق شورش و بغاوت کو فرد کرنا فرض تھا جو آپ نے کیا پھر ابن کثیر کے اس قول کا کیا معنیٰ کہ یزیدؒ اپنی حکومت کا دوام چاہتا

تھا لیکن اللہ نے اسکو سزا دی اسکو ہلاک کیا۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ اللہ امتِ مسلمہ کے امیر کو کیوں ہلاک کریگا؟ جبکہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر امیر فاسق و فاجر بھی ہو تب بھی اس کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ اور حضرت یزیدؒ اپنی حکومت کی بقا اور دوام کیوں نہ چاہتے؟ کیا اپنی حکومت کو جو اللہ کی نعمت اور امانت ہے، اس کی حفاظت کرنا اور باغیوں کی شورش اور ہنگامہ آرائی کا خاتمہ کرنا غیر شرعی ہے؟ پھر ابن کثیر کے اس قول کے کیا معنی ہیں کہ اللہ نے اسکو سزا دی' ہلاک کیا۔

پھر ۶۳ھ کے حالات کے خاتمہ کے موقع پر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزیدؒ نے فتحِ مدینہ کے موقع پر کچھ اشعار کہے تھے جس کا لبِّ لباب یہ ہے کہ خوب خوں ریزی ہوئی اور ہم نے ان (مسلمانوں) کے دوگنے اشراف کو قتل کیا اور ہم نے بدر کی کجی کو درست کر دیا اور وہ درست ہوگئی یعنی ہم نے بدر کا انتقام لے لیا۔ یہ کہہ کر ابن کثیر کہتے ہیں کہ اگر یزیدؒ بن معاویہ نے یہ شعر کہا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو اور اگر اس نے یہ شعر نہیں کہا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے گالی دینے کے لئے اسے گڑھا ہے'' کسی پر شک وشبہ کرنے کی کوئی حد ہوتی ہے؟ شیعوں اور رافضیوں نے اپنا کام تو بہر حال کر دیا یعنی اپنی خرافات اور داھیات کی اشاعت اس حد تک کی کہ اہل سنت کے علماءِ کرام بھی مخالفتِ یزیدؒ میں اس حد تک غلو اختیار کر گئے کہ یہ تک بھول گئے کہ ان اشعار کو صحیح ماننے کا کیا یہی مطلب نہیں کہ یزیدؒ کافر تھا اور امیر المونین بننے تک بھی وہ اپنے کفریہ کلمات اس کی زبان سے نکل گئے کہ ہم نے جنگِ بدر کا ربدلا لے لیا۔ کیا اس سے امیر المومنین حضرت معاویہؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کے حسنِ انتخاب پر ضرب نہیں پڑتی کہ اتنے نا تجربہ کار تھے کہ یزید جیسے منافق اور کافر کو خلافت سونپ دی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ بھی بے خبر تھا جو اس نے وحی الہٰی کے ذریعہ اپنے رسولؐ کی زبان سے ۱۲ خلیفوں کے ادوار کے یمن وسعادت والی حدیث کہلوا دی۔

یہ کیسی تاریخ نویسی ہے کہ کسی بھی شخصیت کے بارے میں کسی سے بھی کچھ بھی نقل کر دیا جائے۔ وہ بھی تاریخیت، صداقت اور ردّ قبول کے تمام معیارات کو بالائے طاق رکھ کر۔ اس شعر کے بارے میں ابن کثیر کو یہ قطعی نہ کہنا چاہیئے تھا جو انہوں نے یہاں فرمایا۔

لشکرِ حضرت یزیدؒ اور شیعی خرافات

شیعی مورّخین نے لشکرِ یزیدؒ کی ایسی تصویر کشی ہے کہ لگتا ہے کہ یہ لشکر چنگیز و ہلاکو خان کو بھی مات دے گیا یا پھر لشکر یورپ کا کوئی لشکر تھا جو ظلم و وحشت و بربریت کا نمائندہ لشکر تھا۔ لیکن یہ تاریخ کے سطحی اور ادنیٰ درجے کے مطالعے کا نتیجہ ہے۔ ابوزید ضمیر کو تاریخی روایات کا علم قطعی نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ تاریخ کو کس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ اگر تاریخ بیان کرنے میں ابوزید ضمیر کی منطقی، غلطیوں کی گرفت کی جائے تو ایک نہیں متعدّد غلطیاں دکھائی

جاسکتی ہیں لیکن بخوفِ طوالت ہم انکو نظر انداز کرتے ہیں۔

اس لشکر کے قائد صحابی رسولؐ حضرت مسلم بن عقبیٰؓ تھے۔ جنکے بارے میں حضرت امیر معاویہؓ نے بوقت وفات حضرت یزیدؒ کو بلا کر کہا تھا کہ تم کو اہل مدینہ سے ضرور الجھنا پڑیگا۔ اگر ایسا ہو تو مسلم بن عقبیٰؓ کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجنا کیونکہ میں ان کے اخلاص سے واقف ہوں (ابن کثیر) حضرت مسلم بن عقبیٰ ۹۳ سال کے ایک کبیر السّن صحابی تھے تا کہ پولس ایکشن میں کوئی جوان افسر جوشِ جوانی میں سختی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ان کے علاوہ دوسرے افسران ایک ایک ہزار کی کمان ان کے زیرِ قیادت کر رہے تھے۔ وہ بھی چاروں صحابیؓ ہی تھے یعنی ۱) حضرت عبداللہ بن سعدۃ الفزاریؓ (الاصابہ، یہ مجاہدین دمشق کے کماندار تھے (البدایہ والنہایہ ج ۸)

۲) حضرت حصینؓ بن نمیر الکوفیؓ (الاصابہ) یہ مجاہدینِ حمص کے کماندار تھے (البدایہ)

۳) حضرت روح بن زنباع الجذامیؓ • الاصابہ) اہلِ فلسطین کے کماندار تھے (البدایہ)

۴) حضرت عبداللہ بن عصام الاشعری (الاصابہ ج ۲) جیش بن ولجہ القیؓ، یہ اہل اُردن کے کماندار تھے (البدایہ) ان صحابہ کرام کے ساتھ تابعینؒ کرام اور ان میں اکثریت ان کی تھی جو اسلام کی سر بلندی کے لئے کفّار سے نبرد آزما رہے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں ان لوگوں کی کسی بھی قسم کی بد کرداری کی کوئی رپورٹ نہ ملیگی۔ مودودی نے جہاں سے حرّہ کا واقعہ نقل کیا ہے وہاں یہ نام ہیں لیکن وہ چھپا گئے کہ لوگ جان جائیں گے کہ یہ حضرات صحابہ کرام اس لشکر کے امراء ہیں! ابو زید ضمیر نے حضرت مسلم بن عقبیٰؓ کا ذکر اہانیت آمیز لہجے میں کیا ہے، وہ ظاہر ہے کہ جبکہ دمشق، فلسطین، حمص اور اردن کے مجاہدین و تابعینِ کرام کو حضرت عبداللہ بن مسعدۃؓ اور حضرت حصین بن نمیرؓ الکوفی کی زیر کمان رومی عیسائیوں کے مقابلے میں بار ہا آزمایاں جا چکا تھا۔ انکو وحشی اور نبطی و قبطی سپاہی بتا کر انکو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ اس اعتبار سے قابلِ افسوس ہے کہ لڑائی کا مختصر سا حال لکھ کر مشہور جدید مورّخ حتی لکھتا ہے کہ ''مدینہ کی تباہی اور تاراجی وغیرہ کے جو واقعات بیان کئے جاتے ہیں وہ سب بعد میں وضع کئے گئے ہیں'' مسلمانوں کو شرم آنی چاہئے کہ وہ خود تو یزیدؒ دشمنی میں اپنے اسلاف (بزرگوں) کو جو تمام تر صحابہؓ و تابعینؒ کی جماعت سے تھے رُسواد بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور ایک غیر مسلم صحابہؓ اور تابعینؒ کی ان مظالم سے برأت ثابت کرتا ہے۔ ابو زید ضمیر کو افسوس کرنا چاہیئے کہ ان کے مقابلے میں ایک یورپی مورّخ واقعہ حرّہ کی حقیقت کی ترجمانی کس طرح کر رہا ہے۔

ابو زید ضمیر نے ابن کثیرؒ حافظ ذھبی اور ابن تیمیہؒ کی کتابوں کے حوالہ جات کی روشنی میں مسلم فوج کی جس وحشت و بربریت کا نقشہ کھینچا ہے وہ اتنا بھیانک، شرم ناک اور قابل افسوس ہے کہ گویا یہ لشکر لشکرِ اسلامی نہیں بلکہ

وحشیوں، بربروں اور سفّاکوں کا کوئی خون آشام لشکر ہو شیعوں اور مخالفینِ اسلام کی یہ بدترین سازش ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ وتابعینؒ کے کرداروں کو داغدار ثابت کیا جائے تاکہ لوگوں کے دلوں سے صحابہؓ وتابعینؒ کی عظمت ختم ہوا اور اسلام کی اثر اندازی کی داستانیں فرضی ثابت ہوں اور لوگ سوچیں کہ صرف ۴۰ سالوں میں ہی مسلمان اتنے ظالم و جابر اور خوں آشام و سفاک بن گئے ! کیا یہی اسلامی تعلیمات کا اثر ہے؟ کیا اسی قسم کی قوم ان کے رسول کی تربیت سے دنیا میں ظاہر ہوئی ؟

حضرت یزیدؒ کے عہد میں صحابہ کرامؓ

اس تقریر میں اس حصے کے بعد کردارِ یزیدؒ پر خطاب کرتے ہوئے ابوزید ضمیر نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کا ایک قول طبقات الکبریٰ لابن سعد سے نقل کیا ہے اسی قول کو واقدی سے سیوطی نے اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں نقل کیا جو ہمارے پیشِ نظر ہے۔ابوزید ضمیر نے اسے یوں بیان کیا ہے مدینہ والوں نے جب یزیدؒ کی مخالفت کی تو یہ مخالفت میں پیش پیش تھے۔انہوں نے اپنی قوم کو جمع کیا اور کہا اے قوم اللہ سے ڈرو جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے۔اسکا کوئی شریک نہیں۔اللہ کی قسم ہم یزیدؒ کی مخالفت میں اسی وقت نکلے جب ہم کو ڈر ہو گیا تھا کہ اگر اب ہم خروج نہ کریں گے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسیں گے۔ہم یزیدؒ کی مخالفت یوں ہی نہیں کر رہے ہیں۔برداشت کے باہر ہو گیا ہے۔یہ شخص اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے شادی کر رہا ہے۔شراب پیتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا۔

کوئی یقین کرسکتا ہے اس روایت کی صداقت پر حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے ذریعہ یہ کذاب اور مردود راویانِ روایاتِ مکذوبہ جو ہفواہت وخرافات کہلوا رہے ہیں، کیا انکو ذی ہوش اور دیانتدار اور صاحبانِ بصارت صحیح مان سکتے ہیں؟ انکو اپنی کتب میں درج کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔اور اس کو اگر درج کر سکتے ہیں تو صرف نام نہاد لوگ جو نقل کرنے کا ذوق تو رکھتے ہیں لیکن تحقیق وتنقیح سے کوئی سروکار نہیں۔متاخرین میں یہ مرض کافی تھا اور یہ اس دور کی حالت ہے جب امتِ مسلمہ میں ذھنی وفکری انحطاط پیدا ہو چکا تھا اور مستقل تصنیف وتالیف کے بجائے لوگ دوسروں کی کتابوں پر حاشیہ لکھا کرتے تھے اور پھر حاشیے پر حاشیہ۔جلال الدین بن سیوطی اس قسم کے علماء کے سرخیل تھے۔وقت کے علامہ جلیل تھے اور ہر فن میں درک حاصل تھا لیکن ان کے دل میں کتابوں کی تعداد بڑھانے کی دھن تھی۔موصوف کی کسی کتاب میں تحقیق کی جھلک نہیں۔تاریخ الخلفاء ان کی سب سے بدتر کتاب ہے۔یہ البتہ صحیح ہے کہ وہ جامع اچھے تھے لیکن جامع ہر رطب ویابس کے۔کاش کوئی مفید اثر ہوتا ان کی کتاب کا!

ابوزید کو تاریخ الخلفاء بالاستیعاب پڑھنا چاہئیے

جناب ابوزید ضمیر نے حضرت یزیدؒ کی زندگی اور خلافت سے متعلق صرف منفی واقعات 'اموراور روایات پیش کیں اور اگر کوئی مثبت قول پیشِ نظر آ گیا تو اس کی تاویلاتِ بیجا کر کے تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ ہمارا مشورہ ہے کہ ابوزید حضرت یزیدؒ کے بارے میں قسم کی روایات وخرافات و ہفوات پیش کرنے کے عادی ہیں وہ تاریخ الخلفاء میں کافی ہیں انکو تلاش کرنا چاہئیے۔ایک دو روایت ہم پیش کئے دیتے ہیں۔سیوطی کہتے ہیں کہ ابویعلی نے بسندِ ضعیف ابوعبیدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میری امّت ہمیشہ عدل وانصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ بنی امیہّ میں ایک شخص یزیدؒ نامی ہوگا اور وہ عدل میں رخنہ ڈالے گا۔میں کہتا ہوں کہ یہ روایت تو ضعیف تھی کیا حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ والی روایت بسندِ صحیح ثابت ہے۔اس کا راوی تو کذاب ہے ہی جب کہ سیوطی نے اسکو نقل نہ کیا۔ہوسکتا ہے کہ سیوطی کا موڈ اس وقت صحت یا ضعف کے تکلّفات کے لئے آمادہ نہ ہو۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ روَیانی نے اپنی مسند میں ابوالدّ رداء سے روایت کی ہے کہ میں نے نبیؐ سے سنا ہے کہ اوّل جو میری سنت کو بدلے گا وہ بنواُمیہ میں سے ہوگا اور اس کو یزید کے نام سے پکارا جائے گا۔ہم کہتے ہیں کہ اس روایت کی پوزیشن اس سے قبل والی روایت ہی کی طرح ہے لیکن اس کی صحت وضعف کے بارے میں کچھ کہے بغیر ہی نقل کردیا۔ہوسکتا ہے اس روش سے لوگ اس کو صحیح مان لیں۔یہ حال ہے سیوطی کی تاریخی روایات کا اوران کو ابوزید عربی میں اس طرح پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں گویا یہ بخاری ومسلم کی احادیث پڑھ رہے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ تاریخی روایات کو عربی میں پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ تاریخ تو تاریخ ہے۔ہوسکتا ہے مذمّتِ یزیدؒ میں اس روش سے قارئین پر رعب ڈالنا مقصود ہو۔

مکّہ ومدینہ دونوں حرم ہیں، یہاں قتال وجدال حرام ہے

مدینہ اور مکۃ المکرّمہ پر حضرت یزیدؒ کی بغاوت فردو کرنے کی سیاسی تدابیر کو مخالفینِ بنی امیّہ نے مکّہ و مدینہ پر حملے سے تعبیر کرتے ہوئے یہ تصوّر دینے کی کوشش کی ہے کہ یزیدؒ نے مدینہ اور مکّہ دونوں پر، جوکہ حرم ہیں حملہ کیا۔کشت وخون کا بازار گرم کیا۔لہٰذا ابوزید نے کہا کہ یزیدؒ نے مدینے کی طرف کئی لشکر روانہ کئے۔جبکہ مدینہ اور مکّہ حرم ہیں یہاں پر کسی کو قتل کرنا تو بہت دور کی بات ہے'پودوں کو اکھاڑنا بھی جائز نہیں ہے۔پھر حضرت یزیدؒ سے صحابہ کرامؓ کا بغض ظاہر کرنے کے لئے ابوداوٗد سے ایک روایت پیش کی کہ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہؓ مدینہ میں حرّہ کے دن نکلے، یہ حملے کے وقت موجود تھے۔انکے پیر میں ایک ٹھوکر لگی تو جابر بن عبداللہؓ نے فرمایا

کہ برا ہوا سکا جو رسول ؐ کو ڈرائے ۔عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے کہا اللہ کے رسول ؐ کو کون ڈرائیگا؟ انکی تو وفات ہوچکی ہے! تو آپ نے فرمایا کہ میں رسولِ اکرم ؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مدینہ کے انصار کو ڈرایا اس نے (اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے) اس کو (یعنی میرے دل کو) ڈرایا۔اس حدیث کو البانی نے الصحیحہ میں ۳۴۳ ۳۴ نمبر پر ذکر کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے۔

استدراک۔ میں کہتا ہوں کہ صرف ایک صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کی خلافتِ حضرت یزیدؒ سے مخالفت کی روایت پیش کر کے ابوزید کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ چند صحابہؓ اور بھولے بھالے تابعینؒ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن مطیعؒ نے یقیناً اور غلایا تھا اور چوٹ لگنے پر ان کے اس جملے سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ حضرت جابرؓ نے یہ فرمایا کہ جس نے مدینہ والوں کو ڈرایا اس نے اللہ کے رسول ؐ کو ڈرایا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ مان لیا جائے کہ بغاوت کرنے والے صحیح تھے؟ یہ باغی اور غنڈے تو سبائی اور فتنہ پرداز تھے اور مدینے کی غالب آ کثریت بغاوت میں شامل نہیں تھی اشراف بغاوت سے محترز تھے۔ باغیوں کی تعداد بہت محدود تھی۔رہی بات انصار کو ڈرانے کی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حرم میں جدال کا سبب کون تھا؟ حضرت یزیدؒ تھے یا وہ سبائی فتنہ پرداز جنہوں نے بغاوت کرکے اسلامی فوج کو دعوت دی تھی۔اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہونا چاہئیے جس نے انصار کو ڈرایا تو اس کی ذمّہ داری ان غنڈوں اور سبائیوں پر آتی ہے جنہوں نے انصار کے ڈرانے کی راہوں کو ہموار کیا۔ حیرت ہے اس الٹی گنگا بہانے پر کہ فتنہ پردازوں اور شورش پسندوں کو فتنہ پیدا کرنے کا لائسنس تو حاصل ہو لیکن اسلامی حکومت اگر حفاظتی تدابیر اختیار کرے تو یہ کہا جائے کہ جس نے انصار کو ڈرایا اس نے رسولِ اکرم کو ڈرایا!

صحابیِ رسول حضرت جابرؓ اگر مخالفِ حضرت یزیدؒ تھے تو یہ عام موقفِ صحابہ کے خلاف تھے، یہ انکا نصیب تھا کہ فتنہ پروازوں کے دامِ تزویر میں آ گئے۔کاش نہ آتے۔اور صحیح معنیٰ مطلوب ہوں تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ صحابی موصوف کا اشارہ ان بلوائیوں کی طرف رہا ہوگا جنہوں نے انصار کو ڈانے کے راستے پیدا کئے۔جن لوگوں نے مدینہ پر حملہ کیا تھا یہ ان کی غیر شرعی حرکت تھی۔انہوں نے فعلِ حرام کا ارتکاب کیا کیونکہ اگر حضرتؒ کو محدود طبقہ فاسق ماننا تھا تو فاسق امام کے خلاف خروج جائز کب ہے؟ اور پھر حضرت ابن تیمیہؒ و ابن کثیر نے تو اسی بغاوت کے ذیل میں بڑی وضاحت سے کہا ہے کہ خروج جائز نہ تھا۔

عہدِ حضرت یزیدؒ میں صحابہؓ کی تعداد

یہ جو ابن تیمیہؒ حافظ ذھبی اور ابن کثیر وسیوطی نے شیعی تاریخی روایات کی روشنی میں ہوئے حملۂ یزیدؒ کی تفصیلات پیش کی ہیں وہ سب لغو، باطل اور واہیات ہیں۔ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ شیعوں نے اپنا کام کرلیا۔ ہمارے

مورّخین اور متاخرین علماء یقیناً ان سے متاثر ہوئے۔انہوں نے تاریخ کو بغیر تنقید و تنقیح قبول کرلیا۔اسی کی یہ کرشمہ سازی ہے کہ ہمارے علمائے متاخرین شروحِ حدیث صبیان کی شرح میں حضرت یزیدؒ اور بنوامیہ و بنی مروان ہی نظر آئے۔شیعوں کی یہ ایک عظیم کامیابی ہے۔اس پر وہ جتنا فخر کریں میں کہتا ہوں کم ہے۔آج بھی وقت ہے کہ قیامت کے وقوع سے پہلے اپنی اسلامی تاریخ اور تفسیری سرمائے میں سے عمل تنقید و تنقیح کے ذریعہ شیعی اثرات کی تلاش و جستجو کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہیئے تا کہ عظمت صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین بحال ہو اور روافض و شیعہ روسیاہی سے ہمکنار ہوں اور ہمارے اسلاف کی مسخ کردہ تاریخ طاہر و طیّب ہو کر سامنے آئے۔سیوطی نے حسن بصریؒ سے نقل کیا کہ مدینہ کہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس لشکر سے پناہ نہ مانگ رہا ہو۔ ہزار صحابہؓ شہید ہوئے، مدینہ لوٹ لیا گیا۔ہزار کنواری لڑکیوں سے لشکریوں نے زنا کیا۔پھر سیوطی نے حدیثِ مسلم بیان کی کہ جو مدینہ والوں کو ڈرائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔اس مزید ار روایت سے سیوطیؒ کیسے بچتے؟

واقعہ حرّہ کے کشت و خون کی حقیقت

سیوطی حاطب اللیل ہیں یعنی رات میں لکڑی ڈھونڈنے والے اور خطرہ رہتا ہے کہ رات کے اندھیرے میں بجائے لکڑی کہیں سانپ ہاتھ نہ آجائے تو قتل و غارت گری کے سلسلے میں یہ روایت لکڑی نہیں بلکہ سانپ ہے جو شیعی نسل کا ہے۔حضرت یزیدؒ کی تادیبی کاروائی جس لشکر نے کی وہ کوئی چنگیزی یا یورپی لشکر نہ تھا بلکہ ان لشکروں کے سالاران صحابہ کرام تھے اور اس میں تابعینؒ کرام بھی شامل تھے ورنہ ماننا پڑیگا کہ جب رسول اکرمؐ سے اتنے نزدیک دور میں اسلامی فوج کے لوگ اتنے بڑے غنڈے اور موالی تھے کہ اپنے ہی نبیؐ کے صحابہ کرام، مہاجرین و انصار اور اہلِ بیت کو خون میں ڈبو دیا تو عہدِ رسالت کے بعد کے ادوار میں عام بادشاہوں کی اسلامی افواج، غنڈہ گردی اور جنسی بھوک میں کتنی ترقی یافتہ ہوگی! کیا یہ بات قابلِ یقین ہے کہ مسلمان مسلمانوں کو اس بے دردی اور بے رحمی سے قتل کریں! ایسے رسولؐ کو کون مانے گا جس کی تربیت اتنی ناقص ہو؟ وہ قوم دوسری اقوام کو کیا بخشے گی جو خود اپنی ہی قوم کی نسل کشی اتنی سفّا کی اور دحشت و بربریت سے کرتی ہے؟ کیا ان سوالوں کا جواب ہے حرّہ کی شیعی روایات کو ماننے والوں کے پاس؟ کیا ابوزید اسکا جواب دیں گے!

مکہ و مدینہ حرم ہیں۔حرّہ والوں نے اس کی بے حرمتی کی

جیسا کہ پیچھے گزرا جس میں حضرت جابر بن عبداللہ والا واقعہ ہے جس میں صحابی موصوف نے فرمایا کہ انہوں نے رسول اکرمؐ سے سنا کہ جس نے انصارِ مدینہ کو ڈرایا اس نے مجھکو ڈرایا پھر ابوزید ضمیر نے کہا کہ فضائل

مدینہ میں بخاری میں ہے کہ جس آدمی نے مدینہ والوں کے ساتھ چال بازی کی، اللہ اس کو کھلا دے جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ یوں ہی مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو مدینہ والوں کے ساتھ برا ارادہ کرا اللہ تعالیٰ اسکو اس طرح کھلا دیگا جس طرح نمک پانی میں۔ اور پیچھے ابو زید نے کیا کہا تھا کہ مدینہ کے تو پیڑ پودے تک اکھاڑنا منع ہے جبکہ یزیدؒ فوج نے تو قتل و گارنگری یہاں پر کی۔

تو اس کے جواب میں ہم یہی کہیں گے کہ انصارِ مدینہ کو یا اہالیان مدینہ کو ڈرانے والی حدیث اور ان کے ساتھ براسکوک کرنے کی ذمہ داری حضرت یزیدؒ پر نہیں۔ اس لئے کہ خلیفہ موصوف نے افہام و تفہیم کی پوری کوشش کی۔ وفود بھیجے پھر بھی باغی نہ مانے اور جارہانہ وظالمانہ اقدامات کئے پھر حضرت یزیدؒ نے فوجی کارروائی کی اور اس موقع پر بھی امیر موصوف نے تین دن کی مہلت بھی دی تب بھی وہ نہ مانے۔ شور و شر و ھنگامہ محشر بپا کیا، گالی گلوج کی تب فوج نے تادیبی کارروائی کا آغاز کیا لیکن جو تفصیلات ہیں۔ مقتل حسین کی طرح حرّہ کی روایات سب کی سب ابو محنف لوط یحییٰ مردود اور کذّاب کی روایت کردہ ہیں۔ ان پر کسی بھی قیمت پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ روایت کردہ مظالم اور ظلم و جور کے جرائم وہ فوج کر ہی نہیں سکتی، جو افہام و تفہیم کرنے والی ہو۔ تین دن مہلت دینے والی ہو۔

دوسرے یہ بات بھی جیسا کہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ باغیوں اور شورش پسندوں کو تو بغاوت و خروج کرنے کا لائسنس حاصل ہو اور اگر فوج تادیبی کارروائی کرے تو یہ احادیث پیش کی جائیں گی۔

ان احادیث کا موردِ لشکرِ یزیدؒ ہرگز نہیں بلکہ وہ باغیان بے راہ رو اور فتنہ پرداز ہیں جنہوں نے بغاوت جیسے حرام عمل کا ارتکاب کیا۔

حافظ صلاح الدین کی نظر میں واقعہ حرّہ

ابو زید ضمیر نے اپنی تقریر کے حصے میں واقعہ حرّہ کے بارے میں فوج کے ذریعہ مدینہ میں واقع ہوئے فرضی مظالم کی شیعی داستانیں کچھ ائمہ اسلام جیسے ذہبی، سیوطیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن حجر وغیرہم کے حوالوں سے نقل کی ہیں اور پھر بالاختصار مظالم کو سمیٹ کر بیان کیا ہے۔ جیسے کہ یہاں مدینہ میں عام لوگ رہتے تھے ان پر مظالم ڈھائے گئے عورتوں کی عزت لوٹی گئی۔ کشت و خون کا بازار گرم ہوا۔ جان و مال کی بربادی ہوئی تو یاد رہے کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام اچھے طبقات اس بغاوت سے الگ رہے صرف سبائی فسادی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے داعیان تھے جو چاہتے ہی تھے کہ بغاوت ہو خروج ہوتا کہ حضرت یزیدؒ کی حکومت کا تختہ پلٹا جائے اس لیے کہ لوگوں کو ان پر اعتبار نہ تھا لیکن واقعہ حرّہ میں جو تفصیلات پیش کی جاتی ہے جو بھی ذکر کی گئیں یہ سب شیعی راویوں کی

ہیں اور ہمارے بہت سے ائمہ اسلام نے بھی شیعی راویوں کے ذریعہ غلطی سے تسلیم کرلیا اور اپنی قطب میں درج کردیا تو انکو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔اسی لئے محققین تاریخ نے ان روایات کی شیعیت اور سباست کو ثابت کر کے ردّ کیا ہے۔ہم فی الحال حافظ صلاح الدین یوسف صاحب سے کئے گئے ایک سوال کے جواب کو ان کی کتاب رسوعات محروم الحرام اور درسانحہ کربلا سے من وعن نقل کرتے ہیں تا کہ بالخصوص اہلحدیث کو اور با العموم تمام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ کربلا وحرّہ کے سلسلے میں اہلحدیث کا کیا منہج ہے۔حافظ صلاح الدین یوسف کی یہ عبارت موقف کربلا کے سلسلے میں فتوے کی حیثیت کی حامل ہے۔اگر محض میں ہی اپنے دلائل اور تاریخی حوالے پیش کرنا تو عوام شک میں پڑ سکتے تھے لیکن حافظ صاحب کی عبارات اس ضمن میں فیصلے کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس عبارت میں حافظ صاحب کا موقف بھی معلوم ہوجائیگا نیز ابوزید ضمیر کی پیش کردہ لچر اور رکیک تاویلات باطلہ کا پردہ بھی چاق ہوجائے گا۔یاد رہے ابوزید ضمیر نے از خود کھینچا تانی کر کے یہاں وہاں سے نقل کر کے باطل طریقے سے واقعات کربلا حرّہ اور حصار مکہ کی عکاسی کی ہے۔

شیخ فرماتے ہیں ''سانحہ کربلا ۶۱ ھ میں رونما ہوا۔اس وقت صحابۂ کرام کی بھی ایک معقول تعداد موجود تھی حضرت علیؓ کا خاندان بھی تھا بلکہ حضرت علیؓ کی اپنی اولاد ہی ڈھائی درجن سے زیادہ تھی۔اسی طرح دیگر قرابت مند بھی تھے، جہاں تک سانحہ کربلا کا تعلق ہے اس پر ساری قلمرو میں کوئی عمومی رد ظاہر نہیں ہوا نہ اس حادثۂ الیمہ کے باعث یزیدؒ کو ''ظالم و قاتل اور فاسق و فاجر'' قرار دے کر اس کے خلاف کسی نے بھی خروج کو جائز سمجھا' گو ذاتی قلق اس کا کیسا بھی شدید رہا ہو۔جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ ان دونوں کے سوا باقی سب لوگوں نے یزیدؒ کی حکومت یا (خلافت) کو درست تسلیم کرلیا تھا۔حضرت حسینؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں قیام پذیر تھے اور شاید سمجھ رہے تھے کہ ان کے لئے کہ میدان اب صاف ہے چنانچہ وہ حکومت حاصل کرنے کے لئے کارروائیوں میں مصروف تھے۔۶۳ ھ میں حسب تحریر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اہلِ مدینہ میں سے متعدد حضرات کی جن میں بعض صحابہؓ بھی تھے ہمدردیاں عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ تھیں۔انہی دنوں ایک وفد مرتب ہوا۔جو ''یزید'' کے ہاں گیا۔یزیدؒ نے ان کی خوب آؤ بھگت کی لیکن اس وفد نے مدینہ منوّرہ واپس آکر یزیدؒ کے عیوب گنوانے شروع کردئے اور اس کی طرف شراب نوشی وغیرہ باتیں منسوب کر کے ان کو عوام میں خوب پھیلایا گیا (فتح الباری)

جس کے نتیجے میں اہلِ مدینہ نے نہ صرف یہ کہ یزیدؒ کی بیعت سے الگ ہونے کا اعلان کردیا۔بلکہ گورنر مدینہ عثمان بن محمد پر دھاوا بول دیا اور خاندان بنی امیّہ کو محاصرے میں لے لیا (تاریخ طبری)۔

لیکن اہلِ مدینہ کے اس طرزِعمل کو اہل خیر وصلاح نے بالکل پسند نہیں کیا اور اس سے برملا اظہار بیزاری فرمایا جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت ابن عمرؓ کے متعلق صحیح بخاری میں آتا ہے کہ جب ان کو اہل مدینہ کے طرزِعمل کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے اپنے اہل خانہ یعنی بال بچوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: یعنی ''میں نے نبیؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر بدعہدی کرنے والے کیلئے ایک جھنڈا (علامتی نشان) نصب کر دیا جائے گا۔ ہم نے اس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیعت کی ہے، میری نظر میں اس سے زیادہ بدعہدی اور کوئی نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسولؐ کے نام پر بیعت کرے پھر آدمی اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو! اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ اس نے یزیدؒ کی بیعت توڑ دی ہے یا وہ بدعہدی کرنے والوں کے پیچھے لگ گیا ہے تو میرے اور اس کے درمیان کوئی تعلق نہ رہے گا۔'' (صحیح البخاری، الفتن)

اسی طرح حضرت حسینؓ کے صاحبزادے حضرت زین العابدینؒ نے بھی یزیدؒ کی بیعت توڑنے سے گریز کیا۔ (البدایہ والنہایہ ۸/۲۱۸) بلکہ خاندان حضرت علیؓ اور دیگر اہل بیعت نبویؐ کے کسی فرد نے بھی اس موقع پر نہ بیعت توڑی نہ اس شورش میں کسی قسم کا حصہ لیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: یعنی عبداللہ بن عمرؓ اور اہل بیت نبویؐ کے کسی گروہ نے نقض عہد نہیں کیا' نہ یزیدؒ کی بیعت کے بعد کسی اور کی بیعت کی۔ آل ابو طالب (حضرت علیؓ کا خاندان) اور اولاد عبدالمطلب میں سے کسی نے بھی ایام حرّہ میں (یزیدؒ نے خلاف) خروج نہیں کیا۔'' البدایہ و النہایہ، ص: ۸/۲۳۰)

محمد بن الحنفیہ کی طرف سے یزیدؒ کی صفائی

شیخ آگے فرماتے ہیں ''حضرت حسینؓ کے بھائی محمد بن الحنفیہؒ نے ان لوگوں کے سامنے' جن کے ہاتھ میں ''شورش'' کی قیادت تھی' یزید کی بیعت توڑ دینے اور اس کے خلافت کسی اقدام میں شرکت کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ یزیدؒ پر لگائے گئے الزامات کو بے بنیاد قرار دیا اور یزیدؒ کی صفائی پیش کی۔ اس موقعے پر انہوں نے جو تاریخی بیان دیا' وہ حسبِ ذیل ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''عبداللہ بن مطیع اور ان کے رفقائے کار حضرت علیؓ کے صاحب زادے' محمد بن الحنفیہؒ کے پاس گئے اور انہیں یزیدؒ کی بیعت توڑ دینے پر رضامند کرنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر ابن مطیع نے کہا'' یزیدؒ شراب نوشی، ترک نماز اور کتاب اللہ کے حکم سے تجاوز کرتا ہے'' محمد بن الحنفیہؒ نے کہا'' تم جن باتوں کا ذکر کرتے ہو میں نے ان میں سے کوئی چیز اس میں نہیں دیکھی۔ میں اس کے پاس گیا ہوں' میرا وہاں قیام بھی رہا۔ میں نے اس کو ہمیشہ نماز کا پابند، خیر کا متلاشی، علم دین کا طالب اور سنت کا ہمیشہ پاسدار پایا'' وہ کہنے لگے' وہ

یہ سب کچھ محض تصنع اور آپ کے دکھلاوے کے لئے کرتا ہوگا۔ابن الحنفیہؒ نے جواب میں کہا ''مجھ سے اس کو خوف یا لالچ تھا۔جس کی بنا پر اس نے میرے سامنے ایسا کیا؟ تم جو اس کی شراب نوشی کا ذکر کرتے ہو' کیا تم میں سے کسی نے خود اسے ایسا کرتے دیکھا ہے؟ اگر تمہارے سامنے اس نے ایسا کیا ہے تو تم بھی اس کے ساتھ اس کام میں شریک رہے ہو' اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم اس چیز کے متعلق کیا گواہی دے سکتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں' وہ کہنے لگے'' یہ بات ہمارے نزدیک سچ ہے اگر چہ ہم میں سے کسی نے اسے ایسا کرتے نہیں دیکھا'' ابن الحنفیہؒ نے فرمایا'' اللہ تو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا' وہ تو فرماتا ہے اِلّا مَن شَھِدَ بالحق وھم یعلمون'' گواہی انہی لوگوں کی معتبر ہے جن کو اس بات کا ذاتی علم ہو' جاؤ! میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا'' وہ کہنے لگے'' شاید آپ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہو کہ یہ معاملہ آپ کے علاوہ کسی اور ہاتھ میں رہے۔اگر ایسا ہے تو قیامت تک ہم آپ کے سپرد کئے دیتے ہیں'' برادر حسینؓ نے کہا'' تم جس پر قتال وجدال کر رہے ہو' میں سرے سے اس کو جائز ہی نہیں سمجھتا' مجھے کسی کے پیچھے لگنے یا لوگوں کو اپنے پیچھے لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟'' وہ کہنے لگے آپ اس سے پہلے اپنے والد کے ساتھ مل کر جو جنگ کر چکے ہیں'' انہوں نے فرمایا'' تم پہلے میرے باپ جیسا آدمی اور انہوں نے جن سے جنگ کی ان جیسے افراد لا کر دکھاؤ۔اس کے بعد میں بھی تمہارے ساتھ مل کر جنگ کرلوں گا۔وہ کہنے لگے' آپ اپنے صاحبزادگان ابو القاسم اور قاسم ہی کو ہمارے حوالے کر دیں' انہوں نے فرمایا: میں انکو اگر اس طرح کا حکم دوں تو میں خود نہ تمہارے ساتھ اس کام میں شریک ہو جاؤں؟ وہ کہنے لگے اچھا آپ صرف ہمارے ساتھ چل کر لوگوں کو آمادۂ قتال کر دیں انہوں نے فرمایا'' سبحان اللہ! جس کو میں خود ناپسند کرتا ہوں اور اس سے مجتنب ہوں۔لوگوں کو اس کا حکم کیسے دوں؟ اگر میں ایسا کروں تو میں اللہ کے معاملے میں اس کے بندوں کا خیر خواہ نہیں' بدخواہ ہوں گا۔'' وہ کہنے لگے'' ہم پھر آپ کو مجبور کریں گے'' انہوں نے کہا'' میں اس وقت بھی لوگوں سے یہی کہوں گا کہ اللہ سے ڈرو اور مخلوق کی رضا کی خاطر خالق کو ناراض نہ کرو'' (البدایہ والنہایہ)

مگر ان مساعئ خیر وصلاح کے علی الرغم شورش نے انتہائی نازک صورتِ حال اختیار کر لی۔یزیدؒ کو خبر پہنچی تو شورش کو فرد کرنے کے لئے فوج بھیج دی اور اس کو ہدایت کی کہ شورش کرنے والوں کو تین دن کی مہلت دینا' اگر اس دور میں وہ اپنا طرزِ عمل درست کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر تمہیں کارروائی کی اجازت ہے فوج نے اپنے خلیفہ کے حکیم کے مطابق عمل کیا ان اہل مدینہ نے اس مہلت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ جنگ کرنے کے لئے مقابلے پر آ گئے۔اس مناسب مقام تفصیل سے واقعۂ حرّہ کی بنیادی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے نیز یہ کہ اس'' شورش'' کو اہل خیر و صلاح نے کس نظر سے دیکھا تھا؟ تاہم ان ایّام حرّہ میں' مبالغہ آمیز تفصیلات سے قطع نظر' جو غیر مستند ہی ہیں کیونکہ ان

کا راوی ابومخنف ہی ہے جو کذاب اور شیعہ ہے 'یزیدؒ کی فوج نے حد سے تجاویز کر کے جو کارروائیاں کیں ان پر علماء نکیر ہی کرتے آئے ہیں' انہیں مستحسن کسی نے بھی نہیں کہا ہے۔

واقعۂ کربلا کی بھی جو حقیقت ہے اس پر ہم مختصراً روشنی ڈال آئے ہیں۔اور امام غزالیؒ وغیرہ کی تصریحات سے ہم اپنے سابقہ مضمون میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ اس سلسلے میں یزیدؒ کو مطعون کرنا درست نہیں کیونکہ نہ اس نے ایسا کیا نہ ایسا کرنے کا حکم دیا نہ اس کو پسند کیا۔

اگر کسی درجے میں سانحۂ کربلا اور واقعہ حرّہ کا ذمہ دار یزیدؒ ہی کو ٹھہرالیا جائے اور اس بنا پر اس کو ''فاسق و فاجر اور قاتل وظالم'' بھی سمجھ لیا جائے تب بھی یہ تمام جرائم کبائر ہی شمار ہوں گے۔اور کبائر کے ارتکاب سے کوئی مسلمان نہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے نہ رحمت ومغفرت خداوندی کے امکان سے محروم۔اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے تمام گناہ معاف کرسکتا ہے جیسا کہ اس نے کہا کہ شرک کے علاوہ چاہوں گا تو دوسرے گناہ معاف کردوں گا۔(النساء ۴/۴۸)اس کے بعد مغفرت یزیدؒ کے تعلق سے حافظ موصوف نے گفتگو فرمائی ہے اور آخر میں ایک پیراگراف ہے۔موصوف فرماتے ہیں۔بہر حال واقعات کربلا وحرّہ کو یزیدؒ کا کارنامہ کوئی نہیں کہتا۔البتہ اس کی مبالغہ آمیز تفصیلات سے ضرور انکار ہے جس کا زیادہ تر راوی ابومخنف لوط بن یحییٰ ہے جو کذاب اور غالی شیعہ تھا(میزان)اور بھیانک روایتیں اسی کی ہیں اور جس حد تک یہ واقعات صحیح ہیں ان میں اگر فی الواقع یزیدؒ ملوث ہے تو اس کے ''سیاہ کارنامے' شمار ہوں گے لیکن ان غلطیوں سے چاہے وہ کتنی بھی عظیم ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے نہ مغفرت خداوندی کے امکان سے محروم۔(رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا،ص:۴۵۔۴۶)

حافظ صلاح الدین یوسف کا طویل جواب ابوزید کی بیان کردہ تفصیلات کا رد کرتا ہے

جیسا کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ ابوزید ضمیر نے واقعۂ حرّہ کی تفصیلات کے سلسلے میں جن علما کے اقوال نیز جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے وہ کم بیش شیعی روایات سے متاثر ہیں۔متقدمین علما کی تو بات ہی چھوڑئے اسلئے کہ اس وقت شیعی مصنفین کی قلعی نہ کھلی تھی،سبائیت کے راز ہائے سربستہ فاش نہ ہوئے تھے،اس لئے ہمارے علماء تاریخ میں ان شیعت زدہ مورّخین کی کتب کے ہی خوشہ چیں رہے،علمائے متاخرین کے قد کی بلندیوں کی بنا پر عصر جدید کے عوام النّاس اس کے فیصلوں کے مقلّد نظر آتے ہیں۔لیکن تقلید کا دور ختم ہو چکا ہے۔کم سے کم یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ تاریخ میں اب تک تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔اپنے عناوین سے متعلق چند علمائے کبار نے البتہ تاریخ پر قدرے تحقیقی و تدقیقی کام کیا ہے۔اس جزوی ذیلی وضمنی کام کی ہی یہ برکت ہے عصر جدید میں حضرت معاویہؓ،حضرت امیر یزیدؒ اور بنوامیہ کے تعلق سے غلط فہمیاں کم ہو رہی ہیں اور شانِ اسلام نکھر سامنے آرہی ہیں۔اب

ہم بتائیں گے کہ حافظ موصوف اہل حدیث کے عصر حاضر کے عظیم ترین محققین میں سے ہیں ان کا قول دینی و علمی مسائل میں حجّت و فیصلہ ہوتا ہے۔موصوف فتوے کی زبان میں کتابیں لکھتے ہے۔

حرہ سے متعلق اس عبارت سے مستفاد ہونے والے نکات:

ابوزید ضمیر کے برعکس حافظ صلاح الدین یوسف کے نکات جو اس عبارت سے مستفاد ہوتے ہیں درج ذیل ہیں:

ا۔سانحۂ کربلا سے کوئی عمومی ردّعمل ظاہر نہ ہوا جس کے سبب حضرت یزیدؒ کو ظالم و قاتل اور فاسق و فاجر کہا جاسکے۔ظاہر ہے کہ اس وقت شیعی روایات کا اثر نہ تھا۔اور کربلا کی وضعی داستانیں ابومخنف نے بیان نہ کی تھیں۔

۲۔حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے سوا م تمام صحابہؓ اور تابعینؒ نے خلافتِ حضرت یزیدؒ کو تسلیم کرلیا تھا۔

۳۔حضرت عبداللہ بن زبیر قتل حضرت حسینؓ کے بعد اپنی خلافت کیلئے میدان کو صاف سمجھ رہے تھے۔اوراسی لئے اپنی خلافت کے قیام کیلئے سرگرمیوں (خفیہ) میں مصروف تھے۔ابوزید سمجھ لیں کہ یہ سرگرمیاں کسی کیلئے بھی جائز نہ تھیں اوراسی لئے اکثر صحابہؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے اختلاف کیا تھا۔بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ سے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صاف کہا تھا کہ آپ دونوں اپنے اس اقدام میں (خروج میں) اللہ سے ڈریں۔حافظ صاحب نے اسی کتاب میں طبری اورالبدایہ والنہایہ سے نقل کیا ہے۔

۴۔حرّہ کے خروج کے تعلق سے باغیوں کے اس اقدام کو پسند نہیں کیا گیا۔حضرت محمد بن الحنفیہؒ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے داعیوں سے مناظرہ کررہے تھے،ان کے اس اقدام کی مذمّت کررہے تھے،اورقرآن وحدیث سے اس کے خلاف دلائل پیش کررہے تھے۔جبکہ ابوزید ضمیر حضرت یزیدؒ ہی کو اس فوجی کاروائی کیلئے موردِ الزام قرار دے رہے ہیں۔

۵۔حضرت یزیدؒ نے اچانک حملہ نہ کیا،مہلت دی،افہام وتفہیم کی دعوت دی،تین دن کی مہلت دی اور جب نہ مانے تو فوجی کاروائی کی۔لیکن وہ سب نہ کیا جو ابوزید ضمیر نے شیعی روایات سے نقل کیا۔یادرہے کہ ابن کثیرؒ،سیوطیؒ،اور ذہبیؒ وابن حجرؒ نے انہیں شیعی روایات کو نقل کیا ہے۔یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ تاریخ ہم کو شیعوں سے ملی ہے۔ہم اسی کتاب میں آگئے تاریخ کی شیعیت زدگی وسبائیت گزیدگی پرایک مختصر سا مضمون ضرور درج کریں گے۔

٦۔حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ تین دن کی مہلت گزرنے کے بعد حضرت یزیدؒ نے فوج کو کاروائی کرنے کی اجازت دی تھی،لیکن حافظ صاحب نے یہ ذکر نہ کیا کہ تین دن کے بعد یزیدؒ نے فوج پر مدینہ کو حلال کردیا تھا کہ فوجی جو چاہیں کریں حتیٰ کہ عورتوں کی عصمتوں کو تارتار کریں جیسا کہ ابوزید نے نقل کیا ہے۔حافظ صاحب اس کے بعد نقل کیا کہ اہلِ مدینہ نے خلیفہؒ کے حکم سے فائدہ نہ اٹھایا اور جنگ کرنے کیلئے مقابلے میں آگئے۔یعنی غلطی اہلِ مدینہ کی

تھی۔

۷۔حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے آگے لکھا ہے کہ حرّہ کی تفصیلات مبالغہ آمیز ہیں، غیر مستند ہیں، کیونکہ ان کا راوی ابومخنف لوط بن یحیٰ کذّاب وشیعی ہے، لیکن حافظ صاحب نے نہ معلوم کیوں اس کے فوراً بعد یہ بھی لکھ دیا کہ یزیدؒ کی فوج نے حد سے تجاوز کر کے جو کاروائیاں کی ہیں ان پر علما نکیر کرتے آئے ہیں، انہیں مستحسن کسی نے بھی نہیں کہا ہے۔صرف اسی مقام پر راقم الحروف کو حافظ صاحب سے اختلاف ہے کہ جب ان سب تفصیلات کا راوی شیعہ و کذّاب ابومخنف ہے اور اسی بنا پر یہ تفصیلات نا قابلِ یقین ہیں تو اس قول کا کیا مطلب ہے کہ علما یزیدؒ کی فوج کی حد سے تجاوز کرنے کی کاروائیوں کی نکیر کرتے آئے ہیں۔کیا کوئی اور مصادر و ماخذ ہیں حرّہ کی تفصیلات کے؟ میں سمجھتا ہوں کہ نہیں۔پھر علماء کی اس نکیر کے مصادر و مراجع کون سے ہیں؟ کاش معلوم ہوں !ابو زید نے ابن حجرؒ، ذہبی، سیوطیؒ، ابن کثیرؒ اور ابن تیمیہؒ کی کتب سے کچھ منفی مواد نقل کیا ہے، تو یہ سب جانتے ہیں کہ یہی مواد ابومخنف کا شیعی مواد ہے۔جب یہی مواد شیعیت کی بنا پر نا قابلِ اعتبار ہے تو پھر کیا کوئی دوسرا مواد ہے جو یزیدی مظالم پر دلیل ہو۔

دراصل حافظ صاحب نے یہ جو فرمایا ہے کہ حد سے تجاوز والی کاروائیاں تو قارئین کرام اگر صرف یہ مراد لے لیں کہ باغیوں اور فتنہ پردازوں کے طوفانِ بدتمذی، گالی گلوچ اور امیر کے خلاف خروج کرنے کی غلطی، جو حرام اور ناجائز تھی، کی بنا پر فسادیوں نے جو حرکاتِ شنعہ وقبیحہ کا ارتکاب کیا تو اس کے ردّعمل پر فوجیوں نے حملے کی شدت و حدّت میں زیادتی، سخت حملہ، زیادہ غصے کا اظہار وغیرہ کیا ہوگا۔تو اسی کو غالباً حد سے تجاویز کو تعبیر کیا ہوگا۔ابوزید ضمیر اور ناظرین اس سے شیعی راویوں کی وہ غلط بیانیاں مراد نہ لیں کہ تین دن تک مدینہ کو حلال کر دیا گیا اور عورتوں کی عصمتیں لوٹی گئیں وغیرہ وغیرہ۔

۸۔حافظ موصوف نے آگے لکھا ہے کہ واقعۂ کربلا کی بنا پر یزیدؒ کو مطعون کرنا (طعنہ دینا) درست نہیں، کیونکہ نہ اس نے ایسا کیا اور نہ اس کا حکم دیا، نہ پسند کیا۔ناظرین غور کریں کہ اس سلسلے میں ابوزید ضمیر نے حضرت یزیدؒ کو کتنا زیادہ مطعون کیا ہے۔دراصل ابوزید کو اپنے مطالعہ وتحقیق پر اوور کانفیڈینس ہو گیا ہے۔انہوں نے اس مسئلے سے متعلق خود ساختہ فیصلہ کرنے کا گویا کونٹریکٹ ہی لے لیا ہے۔جبکہ موصوف میں یہ صلاحیت قطعی نہیں ہے۔شرعی مسائل میں تو دلائل نقلیہ کو حفظ کر کے آدمی بول سکتا ہے، لیکن ایسے اختلافی اور پھیلے ہوئے تاریخی عناوین بغیر وسیع اور عمیق مطالعہ اور سب سے بڑھ کر عقل سلیم کی بنا پر ہی مفہوم ومعلوم ہو سکتے ہیں۔جبکہ ان کے ہاں اس کا فقدان ہے، کاش انہوں نے حافظ صلا حالدین یوسف کو ہی پڑھ ہی لیا ہوتا تو اس علمی زیغ وضلال کے ایسے دلدل میں نہ پھنسے ہوتے۔

۹۔اس کے بعد شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ اگر کسی درجہ میں سانحۂ کربلا اور واقعۂ حرّہ کا ذمہّ دار یزید ہی کو ٹھہرالیا جائے اور اس بنا پر اس کو فاسق وفاجر اور قاتل وظالم بھی سمجھ لیا جائے تب بھی یہ تمام جرائم کبائر میں ہی شمار ہونگے اور کبائر کے ارتکاب سے کوئی مسلمان نہ دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے اور نہ رحمتِ خداوندی کے امکان سے محروم۔
اس عبارت میں حافظ موصوف کے پیرائیہ بیان سے ظاہر و باہر ہے کہ حضرت یزیدؒ سے متعلق جرائم ک کبار کی نسبت غیر ثابت شدہ اور مشکوک ومخدوش ہے۔اور وہ ان جرائم و کبار کی تاریخی حیثیت سے صرف یہ تصور کرتے ہیں کہ اگر کسی درجہ میں اس کو مان بھی لیا جائے جبکہ ابوزید اس کو بڑے فاتحانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔جبکہ یہ دلائل تار عنکبوت کی طرح کمزور ہیں۔
۱۰۔حافظ صاحب نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یزیدؒ کی مغفرت کے لئے تو بالخصوص بشارتِ نبوی بھی موجود ہے اور آیات، قرآنی بھی۔ بشارت سے یہاں مراد ہے حدیثِ غزوۂ قسطنطیہ جس کو ابوزید نے رد کرنے کی بڑی کوشش کی ہے اور یزید کو اس مغفرت سے مستثنٰی (الگ) کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔آگے ہم دکھائینگے۔
۱۱۔آخر میں موصوف نے ابوزید ضمیر کے مصادر و ما آخذ کے تار و پود کو ڈائنامائٹ کرتے ہوئے فرمایا کہ بہر حال واقعاتِ کربلا و حرّہ کو کوئی یزیدؒ کا کارنامہ نہیں مانتا البتہ ان دونوں واقعات کی مبالغہ آمیز تفصیلات سے ضرور انکار کرتا ہے۔جس کا زیادہ تر راوی وہی شیعہ کذاب لوط بن یحیٰی ہے جو غالی شیعہ تھا۔اس کی روایات بھیانک ہیں۔
ہم نے شیخ صلاح الدین یوسف کے اس طویل اقتباس اور پھر ان سے مستفاد ہونے والے حقائق کا اعادہ محض عوام کو یہ دکھانے کیلئے نقل کیا کہ ابوزید ضمیر نے اہل حدیث کے موقفِ ومنہج کے خلاف حضرت یزیدؒ کے خلاف واہیات و خرافات کو بیان کیا ہے۔رہیں وہ عبارات جو ائمہ وعلما کے اقوال کی روشنی میں ابوزید نے پیش کی ہیں تو یہ اسلامی کتب میں پھیلی ہوئی مختلف فیہ عبارات ہیں۔اور نازک وحساس مسئلہ ہونے کے ناطے اس تعلق سے دونوں ہی قسم کی باتیں تاریخ میں بھری پڑی ہیں۔لیکن ان کو یوہی چھوڑ دینا چاہئے اور صرف تنقیح شدہ محقّق فیصلوں کو ہی عوام کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ابوزید کو یہ حق کس نے دیا کہ اس سلسلے کے تمام فیصلوں کو وہ خود کریں اور اس میں بھی بد دیانتی، علمی خیات اور بے ایمانی کا ارتکاب کریں۔

حصارِ مکّہ اور فتنۂ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

مدینہ کے واقعۂ حرّہ کے ذکر کے بعد ابوزید ضمیر نے حصارِ مکّہ یعنی مکّہ پر حملے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت معاویہؓ کے وقت میں حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیعتِ یزیدؒ سے راضی نہ تھے۔لیکن ان لوگوں نے یزیدؒ کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی تھی۔قربان جایئے ابوزید کی ہمہ دانی پر کہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن

زبیرؓ کو وہ حاکم سمجھ بیٹھے کہ یہ فرمایا کہ ان لوگوں نے کوئی کاروائی نہ کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ حاکم تھے اس وقت؟ پھر فرمایا عبداللہ بن زبیرؓ نے یزیدؒ سے بیعت نہ کی اور مکّہ جا کر خانۂ کعبہ میں پناہ لی۔ لیکن یزید نے اس کا بھی خیال نہ کیا، یعنی حملہ کیا۔ پھر حافظ ذہبیؒ و ابن حجرؒ کی لسان المیز ان سے مکّہ پر حملے کی داستان پیش کی کہ مدینہ پر حملے کے بعد مسلم بن عقبیٰ المری مکّہ کی طرف متوجّہ ہوا۔ غالباً ابوزید ضمیر نہیں جانتے کہ حضرت مسلم بن عقبیٰؓ صحابی رسول ہیں اور موصوف ان کیلئے گیا اور اس نے حملہ کیا جیسے اہانت آمیز الفاظ ان کیلئے استعمال کرتے ہیں، مکّہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرنے کیلئے وہ روانہ ہوا دیکھئے اللہ نے فیصلہ کیا ادھر مکّہ پر حملہ کیا ادھر اس کی موت ہوئی۔ ابوزید کا روئے سخن صحابی کیلئے ملاخطہ فرمائے، اس نے مسلم نے پہلے ہی حصین بن نمیر کو فوج کا امیر مقرر کردیا (یہ بھی صحابیؓ رسول تھے) پھر یہ بھی نقل کیا کہ انہوں نے منجنیق (گوپھن) سے کعبہ پر آگ سے حملہ کیا۔ جس سے کعبہ کے بہت سے کھمبے منہدم ہوگئے، اور پردوں میں آگ لگ گئی، پھر یہ کہا کہ کیا کوئی ایسا کرسکتا ہے؟ یہ کس مسلمان کا کام ہے؟ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے منجنیق کا استعمال نہیں کیا تھا، اور نہ پردوں میں انہوں نے آگ لگائی تھی۔ یہ سب شیعی وسبائی روایت ہیں۔ یہ بھی کہا کہ حملے کے اس طریقے پر علماء نے بڑی سخت تنقید کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سخت تنقید ان شیعی وسبائی راویوں پر ہونی چاہئے تھی جنہوں نے یہ سب جھوٹے قصے حضرت یزیدؒ سے منسوب کردئے۔ اور رہا حضرت ابن تیمیہؒ کا یہ فرمانا کہ یہ یزیدؒ کے ظلم اور عدوان (سرکشی) میں سے تھا کہ اس نے یہ حملہ کیا۔ یہ اسلئے فرمایا کہ موصوف نے ان قصوں کو صحیح تسلیم کرلیا تھا۔ جبکہ یہ قصے صحیح نہیں ہیں بلکہ اتہام پردازی ہیں۔

ابوزید ضمیر نے کہا کہ یزید نے مکہ و مدینہ پر حملہ کیا۔ ارے یہ حرم ہے یہاں قتال وجدال کیا جو حرام ہے۔ تو یاد رہے کہ حرم میں قتال وجدال کی ذمہ داری خود حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر عاید ہوتی ہے اور فضیلۃ الشیخ عثمان بن محمد الناصری آل خمیس نے اپنی کتاب آئینۂ ایام تاریخ بعثت رسول سے کربلا تک میں صفحہ ۳۰۸ سے ۳۰۹ تک اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ بلاوجہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں لڑائی کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن جب کوئی آدمی کسی کو قتل کرکے مکہ چلا جائے تو اسے وہاں پر قتل کرنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ مکہ یا مدینہ میں بھی داخل ہوجائے۔ کیونکہ ان دونوں شہروں میں چند اسباب کی بناء پر قتال جائز ہے۔ مثلاً حاکم کے خلاف بغاوت کرنا اور اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ لڑائی میں کسی کا پہل کرنا۔ قرآن میں الہ تعالیٰ فرماتا ہے **ولا تـقٰتلو هم عند المسجدالحرام حتى يقٰتلو كم فيه ج فان قٰتلوكم فا قتلو هم ط كذٰ لك جزاء ا الكا فرين** (بقرہ ۱۹۱)۔ ترجمہ: ان سے مسجد حرام کے پاس لڑائی نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے اس میں لڑائی نہ کریں۔ اگر وہ تم سے لڑائی کریں تو تم ان کو قتل کرو، کافروں سے بدلہ اسی طرح ہی لیا جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ میں لڑائی کرنا حرام ہے جب اس کے سوا کوئی چارہ نہ

ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں۔

اصل مجرم کون ہے؟

ابوزید ضمیر نے بخاری ومسلم کی احادیث پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید نے مکہ ومدینہ پرحملہ کیا، اور چڑھائی کی جبکہ حدیث کے الفاظ ہیں من اخاف اہل المدینۃ ظلما جس نے ظلما (ظلم کرتے ہوئے اہل مدینہ کوخوف زدہ کیا تو یہاں وہ موجود نہیں جو احادیث میں ہے۔ کہ ظلم تو ان لوگوں نے کیا تھا جنہوں نے متفق علیہ امام وخلیفہ کے خلاف ظلما بغاوت کی، خروج کیا، جماعت المومنین کے موقف سے روگردانی کی اور مکہ و مدینہ دونوں مقامات مقدسہ کو اپنی باغیانہ وشورش پسندانہ سرگرمیوں کا مورچہ واڈہ بنا کران کی حرمت وعظمت کو پارہ پارہ کیا۔

اُلٹی ہوگئی سب تدبیریں۔

ابوزید ضمیر نے کہا کہ مکہ ومدینہ پر کیے گئے حملے کی بناء پر اہل علم وفضل نے یزید پر سخت تنقید کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر ہر طرف حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حمایت ہونا چاہئے تھی اور خلافت بنواُمیہ کو لوگوں کو بیخ وبن سے اُکھاڑ پھینکنا چاہئے تھا لیکن چشم فلک گواہ ہے کہ اس کا برعکس ہوا یعنی بنواُمیہ کی حکومت وسیاست روز بروز مستحکم وپائیدار ہوتی گئی اور عبداللہ بن زبیرؓ کی تحریک کو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا۔ خود اُن کے عزیز بھائی اور بیٹے تک اُن کا ساتھ چھوڑ گئے اور کبار صحابہؓ اور بزرگانِ بنی ہاشم سب کے سب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے محترز رہے۔

اس کے بعد ابوزید نے امام ذہبی کی لسان المیز ان کے حوالے سے یہ بیان کیا کہ مدینہ پرحملہ کرنے کے بعد مسلم بن عقبی المری مکہ کی طرف متوجہ ہوا تا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرے لیکن راستے ہی میں مرگیا۔ پھر ابوزید ضمیر نے اپنے الفاظ میں یہ کہا کہ دیکھئے اللہ کی طرف سے فوراً فیصلہ ہے۔ ابوزید ضمیر کو نہ تاریخ کا علم ہے نہ شریعت کے اُصولوں کا کہ صحابیِٔ رسول حضرت مسلم بن عقبی المریؓ کو وہ عام آدمی تصور کررہے ہیں، اسی لیے ان کا یہ طرز بیان ہے کہ مسلم بن عقبی راستے ہی میں مرگیا، اللہ کی طرف سے فوراً فیصلہ یعنی موت کی شکل میں۔ حیرت ہے ابوزید کی ہمہ دانی پر کی بغاوت اور شورش کوئی کرے اور امیر المونین حضرت یزیدؒ فتنہ وفساد کو فرو کرنے کیلئے اقدامات کریں تو مجرم اور گناہ گار کہلائیں۔

قصہ منجنیق کا

ابوزید ضمیر کہتے ہے کہ مسلم بن عقبی المریؓ کے بعد لشکر کی کمان حصین بن نمیرؒ کے ہاتھ آئی موصوف نے مکہ کا

محاصرہ کیا اور کعبہ پر منجنیق (گوپھن) میں آگ بھر کر حملہ کیا یہاں تک کہ کعبہ کے متعدد کھمبے منہدم ہو گئے اور پردوں میں آگ لگ گئی، مولانا مودودی نے بھی اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں مکہ پر سنگ باری کی روایت کو متفق علیہ قرار دیا ہے لیکن محققین نے ان واقعات کو غلط قرار دیا ہے۔ مصر کے جلیل القدر محقق ڈاکٹر ضیاء الدین الرئیس اپنی رفیع القدر کتاب عبدالملک بن مروان میں کہتے کہ حقیقت یہ ہے کہ (کعبہ پر) سنگ باری دوسری دفعہ کے محاصرے پر میں ہوئی تھی جو (حصارِ مکہ کے) کے سال کے بعد کی بات ہے۔ نہ کہ پہلے مرتبہ کے محاصرے کی (ص ۲۲، طبع مصر وزارۃ الثقافہ) امیر المومنین حضرت یزیدؒ کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی پوزیشن ایک حریف حکمران جیسی نہ تھی کہ اُن کے خلاف باقاعدہ ساز وسامان کے ساتھ فوج کشی کرنے کی ضرورت ہو۔ وہ محض ایک حکومت وقت کے باغی کے حیثیت سے حرم میں چھپے ہوئے تھے اور ان کے خلاف معمولی سی تادیبی کاروائی کافی تھی اور مکہ میں بھی حضرت یزید کے متعدد حمایتی تھے۔ لہذا معمولی ساز وسامان کے ساتھ یہ فوج روانہ ہوئی تھی جس میں منجنقیں نہ تھی اور اگر ہوتیں تو حرہ کے سلسلہ میں بھی ان کا ذکر ہوتا چونکہ امیر المومنین عبدالملک بن مروان نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو فیصلہ کن شکست دینے کیلئے فوج روانہ کی تھی لہٰذا منجنیقوں کی ضرورت تھی اس لیے کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ طاقت حاصل کر چکے تھے اور ایک وسیع علاقے کے حکمراں بن گئے تھے چونکہ اسی وقت منجنیقیں استعمال ہوئیں۔ اس لیے راوی نے سہواً یا عمداً پہلے حصار یعنی حضرت یزید کے لشکر کے ساتھ بھی منجنیقوں کا ذکر کر دیا۔ رہی کعبہ کے پردوں پر آگ لگنے کی بات خود عبداللہ بن زبیرؓ کے لوگوں میں سے کسی شخص کی بے احتیاطی کی وجہ سے آگ کی چنگاری سے غلاف کعبہ جل گیا تھا۔ چنانچہ بلاذری وطبری میں اس کا ذکر ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھیوں میں سے ایک شخص جس کو مسلم کہتے تھے برچھی کی نوک پر ایک انگارہ اُٹھا رہا تھا اس دن تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے چنگاری غلاف کعبہ پر جا لگی اور وہ جل گیا۔ دو چار دن یہ محاصرہ رہا پھر حضرت یزیدؒ کی وفات ہونے پر اُٹھا لیا گیا۔

خاندانِ بنی ہاشم کا لشکر یزید کا اکرام

خلافت کا فوجی دستہ دمشق جاتے وقت جب مدینہ منورہ سے گزرا تو حضرت زین العابدینؒ ان کے گھوڑوں کیلئے دانہ، چارہ لے کر آئے۔ طبری میں ہے کہ علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالبؓ اس کے (امیر حصین بن نمیرؒ سردار لشکر) کے استقبال کیلئے اپنے ساتھ جو اور چارہ لے کر نکلے، انھوں نے حصین کو سلام کیا اور علی بن الحسینؒ نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ دانہ وچارہ ہے اپنے گھوڑوں کیلئے لے لیجئے۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور حکم دیا کہ ان سے دانہ وچارہ لے لو۔ (طبری جلد ۷، ص ۱۷)

طبری کی اس روایت سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ داستان حرہ کے واقعات وضعی اور جھوٹے ہیں۔ حضرت

زین العابدین نے اُموی فوج کے گھوڑوں کیلئے دانہ اور چارہ خود لاکر اس وقت دیا تھا جبکہ امیر المومنین حضرت یزیدؒ کی وفات ہوچکی تھی۔ اگر مظالم کربلا وحرہ کے بیان کردہ واقعات میں ذرہ برابر بھی صداقت ہوتی تو یہ ہاشمی بزرگ لشکر یزید کا اتنا شاندار استقبال کیوں کرتے؟ اور یہ روایت بھی شیعی راوی کی ہے اور شیعہ ایسا کیوں کرسکتا ہے کہ لشکر یزید کے لیے حضرت زین العابدین کا ایسا اکرام ظاہر کرے۔ اس کے بعد ابوزید ضمیر نے حضرت ابن تیمیہؒ کے مجموع الفتاوی سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ محاصرہ مکہ یزید کے ظلم وعدوان میں سے تھا، یزید ہی کے حکم سے ہوا تو یاد رہے کہ ابن تیمیہؒ نے ایسا اس لیے کہا کہ موصوف نے اس مقام پر ان شیعی روایات پر اعتماد کرلیا ورنہ موصوف تو دیگر تمام محققین سے بنواُمیہ کے سلسلے میں سب سے زیادہ محتاط اور محفوظ ہیں۔

داستانِ قتل حسینؓ اور حقائق

حرہ کا ذکر ختم کرتے ہی ابوزید ضمیر نے صانحۂ کربلا بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ عام اہل سنت کے علما اس بات کو مانتے ہے کہ اس نے قتل حسینؓ کا حکم نہ دیا تھا لیکن اس کو اس واقعہ کے بعد اس کا برا بھی نہ لگا تھا یعنی نہ حکم دیا اور نہ ہی پچھتاوا ہوا۔ (ابن کثیر) لیکن پھر ایک روایت نقل کی وہ یہ کہ یزید نے کہا کہ برا ہوا بن مرجانا یعنی ابن زیاد کا اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو ایسا نہ کرتا اور قاتلانِ حسینؓ سے یہ کہا کہ تم لوگوں نے اتنا کیوں کیا؟ اگر تم نے ان کو صرف میری فرماں برداری پر کھڑا کردیا ہوتا تو یہی کافی تھا۔ یہ سب (قتل) کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ ابوزید ضمیر کو علم تاریخ سے سروکار ہوتا تو اس قدر متضاد روایات نقل نہ کرتے کی کہ ایک روایت میں یہ ذکر ہو نہ حکم دیا نہ پچھتاوا ہوا اور دوسری روایت میں یہ دونوں باتیں دکھائی جارہی ہے جن کو سن کر سامعین کو پریشانی ہوتی ہیں کہ کیا مانیں اور کیا نہ مانیں؟

آگے فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا کہ یزید نے مجھ کو دو اختیارات دیئے تھے کہ یا تو میں اُن کو (حسینؓ کو) قتل کروں یا پھر یہ کہ یزید مجھے قتل کردے (قتل حسینؓ نہ کرنے کی جرم کے پاداش میں) ابوزید اتنی واہیات شیعی روایت کو بغیر حوالہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ’’لیکن یہ روایت کتنی قابل اعتبار ہے یہ ایک تحقیق طلب امر ہے‘‘۔ عبیداللہ ابن زیاد قابل اعتبار نہیں ہے تو ہم اُس کا قول کیسے تسلیم کریں؟ دیکھنے کی چیز ہے‘‘۔ قارئین سوچ سکتے ہیں کہ ابوزید نے روایت کے قابل اعتبار ہونے یا نہ ہونے کا ذکر کیا ہے گویا کہ موصوف نے تین گھنٹے کے اس لغو اور لچر خطاب میں ہر روایت تحقیق وتدقیق کے بعد ہی پیش کی ہے! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابن زیاد کے قول کا صادق ہونا یا نہ ہونا روایت کے راوی پر موقوف ہے پھر ابوزید کے اس قول کا کیا معنی ہے کہ ابن زیاد کے اس قول کو ہم کیسے قبول کریں؟ بہرحال جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ حضرت یزید نے حضرت حسینؓ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ خود ابن تیمیہ کی تحقیق بھی یہی ہے پھر اس روایت کو پیش کرنے کا کیا مطلب ہے؟

کاش حوالہ بھی پیش کیا ہوتا۔ اس مکذوبہ روایت کے ماننے پر وہ تمام معتبر روایات غلط ثابت ہوجائیں گی جن میں حضرت یزید نے قاتلانِ حسینؓ کی مذمت کی، اظہار افسوس کیا وغیرہ وغیرہ۔

سیوطی کی لغو اور شیعیت زدہ عبارت

ابوزید ضمیر نے اس کے بعد تاریخ الخلفاء سے سیوطی کا قول نقل کیا ہے کہ ''جب حسینؓ اُن کے بھائی اور اُن کے رشتہ دار قتل ہوئے تو ابن زیاد نے اُن کے سر قلم کرکے یزید کے پاس بھیجے۔ اس پر شروعات میں تو یزید کو خوشی ہوئی کہ چلو اچھا ہوا قتل ہوا لیکن بعد میں اُس کو ندامت ہوئی۔ پھر سیوطی کہتے ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے مسلمان یزید سے نفرت کرتے رہے ہیں اور اُنھوں نے اس سے بغض رکھا ہے اور یزید سے دشمنی کی، نفرت رکھی اور لوگوں کا حق ہے کہ وہ اس سے نفرت رکھیں۔ ابوزید نے اس قول کو پیش کرنے کے بعد علامہ سیوطی کی کتابوں کے نام گنوا کر لوگوں کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگ یزید کے تعلق سے سیوطی کی فاسد فکر کے معتقد ہوجائیں اور تاریخ الخلفاء کا حوالہ پیش کرکے گویا کہ میدان مارلیا! جب کہ کون نہیں جانتا کہ سیوطی مخالفت بنواُمیہ میں شیعیت زدہ ہیں۔ تاریخ الخلفاء کے مطالعے سے یہ حقیقت بہ آسانی منکشف ہوجاتی ہے۔ یہ کتاب موصوف کی سب سے بدنام کتاب ہے۔ ویسے بھی سیوطی یہاں وہاں سے نقل کرکے اپنی کتابوں کی تعداد بڑھانے کا شوق رکھتے تھے۔ تحقیق وتدقیق سے موصوف کا کوئی علاقہ نہ تھا۔

سیوطی کا یہ فرمانا کسی قدر و قیمت کا حامل نہیں کہ قلم زدہ سر دیکھ کر پہلے تو اُس کو خوشی ہوئی پھر ندامت اور اسی بناء پر مسلمان یزید سے نفرت اور بغض رکھتے رہے ہیں اور لوگوں کا حق ہے کہ وہ یزید سے بغض ونفرت رکھیں لیکن وزنی اور باوقار لوگ بر بنائے تحقیق یزید سے محبت رکھتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ قتل حسینؓ کی داستان پوری کی پوری شیعیت زدہ ہے۔ لوط بن یحیٰ نے سب سے پہلے اس کو قلم بند کیا اور یہ سب خرافات ہیں۔ شیعیت زدہ طبری نے ان روایات کو اسی شیعہ راوی سے نقل کیا۔ اور پھر نقل کا یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا اور اسی بنیاد پر حضرت یزید کے خلاف بغض ونفرت کا قصہ عام کیا گیا لیکن اسی تاریخی سرمائے میں حضرت یزید کی صحیح تصویر کی متعدد جھلکیاں موجود ہیں جیسا کہ حرہ کے واقعہ میں طبری کے حوالے سے گزرا۔ لشکر یزید جب گزرا تو خاندان حسینؓ نے اس کا استقبال واحترام کیا اور گھوڑوں کیلئے دانہ وچارہ کا انتظام کیا۔ خود حرہ کے واقعہ میں خاندان بنو ہاشم نے شرکت نہ کی اور نہ مخالفت یزید میں باغیوں کا ساتھ دیا اور تابعین اور تبع تابعین میں کربلا کے تعلق سے وہ نظریات عام نہ تھے جو متاخرین نے شیعیت زدہ کتابوں سے نقل کرکے عام کیے اور خود متعدد اہل سنت اس سلسلے میں راہِ حق وصواب سے دور جا پڑے۔ اس کے بعد ابوزید ضمیر نے ابن تیمیہ کا قول مجموع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ یزید نے قتل حسینؓ کا انکار بھی ظاہر نہ کیا اور حسینؓ کے

معاملے میں کوئی مدد بھی نہ کی اور قتل حسین کا اس نے کوئی بدلہ بھی نہ لیا اور بدلہ نہ لے کر اس نے ایک واجب کو ترک کیا۔ اس لیے اہل حق ہر زمانے میں یزید پر ملامت کرتے رہے ہیں اور اسی قسم کی بہت سی چیزیں ہیں (یعنی منفی) مجموع الفتاویٰ جلد۳، ص ۴۱۱۔۴۱۰) اس مقام پر بھی ہم صلاح الدین یوسف کی کتاب کا ایک اقتباس نقل کرنے والے ہیں جس میں قتل حسینؓ کے قصاص (بدلہ) کا قصہ بیان ہوگا۔ اور رہا یہ کہ ہر زمانے میں لوگ اسی بناء پر یزید پر ملامت کرتے رہے ہیں تو یہ ایک تاریخی المیہ ہے۔ شیعوں نے حضرت یزید و معاویہؓ دشمنی میں پوری توانائیاں صرف کیں حتی کہ اہل سنت میں سے متعدد علماء اس سلسلے میں راہِ حق وصواب سے دور جا پڑے ہیں۔

اس کے بعد ابوزید ضمیر نے بیان کیا کہ کربلا کے حادثہ کے بعد جب یہ قافلہ یزید کے پاس لایا گیا تو اس نے اُن کا احترام کیا، اُن سے بدسلوکی نہ کی اور جو اُن لوگوں نے کھویا تھا اُس سے بہت زیادہ زادِ سفر اُن کو دیا۔ اہل بیعت کی عزت کی، یزید کے گھر والے اہل بیعت کے ساتھ غم میں شریک ہو کر روئے وغیرہ وغیرہ۔ ان تفصیلات کو ابوزید ضمیر نے ابن تیمیہؒ کے حوالے سے نقل کیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح کی ظالمانہ تفصیلات ابوزید ضمیر نے بیان کیں اُن کے مدمقابل یزید کا یہ حسن سلوک کیا ان مظالم کی تردید وتغلیط نہیں کرتا جو تاریخ میں پائے جاتے ہیں؟ اس لیے کہ چونکہ ایسا ماننے سے اجتماع ضدین واقع ہو رہا ہے جو محال ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد ابوزید ضمیر نے اس عنوان کو ختم کرتے ہوئے کہا کہ ''تو یہ حسینؓ کے قتل کے سلسلے میں یزید کا جو رول تھا تو اگرچہ علماء نے براہِ راست یزید کو ذمہ دار قرار نہیں دیا ہے لیکن یزید نے اپنی ذمہ داری اس سلسلے میں نہیں نبھائی اور یہ سب کچھ ہونے دیا۔ اس پر اہل علم یزید پر ہمیشہ ملامت کرتے آئے ہیں۔ عام طور پر تو راقم الحروف (عبدالودود) اس سلسلے میں یہ عرض کرتا ہے کہ صفحات گزشتہ میں آپ نے اپنے مزعومہ حوالوں کی روشنی میں ان تمام باتوں کا ذمہ دار یزید ہی کو قرار دیا ہے۔ پورا خطاب اس بات پر ناطق ہے لیکن آپ کو اپنی تضاد بیانی نظر نہیں آتی اور کربلا کا ذکر ختم کرتے وقت آپ یہ فرما رہے ہیں کہ علماء نے براہِ راست یزید کو ان باتوں کا ذمہ دار قرار نہیں دیا۔ جب براہِ راست یزید ان واقعات کا ذمہ دار نہیں ہے تو لوگ عام طور پر حضرت امیر یزید پر ملامت کیسے کر سکتے ہیں اور بقول آپ کے یہ ملامت اگر ہے بھی تو صرف عام طور پر ہے اور خاص طور پر ایک طبقہ صاحب علم معرفت اس قسم کی شیعی خرافات سے ماضی میں بھی محفوظ تھا اور آج بھی ہے اور صبح قیامت تک رہے گا ان شاء اللہ۔

حافظ صلاح الدین یوسف کی نظر میں موقف حسینؓ و یزید

ابوزید ضمیر نے مسئلہ حسینؓ و یزید میں اہل حدیث کے مسلک ومنہج سے صد فیصد اعراض وگریز کیا ہے۔ موصوف نے سلفی عوام کو خصوصاً اور عام لوگوں کو عموماً منفی طور پر متاثر کیا ہے۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہا اور اہل حدیث

کے اس قسم کے نام نہاد محققین وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے متعدد دینی مواقف، نظریات ومسائل میں لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے اور ہم ان کی شخصیات کا لحاظ کرتے ہوئے عفوودرگزر سے کام لے کر ان کو معاف کرتے رہیں گے تو یقیناً ہم اپنے دین وایمان کی تباہی وبربادی کا پورا سامان فراہم کریں گے۔ اسی لیے جماعتی ذمہ داران سے ہمارا مخلصانہ اور دردمندانہ مطالبہ ہے کہ جمود وتعطل ختم کیجئے، احکام جاری کیجئے داروگیر کی پالیسی اپنایئے، باطل کی مخالفت کو کھل کر ظاہر کیجئے۔ جیسا کہ امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹرا (ممبئی ورائے گڑھ) حضرت مولانا عبدالسلام سلفی صاحب نے بھیونڈی کی مسجد اسماء میں ایک خطاب کے موقع پر فرمایا تھا کہ جب تک شرک وبدعت اور منہجی گمراہی کو کھول اور کھل کر نہ بیان کیا جائے گا تو زیغ وضلال ختم نہ ہوگا، غلطی کو نامزد طور پر ظاہر ہونا چاہئے اور قرآن و سنت کے نصوص کے ذریعہ بھی اس کی پکڑ ہونا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نامزد طور پر تردید وتغلیط کی ہے (شرک کے ضمن میں) یونہی مزاروں پر ہورہے شرک کے رد میں نامزد طور پر تردید ہونا چاہئے ورنہ شکوک وشبہات کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ لوگ اشارہ نہیں سمجھتے اشارہ حجت نہیں ہوتا بلکہ فیصلہ حجت ہوتا ہے۔ ہمارا امیر موصوف سے مطالبہ ہے کہ نام ونمود اور شہرت کے قاضیوں، پٹیلوں اور دین میں دلاوری کرنے والے زیدوں، کریموں، دورنگی والے جنوبی کاؤں، مرکزی آقاؤں، فیضیوں اور فوضیوں، نوریوں، نقالوں، جلسہ بازوں، کیمرے کے متوالوں، علمی باتوں کو فلمی انداز میں کہنے والے، ٹی وی نقالوں، جالیات میں ہونے کے باوجود ٹی وی چینلوں کے دیوانوں، ائمہ حرم ہونے کے باوجود دین سے محروم ائمہ زیغ وضلال کو سرخرو کرنے والوں، اونچی تنخواہوں کے شوقینوں، سلفیت کے نام پر سفلیت کے علمبرداروں، اصلاح وفلاح کا دم بھرنے والوں، ارباب طائفہ منصورہ! پھر بھی طائفہ مقہورہ کے شیدائیوں، سلفی ہوکر بھی اہل حدیث کی مخالفت کرنے والوں، دینی وجماعتی بندشوں سے بچنے کیلئے جمعیت اہل حدیث میں شامل ہونے سے انکار کرنے والوں کی دینی، منہجی، مسلکی برگشتگی، زیغ وضلال فکری انحراف ختم ہو اور وہ سبیل المومنین (صحابہ کرام کا راستہ) اور ائمہ سلف کے متبع بن کر طائفہ منصورہ اور جماعت حقہ میں صحیح طور پر شامل ہوسکیں۔ اگر کھول کر اور کھل کر مسئلے کی وضاحت نہ کی گئی تو قیامت تک آپ اشارے کرتے رہیں گے اور صورتحال کی اصلاح نہ ہوگی اور فکری انحراف باقی رہے گا۔ سب سے پہلے کام یہ ہونا چاہئے کہ منہج بیزار اور مسلک برگشتہ جماعتوں کے ساتھ کام کرنے والے علماء کو اپنے دینی اسٹیج پر دعوت خطاب نہ دینا چاہئے ورنہ یہ ایک عام ٹرینڈ بن جائے گا اور پھر دنیا بھر کی اسی قسم کی صلح کل کی پالیسیوں کو جاری کیا جائے گا اور تب بہت دیر ہوچکی ہوگی اور گلوخلاصی ممکن نہ ہو گی۔ ابھی اصلاح آسان ہے بعد میں مرض بڑھ جائے گا اور علاج ممکن نہ ہوگا۔

ابوزید کی مکمل مخالفت کرنے والا شیخ صلاح الدین یوسف کا اقتباس

شیخ صلاح الدین یوسف نے اپنی کتاب رسومات محرم الحرام اور سانحۂ کربلا کے صفحہ ۳۴ پر سوالات اور جوابات کی سرخی کے تحت موقف حسینؓ و یزید کے عنوان سے جو مضمون لکھا ہے اسے ہم عوام کے فائدے کیلئے من و عن نقل کرتے ہیں تاکہ عوام الناس اس مضمون سے حسینؓ و یزید کے تعلق سے سلفی منہج سے واقف ہوسکیں۔ نیز یہ بھی معلوم پڑ سکے کہ ابوزید ضمیر نے اس قدر غیر ذمہ دارانہ انداز میں حضرت یزید کے تعلق سے فکری انحراف کا مظاہرہ کیا۔ اس مضمون سے قارئین اس حقیقت سے واقف ہوجائیں گے کہ اس مسئلے میں ابوزید ضمیر گمراہی کے کس بلند مقام پر فائز ہیں۔ قارئین یہ بھی دیکھیں گے کہ شیخ صلاح الدین یوسف نے ابوزید ضمیر سے یزید سے متعلق ہر بات میں مکمل اختلاف کیا ہے۔ کسی بھی بات میں ابوزید ضمیر سے کوئی اتفاق نہیں کیا۔ شیخ یوسف فرماتے ہیں ''مذکورہ مضمون کی ''الاعتصام'' میں اشاعت کے بعد ایک بریلوی ماہنامہ ''رضائے مصطفیٰ'' گوجرانوالا کے مدیر نے اس پر آٹھ سوالات لکھ کر راقم کو بھیجے جن کا جواب بھی انہی دنوں الاعتصام کے چار شماروں میں شائع کر دیا گیا تھا۔ افادۂ عام کی غرض سے یہ سوالات و جوابات بھی ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

سوال (۱) واقعہ کربلا میں حق وصحیح موقف کس کا تھا اور ناحق اور غلط کس کا؟ یزید کا یا امام حسینؓ کا؟

جواب (۱) موقف حسینؓ و یزید: افسوس ہے کہ مدیر مذکور نے یہ سوال کر کے وہ روایت دہرادی جو مشہور ہے کہ ساری رات یوسف و زلیخا کا قصہ سننے کے بعد دن کو کسی نے پوچھا کہ زلیخا مرد تھی یا عورت حالانکہ راقم نے اپنے مذکورہ مضمون میں سب سے پہلے اسی نقطے پر بحث کی ہے کہ اس معرکہ کو جو حق و باطل و کفر و اسلام کا معرکہ باور کرایا جاتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس کو فی الواقع حق و باطل کا معرکہ تسلیم کر لینے سے اہل سنت کے بنیادی عقیدے (صحابہ کرام کی عظمت و رفعت اور ان کی بے مثال دینی حمیت وعصبیت) پر سخت ضرب پڑتی ہے۔ اس کے بعد بتلایا تھا کہ یہ معرکہ حق و باطل کا نہ تھا تو اس کی نوعیت کیا تھی؟ خود حضرت حسین کے طرز عمل سے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ انہوں نے مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر پا کر واپس لوٹ جانے کا جو ارادہ ظاہر فرمایا اور پھر کوفہ پہنچنے کے بعد وہاں سے واپس جانے کی جو صورتیں پیش فرمائیں اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ سابقہ موقف سے جو بھی ان کے ذہن میں تھا، رجوع فرمالیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ معرکہ حق و باطل کا ہوتا تو وہ ہرگز رجوع نہ فرماتے۔

دراصل موصوف یہ سوال کر کے کہ صحیح موقف حضرت حسینؓ کا تھا یا یزید کا؟ ایک عام جذباتی فضاء سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کیونکہ عام ذہن یہ بنالیا گیا ہے کہ یزید بہت برا شخص تھا۔ خانوادۂ رسول ﷺ کا دشمن تھا اور دنیا جہاں کی خرابیاں اس میں جمع تھیں۔ اس فضا میں کون شخص حقیقت سے پردہ اٹھانے کی ہمت کرسکتا ہے؟ اور اگر کوئی

شخص یہ جرأت کر لے تو ایسے شخص کے متعلق فوراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تو اہل حدیث کا دشمن ہے۔ دیکھو تو کتنی جرأت سے حادثہ کربلا کی تحقیق کے در پے ہے، تاہم چند باتیں اہل علم وفکر کے لیے پیش خدمت ہیں۔

یزید کے موقف کی وضاحت تاریخ میں موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد اس وقت کی ساری قلمرو میں وہ حضرت امیر معاویہؓ کے صحیح جانشین قرار دیے گئے، صرف مدینہ منورہ میں چار صحابیوں سے بیعت لینا باقی تھی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ۔ اول الذکر دونوں بزرگوں نے یزید کی حکومت باقاعدہ طور پر منظور کر لی جیسا کہ تاریخ طبری اور سب تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ نے پہلوتہی کی، اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان دونوں سے کہا ''اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ نہ ڈالوں'' البدایہ والنہایہ ۸، ۱۵۰، طبری ۴، ۲۵۴) اور واقعہ یہ ہے کہ جن محققین علمائے اُمت نے حقائق کی روشنی میں جذبات سے الگ ہو کر اس پر غور کیا ہے وہ یزید کی حکومت کو اسی طرح درست تسلیم کرتے رہے جس طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دیگر سارے شہروں کے صحابہ و تابعین نے صرف مذکور الصدر دو صحابیوں کے سوا یزید کو وقت کا امیر المومنین تسلیم کر لیا تھا۔ ایک بڑے عابد و زاہد اور اونچے پائے کے محدث وفقیہہ حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسیؒ سے جب یزید کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا ''یزید کی خلافت صحیح تھی، چنانچہ بعض علما کا کہنا ہے کہ ۶۰ صحابہؓ نے بشمول حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کی بیعت کر لی تھی، رہی اس سے محبت رکھنے کی بات تو اگر اس سے کوئی محبت رکھتا ہے تو اس پر نکیر نہیں کرنا چاہئے تاہم کوئی اس سے محبت نہ رکھے جب بھی کوئی ایسی بات نہیں، وہ صحابی تو نہیں جس سے محبت رکھنا شرعاً ضروری ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک نے یزید کی بیعت کر لی تھی تو ظاہر ہے کہ یزید کا موقف یہی ہوسکتا تھا کہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو کر اس کی حکومت کو صحیح جانیں تاکہ انتشار کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ رہا حضرت حسینؓ کا موقف تو حقیقت یہ ہے کہ بعد کی حاشیہ آرائیوں اور فلسفہ طرازیوں سے صرف نظر کر کے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت حسینؓ نے واضح الفاظ میں اپنے موقف کی کبھی وضاحت ہی نہیں فرمائی کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ اور ان کے ذہن میں کیا تجویز تھی؟ یزید کے خلیفہ بن جانے کے بعد گورنر مدینہ ولید بن عقبٰی نے انہیں یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے فرمایا کہ میں خفیہ بیعت نہیں کر سکتا، اجتماع میں بیٹھ کر کرونگا (طبری) گورنر نے انہیں مزید مہلت دے دی۔ حضرت حسینؓ یہ مہلت پا کر مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ مکہ پہنچ کر بھی انہوں نے کوئی وضاحت نہیں کی البتہ وہاں سے کوفہ جانے کی تیاریاں شروع کر دی جس کی خبر پا کر ہمدرد و بہی خواہ، جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ متعدد صحابی بھی

تھے، انہیں کوفہ جانے سے روکتے رہے لیکن وہ کوفہ جانے پر ہی مصر رہے حتی کے ایک موقع پر حضرت حسینؓ کے قریبی رشتہ دار حضرت عبداللہ بن جعفر گورنر مکہ عمرو بن سعید کے پاس آئے اور ان سے یہ استدعاء کی کہ آپ حضرت حسینؓ کے نام ایک چٹھی لکھ دیں جس میں واضح الفاظ میں انہیں امان دیئے جانے اور حسن سلوک کرنے کا ذکر ہوتا کہ حسینؓ واپس آجائیں اور کوفہ نہ جائیں۔ گورنر مکہ نے کہا کہ آپ جو چاہیں لکھ کر لے آئیں میں اسی پر مہر لگا دونگا۔ چنانچہ وہ اپنے الفاظ میں ایک امان نامہ لکھ لائے اس پر گورنر مکہ نے اپنی مہر لگا دی۔ عبداللہ بن جعفر نے پھر درخواست کی کہ یہ چھٹی بھی آپ اپنے ہی بھائی کے ہاتھ حضرت حسینؓ تک پہنچایئے تا کہ حسینؓ پوری طرح مطمئن ہو جائیں کہ ساری جدو جہد گورنر مکہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ گورنر مکہ نے ان کی یہ بات بھی قبول کر لی اور اپنے بھائی کو بھی عبداللہ بن جعفر کے ساتھ روانہ کر دیا۔ یہ دونوں حضرت حسینؓ سے جا کر ملے لیکن حضرت حسینؓ نے معذرت کر دی اور کوفہ جانے پر ہی اصرار کیا، یہاں بھی اپنے موقف کی وضاحت نہیں کی بلکہ صاف لفظوں میں کہا کہ میں کوفہ جس مقصد کیلئے جا رہا ہو وہ صرف مجھے معلوم ہے اور وہ میں بیان نہیں کرونگا (طبری)

خود شیعہ مؤرخ ابن طقطقی بھی لکھتا ہے کہ جب حضرت حسینؓ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو انہیں مسلم کے حال کا کوئی علم نہیں تھا۔ جب کوفہ کے قریب پہنچ گئے تو انہیں مسلم کے قتل کا علم ہوا۔ وہاں انہیں لوگ ملے اور انہوں نے حضرت حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا اور انہیں ڈرایا لیکن حضرت حسینؓ واپس ہونے پر آمادہ نہیں ہوئے اور کوفہ جانے کا عزم جاری رکھا۔ ایک ایسے مقصد کیلئے جسے وہ خود ہی جانتے تھے (الفخری) شاید ایسے ہی مبہم طرز عمل کی وجہ سے یزید کے غالی حمائتیوں نے حضرت حسینؓ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینے کی کوشش کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں اگر کوئی دوسرا کھڑا ہو جائے تو اس کی گردن ماردی جائے (مسلم) تو حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کی سخت تردید کرتے ہوئے فرمایا ''اہل سنت والجماعت اس غلو کو مسترد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسینؓ کو ظلماً شہید کیا گیا اور ان کے قاتل ظالم تھے''۔ پھر لکھا ''اس لیے وہ حدیث مذکور کا مصداق نہیں ہو سکتے کہ آپؓ (آخراً) جماعت المسلمین سے الگ نہیں رہے وہ مسلمانوں کی اجتماعیت میں شامل تھے اور یہ کہ انہوں نے (کوفی فوج سے) صاف فرمایا تھا کہ (تم لوگ) مجھے واپس اپنے شہر لوٹ جانے دو یا سرحد کی کسی چوکی پر چلے جانے دو یا پھر یہ کہ میں یزید کے پاس براہ راست چلا جاتا ہوں''۔ (منہاج السنہ ۲، ۲۵۶) حضرت حسینؓ پر الزام مذکور کی تردید میں منہاج السنہ کے ایک دوسرے مقام میں ہے (پھر عربی عبارت ہے) یزید کے پاس جانے سے حضرتؓ کی غرض کیا تھی؟ تاریخی روایتوں میں یہ بھی بتا دیا ہے چنانچہ تاریخ کی ایک متداول کتاب تاریخ الخلفا میں علامہ سیوطیؒ لکھتے ہے ''جب کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا تو حضرت حسینؓ نے انہیں صلح کی، واپسی کی اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ

دینے کیلئے یزید کے پاس جانے کی پیش کش کی'' ۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۱۳۸، طبع مصر) اس قسم کے الفاظ اصابہ (حافظ ابن حجرؒ) ''تہذیب ابن عساکر، تاریخ طبری اور البدایہ والنہایہ وغیرہ تاریخ وتراجم کی کتابوں میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حق اور صحیح موقف کس کا تھا؟ یزید کے طلب بیعت کے صحیح ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ گویا نعوذ باللہ حضرت حسینؓ کے قتل ناروا کا اقدام بھی صحیح تھا۔ اس کا اہل سنت میں سے کوئی قائل نہیں نہ ہم ہی اس کو درست سمجھتے ہیں کہ اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ موقف کی بحث میں مراد ہے وہ موقف جو یزید کی طرف سے حضرت حسینؓ سے مطالبۂ بیعت سے متعلق ہے (رسومات محرم الحرام) اور سانحہ کربلا، از حافظ صلاح الدین یوسف، ص ۳۴ سے ۳۹)

مذکورہ بالا اقتباس سے مستفاد ہونے والے حقائق

ابوزید ضمیر نے مسئلہ یزید کے سلسلے میں ہر مسئلے میں منفی پہلو اختیار کیا جبکہ مثبت پہلو بیان کرنے والے متعدد دلائل قرآن وسنت نیز تاریخ وسیر میں موجود ہیں۔ لیکن ابوزید ضمیر نے صرف منفی پہلوؤں کو ہائی لائٹ کرنے کی گویا قسم ہی کھا رکھی ہے۔ شیخ صلاح الدین یوسف کے اس اقتباس سے مستفاد ہونے والے حقائق ومعارف ابوزید ضمیر کے لچر ورقیق فیصلوں سے کس قدر مختلف ہیں ملاحظہ فرمائیں

(۱) شیخ موصوف فرماتے ہے کہ کربلا کا سانحہ حق وباطل کا معرکہ نہ تھا اس لیے کہ اگر یہ معرکہ حق وباطل کی آویزش کا ہوتا تو حضرت حسینؓ آج حالات کا رخ دیکھنے کے بعد رجوع نہ فرماتے جبکہ آپ نے رجوع فرمالیا تھا یعنی بیعت یزید پر آمادہ ہوگئے تھے۔ اب ابوزید کیا فرماتے ہیں؟ کیا حضرت حسینؓ نے (ابوزید کے زعم کے مطابق) فاسق وفاجر اور ظالم وجابر اور شرابی وزانی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلی؟

(۲) ابوزید ضمیر نے حضرت یزید کو ناصبی یعنی حضرت علیؓ کا دشمن قرار دیا ہے جبکہ شیخ صلاح الدین یوسف یہ فرماتے ہیں کہ عام ذہن یہ بنالیا گیا ہے کہ یزید بہت برا شخص تھا، خانوادۂ رسول ﷺ کا دشمن تھا اور دنیا جہاں کی خرابیاں اس میں موجود تھیں یعنی شیخ موصوف یزید کو برا نہیں مانتے۔

(۳) ابوزید ضمیر حضرت یزید کو امیر المومنین تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی حکومت کو صحیح تسلیم کرتے ہے لیکن شیخ صلاح الدین یوسف دونوں باتیں تسلیم کرتے ہیں۔

(۴) طبقاتِ حنابلہ کے حوالے سے شیخ نے دلیل پیش کی ہے کہ ۶۰ صحابہ نے حضرت یزید کے ہاتھ پر بیعت کی جبکہ ابوزید کہتے ہیں کہ صحابہ نے بکراہت بیعت یزید کو مانا بلکہ واقعہ حرہ میں اکثر نے مخالفت یزید کی۔

(۵) ابوزید ضمیر کربلا کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویاں حضرت یزید اپنے موقف (خلافت) میں باطل پر تھے

اور حضرت حسینؓ حق پر تھے جبکہ حافظ موصوف نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ حضرت حسینؓ نے اپنے موقف کی وضاحت ہی نہیں کی کہ وہ کیا چاہتے تھے۔ نہ مدینہ میں نہ مکہ میں یہاں تک کے کوفہ جاتے وقت بھی اپنے موقف کو مبہم یعنی غیر واضح رکھا۔

(۶) ابوزید ضمیر ابن تیمیہؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ یزید نے کربلا کے واقعہ میں حضرت حسینؓ کی نہ مدد کی اور نہ انکار کیا جبکہ شیخ نے فرمایا کہ اول سے آخر تک یزید نے اور ان کے حکام وولاۃ نے حضرت حسینؓ سے تعاون کیا اور ان کے اقدامات سے چشم پوشی برتی بلکہ فراخ دلی کا مظاہرہ فرمایا۔

(۷) ابوزید ضمیر کچھ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں گویا صحابہ نے بر بنائے مجبوری بیعت کی تھی یا دل سے نہیں کی تھی جبکہ شیخ خاتمہ مضمون میں فرماتے ہیں کہ یزید کو ساری اسلامی قلمرو میں بشمول صحابہ کرام واجب الاطاعت حاکم تسلیم کر لیا گیا تھا۔ ان حقائق ومعارف تاریخیہ کی روشنی میں ناظرین خود فیصلہ کریں کہ ابوزید مسلمانوں کی ہدایت کا سامان کر رہے ہیں یا ان کو ضلالت کی راہ پر گامزن کر رہے ہیں۔

حضرت یزید کے بارے میں حافظ ذہبی کا حیرت انگیز تبصرہ

اس کے بعد ابوزید ضمیر کا سیر اعلام النبلا کے حوالے سے حافظ ذہبی کا اجتماع ضدین والا بیان بھی موجب حیرت ہے۔ ابوزید نے حافظ ذہبی کے فیصلے، ان کی شخصیت اور ان کی شان وعظمت بیان کرنے کے بعد یزید کے کردار کے سلسلے میں خطاب کیا ہے۔ اس کو سنئے اور سر دھنئے اور یہ قول بھی بقول ابوزید انتہائی تدبر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ذہبی کا قول ابوزید نقل کرتے ہیں کہ یزید کے گھٹیا پن کے باوجود اس کی ایک نیکی ہے یعنی وہ لو لیول (Low Level) کا ہے۔ اس کو نقل کر کے ابوزید کہتے ہے کہ دیکھئے حافظ ذہبی کتنا سخت جملہ کہہ رہے ہیں۔ قربان جایئے ابوزید کے ہائی لیول پر۔ جس شخصیت کو تمام صحابہ کرام نے مل کر امیر المومنین بنایا تھا اور جو صحابیٔ رسول حضرت امیر معاویہؓ کے فرزند ارجمند ہیں اور جو خیر القرون کے مسلمانوں یعنی صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے امام وامیر ہیں، ان کو ذہبی کے ذریعے گھٹیا کہلوا کر فخر اور اظہار جرأت کر رہے ہیں۔ نہ معلوم حافظ ذہبی نے قرآن وسنت کی کس دلیل کی بنیاد پر حضرت یزید کو گھٹیا قرار دینے کی جرأت بیجا کی۔ اس کے بعد حافظ ذہبی کا پورا قول نقل کیا کہ یزید کے گھٹیا پن کے باوجود اس کی ایک نیکی ہے اور وہ ہے غزوۂ قسطنطنیہ اور یزید کا اس لشکر کا امیر تھا اور اس میں ابوایوب انصاریؓ صحابی بھی تھے۔ اس میں ان کی وفات ہوئی اور ان کی قبر وہیں ہے۔ ذہن نشین رہے حافظ ذہبی یہ جو فرما رہے ہیں کہ باوجود گھٹیا پن کے یزید کی ایک نیکی ہے اور وہ ہے روم کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کی نیکی، جس میں شرکت کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفور لھم یعنی بخشے ہوئے فرمایا۔ کتنے افسوس وحیرت کی بات ہے! اس کے

باوجود ذہبی نے یہ جسارت بیجا کیسے کی؟ جس شخص کواللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ مغفرت یافتہ قرار دیا ہو، اس کو ذہبی گھٹیا قرار دے رہے ہیں اور وہ بھی یہ کہہ کر یزید کی صرف ایک نیکی ہے۔ حافظ ذہبی کو تو چاہئے تھا کہ اگر صرف یہی نیکی ان کی ہوتی تو دنیا کی تمام نیکیوں پر بھاری ہوتی۔ قابل غور بات یہ بھی ہے کہ حافظ ذہبی کو یہ کیسے معلوم پڑ گیا کہ حضرت یزید کی صرف ایک ہی نیکی ہے اس لیے کہ نیکیوں کا حساب کتاب تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہوتا ہے وہی عالم الغیب ہے۔ سوچئے وہ شخص کتنا مقدس اور عظیم ہوگا جس کے بارے میں عرش کے رحمٰن نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ مسلمانوں کو موصوف کی مغفرت کی نوید مسرت کو سنوایا۔ اللہ تو صحابہ کے ذریعہ ان کو امیر المومنین بنوائے، غزوۂ قسطنطنیہ کا امیر بنا کر مغفرت یافتہ قرار دے اور حافظ ذہبی اس کو گھٹیا قرار دیں! نہ معلوم ابوزید کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلے میں حافظ ذہبی کا قول کیوں محبوب ہے؟ کہیں ایران کے ٹور کرنے کا شوق تو نہیں؟ مولانا مودودی کو بھی خلافت وملوکیت لکھنے کے بعد ایران کے سفر کا شرف حاصل ہوا تھا۔ وہاں ان کے خطابات ہوئے تھے اس لیے کہ اپنی اس رسوائے زمانہ کتاب میں انہوں نے صحابہ کرام کی شان میں کیچڑ اچھالنے کی جرأت رندانہ کی تھی۔ یزید پر سبّ وشتم کرنے کے اعزاز میں ابوزید کو بھی ایران میں انعامات واکرامات سے نوازا جانا چاہئے۔

ابوزید ضمیر نے جدید علم الاخلاق کی بنیاد ڈالی

ابوزید ضمیر اس مقام پر فرماتے ہیں کہ یزید میں کچھ خوبیاں تھیں لیکن وہ صلاحیت کے اعتبار سے تھیں، کردار کے اعتبار سے نہیں۔ حیرت ہے کہ مخالفت یزید میں اصول اخلاق کے زمین وآسمان بدلنے کی ابوزید ناپاک کوشش فرمارہے ہیں کہ کچھ خوبیاں ایسی بھی ہوتی ہے کہ وہ صلاحیت کے اعتبار سے ہوتی ہیں، کردار کے اعتبار سے نہیں۔ آج معلوم ہوا کہ وہ خوبیاں الگ ہوتی ہیں جو کردار پیدا کرتی ہیں دوسری وہ خوبیاں جو صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔ کاش حوالہ پیش کیا ہوتا کہ علم کلام وفلسفہ کے کس امام نے خوبیوں کی ایسی تعریف وتقسیم کی ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ ایام شرک وبدعت وحنفیت میں فلسفہ وعلم کلام کے میدان میں بھی زور آزمائی کر چکا ہوں۔ یزید کے بارے میں ذہبی آگے کہتے ہیں کہ یزید مضبوط تھا، بہادر تھا، بہت احتیاط والا تھا اور بہت سوچ سمجھ کر بات کرنے والا اور غور وفکر کے بعد بولنے والا اور بہت ہی عقل مند تھا اور اس کی زبان بھی بہت فصیح تھی، بہت اچھی عربی بولنے والا تھا اور بہت اچھے اشعار اس نے کہے ہیں اور یہ وہ خوبیاں تھیں جو دین داری سے تعلق نہیں رکھتیں ورنہ اور بہت سے لوگ بھی گزرے ہے جو مسلمان ہی نہیں تھے تو یہ ایسی کوئی خوبی نہیں ہے۔ عقل مند ہونا کوئی ایسی خوبی نہیں ہے یا بہت اچھی زبان والا ہونا بہت بڑی خوبی نہیں ہے اور بہت غور وفکر کرنے والا ہونا یہ اچھی بات ہے لیکن یہ دنیاوی اعتبار سے کام آنے والی چیزیں ہیں یہ کوئی آخرت کے اعتبار سے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے نجات انسان کی ہوتی ہے۔ قارئین سے ہم

گزارش کرتے ہیں کہ وہ غور کریں کہ مخالفت یزید میں ابوزید کتنا بڑھے ہوئے ہیں کہ حضرت یزید کی خوبیاں بھی ان کو برائیاں نظر آرہی ہیں بلکہ موصوف نے تو علم اخلاق کے زمین وآسمان ہی تہہ وبالا کر دیے۔ میں کہتا ہو کہ حافظ ذہبی نے یزید کے اندر جن خوبیوں کا شمار کروایا ہیں کیا یہ دنیاوی معاملات ہی میں کام میں آنے والی چیزیں ہیں؟ کیا یہ چیزیں دین میں مدد ومعاون ثابت نہیں ہوتیں؟ لیکن برا ہو تعصب وتنگ نظری کا کہ اول تو تمام باتیں یزید کے متعلق منفی کہیں اور ایک مثبت لکھی تو اس میں بھی منفی پہلو تلاش کر لیا۔

ابوزید حضرت یزید کو امیر غزوۂ قسطنطنیہ تسلیم نہیں کرتے

ارباب حل وعقد صاحبان بصارت وبصیرت اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ رسول اکرمؐ کی پیش گوئی کے مطابق حضرت یزید غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر لشکر تھے اور یہ لشکر باتفاق جملہ علما ومورخین قلعہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے شرکاء کیلئے بشارت مغفرت سنائی ان کو مغفورلھم کہہ کر۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفورلھم (بخاری کتاب الجہاد) یعنی میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا وہ بخشا ہوا (مغفرت یافتہ) ہے لیکن شیعی مورخین کی دسیسہ کاریوں وفتنہ سامانیوں کے نتیجے میں علمائے اہل سنت میں بھی کچھ لوگ حضرت یزید کو اس لشکر کا امیر تسلیم کرنے میں قیل وقال وتر دد کرتے ہیں اور اگر تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑے تو حیلے وقیاس آرائیاں کرتے ہیں کہ یہ مغفرت مشروط ہے اس غزوۂ میں شرکاء کے انجام خیر سے اور یہ کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس غزوہ کے شریک مجاہدین اس نوید مغفرت سے مستثنٰی کیے جاسکتے ہیں۔

ابوزید بھی اپنی اس تقریر میں پورا زور اس پر صرف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ حضرت یزید اس لشکر کے امیر ہونے کے مصداق (حق دار) نہیں بلکہ اس مسئلہ میں تمام علما کا اتفاق ہے۔ پھر اگر ان کو امیر غزوہ تسلیم کر بھی لیا جائے تو ان کی مغفرت مشروط ہوگی۔ ان کے مرتد نہ ہونے کی بنا پر یا اس کے خاتمہ بالخیر ہونے کی شکل میں، جبکہ علمائے اہل حدیث، محدثین اور مورخین کی اکثریت حضرت یزید کو اس لشکر کا امیر تسلیم کرتی ہے لیکن ابوزید کسی بھی قیمت پر یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ابوزید خود ان ائمہ کے قطعی وحتمی فیصلوں کو بھی در خور اعتناء نہیں سمجھتے جن کو بار بار بطور حوالہ پیش کرتے ہیں۔ موصوف نے جن ائمہ کا یزید کے سلسلے میں بار بار حوالہ پیش کیا ہے، ان تمام ائمہ نے بغیر کسی اختلاف کے حضرت یزید کو اس لشکر کا امیر تسلیم کیا ہے لیکن آپ حضرات دیکھیں گے کہ ابوزید نے ان سب کا بھی مکمل رد کیا ہے یا ان کے فیصلوں کو کوئی وزن نہیں دیا بلکہ ان کے اتفاق رائے کے باوجود بھی بار بار یہی کہا کہ علما اس مسئلے پر متفق نہیں ہیں کہ یزید ہی اس لشکر کا امیر وقائد تھا۔

جیسا کہ ذکر واقعہ کربلا ختم کرنے کے بعد کردار یزید کے سلسلے میں قارئین دیکھیں گے کہ ابوزید نے حافظ ذہبی کا قول ان کی کتاب سیر اعلام النبلا سے پیش کیا جس میں ذہبی نے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یزید کے گھٹیا پن کے باجود بھی اس کی ایک نیکی ہے اور وہ ہے غزوۂ قسطنطنیہ کا امیر ہونا۔ اس قول کے نقل کرنے کے بعد ابوزید نے حافظ ذہبی کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ حافظ موصوف کا فیصلہ رجال کے بارے میں نپا تلا ہوتا ہے۔ تو اس نپے تلے قول حافظ ذہبی کی دونوں باتوں کو ابوزید کوئی وزن نہیں دے رہے ہیں یعنی حافظ ذہبی کی تعریف وتوصیف یزید کی تاویل کرڈالی کہ وہ خوبیاں جو حافظ نے شمار کروائی ہے وہ دین کے اعتبار سے نہیں بلکہ دنیاوی اعتبار سے کام آنے والی خوبیاں ہیں۔ پھر قول ذہبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابوزید کہتے ہیں کہ ذہبی نے یزید کے امیر غزوۂ قسطنطنیہ ہونے کا اشارہ دیا ہے جبکہ یہ اشارہ نہیں بلکہ بالوضاحت بیان کردہ قول ہے کہ وہ امیر لشکر قسطنطنیہ تھے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ مذمت حضرت یزید میں حافظ ذہبی کے اقوال سے استدلال کرنے والے ابوزید اس مقام پر ذہبی کے قول کو کیوں تسلیم نہیں کرتے اور کیوں یہ کہتے ہیں کہ یزید کا اس غزوہ کا امیر ہونا متفقہ امر نہیں۔ موصوف دلیل پیش کریں کہ کس کا قول ہے۔

بحث کے آغاز میں ابوز یہ صاف قبول کرچکے ہیں کہ عام طور پر علما نے غزوۂ قسطنطنیہ کی سالاری وقیادت کو تسلیم کیا ہے لیکن یہ متفقہ بات نہیں ہے۔ میں کہتا ہو کہ جب سب نے قبول کیا ہے تو متفقہ کیوں نہیں؟ پھر چند لمحوں کے بعد ایک اور بات ابوزید کہتے ہیں کہ حدیث بخاری کی بنا پر بہت سارے علما نے عام طور پر اس کو قبول کیا ہے کہ یزید اس لشکر کا امیر تھا لیکن یہ سب باتیں (اقوال ائمہ) اپنی جگہ پر ہیں لیکن ان علما نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ پھر ابوزید نے حافظ ابن حجر کی فتح الباری سے چند علما کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ انہوں نے اس سالاری وقیادت سے انکار کیا ہے۔ ابوزید نے حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری سے اس سلسلے میں اختلاف کرنے والوں کے چند نام گنوائے ہیں جبکہ ہم ابھی بتلائیں گے کہ یہ اقوال شیعیت زدہ ہیں اور حافظ صاحب نے ایک محقق ہونے ناطے ان اقوال کو نقل کیا لیکن خود حافظ صاحب نے تمام اقوال کی تردید کرتے ہوئے خود اپنی تحقیق اس بحث میں یہ پیش کی ہے کہ یزید ہی غزوۂ قسطنطنیہ کا امیر تھا۔ پھر ابوزید حافظ ابن حجر کے اس فیصلے کو کیوں قبول نہیں کرتے؟ کیا موصوف کی تحقیق ابن حجر سے بھی فائق ولائق ہے؟ یہ تو وہی بات ہوئی مدعی سست گواہ چست۔ موصوف فرماتے ہیں کہ کچھ علما نے اس کو قبول نہیں کیا لیکن قارئین یاد رکھیں کہ جن جن علما اور محدثین کا ذکر مذمت یزید میں بطور حوالہ پیش کیا ان تمام علما نے حضرت یزید کو اس لشکر کا سپہ سالار تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ ابھی آپ نے دو نام پڑھے یعنی حافظ ذہبیؒ اور ابن حجرؒ اور شیخ ابن تیمیہؒ، ابن کثیرؒ، قسطلانیؒ، عینیؒ، ملا علی قاریؒ، سیوطیؒ بلکہ جمہور علما نے حضرت یزید کی سپہ سالاری لشکر غزوہ قسطنطنیہ کو

قبول کیا ہے لیکن حیرت ہے کہ ابوزید حضرت یزید کی قیادت لشکر غزوہ کو قبول نہیں کرتے۔ علامہ ابن حجرؒ نے مختلف و متعدد اقوال اس سلسلے میں پیش فرمائے ہیں لیکن بعد محاکمہ بطور فیصلہ اسی کو ترجیح دی کہ حضرت یزید ہی اس لشکر کے امیر تھے۔ اس لیے کہ دیگر اقوال اس لائق نہ تھے کہ ان کو لائق اعتبار سمجھا جائے۔ اختلافی اقوال ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فلاں مسئلے میں اختلاف ہے تو تعدد دلائل کے باوجود بر بنائے زور وقوت ترجیح دلائل حقہ و براہین قاطعہ کو ہی دی جاتی ہے اور ابن حجرؒ نے سب کو نقل کرنے کے بعد تسلیم کو اسی کو کیا ہے کہ حضرت یزید ہی اس لشکر کے امیر تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر مسئلہ میں ابن حجرؒ، ذہبیؒ، ابن تیمیہؒ کی تقلید کرنے کے موصوف عادی ہیں تو اس مسئلہ میں ابن حجرؒ کے مقلد کیوں نہیں بن جاتے اس لیے کہ غالباً ابوزید تقلید مطلق کے قائل تو ہیں ہی۔

کیا قیصر کا شہر حمص تھا؟

ابوزید ضمیر نے فتح الباری سے ابن حجرؒ کا پیش کردہ ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کچھ علماء نے کہا ہے کہ یہاں حدیث میں قسطنطنیہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ قیصر کا شہر مذکور ہے اور اس حدیث کو بیان کرتے وقت زمانۂ رسولؐ میں قیصر کا شہر یعنی روم کا پایۂ تخت حمص تھا قسطنطنیہ نہیں اور اس کی جنگ ہوئی تھی ۱۵ھ ہجری میں دور حضرت عمرؓ میں اور اس لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ ابن الجراحؓ تھے اور یہ حمص فتح ہوگیا لہٰذا اس حدیث کی بشارت مغفرت کا حقدار یزید نہیں بلکہ حضرت ابوعبیدہؓ ہیں اور اس میں کئی صحابہ بھی شامل تھے۔ ابوزید کہتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بخاری کی حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کو مانتے ہیں لیکن یہ حمص کے بارے میں ہے قسطنطنیہ کے بارے میں نہیں ہے۔ یہ بھی فتح الباری میں ہے۔

اس کے نقد و جرح میں ہم مولانا ڈاکٹر پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کی کتاب خلافت اُموی خلافت راشدہ کے پس منظر سے صفحہ ۱۶۰ر کا اقتباس نقل کرتے ہیں محقق موصوف نے فتح الباری ہی کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "حافظ ابن التین کے علاوہ ایک قول عجیب کا ذکر بھی (حافظ ابن حجرؒ نے) کیا ہے کہ مدینہ قیصر سے مراد حمص ہے۔ بہر حال حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کو اس نقد و جرح سے اتفاق نہیں اور انہوں نے اس کی تردید کر دی ہے کہ حمص تو مدتوں سے اسلامی شہر تھا اور وہ مدینہ قیصر کیسے ہوسکتا تھا؟ ابوزید سے گزارش ہے کہ وہ ایک بار فتح الباری کے اس مقام کو دیکھ لیں کیوں کہ علامہ ابن حجرؒ نے اس قول کی تردید کی ہے اور حضرت یزید کو امیر لشکر غزوۂ قسطنطنیہ قرار دیا ہے۔ حیرت ہے کہ ابوزید کو حافظ عسقلانیؒ کی یہ ترجیح کیوں قبول نہیں کہ ان کے ہی قول مردود کو مقبول مانے بیٹھے ہیں! مدینہ قیصر پر متعدد حملے ہوئے ہیں اس لیے متعدد امراء الجیوش کے امیر اول ہونے کا امکان ہے پھر ابوزید نے بیان کیا کہ بعض علما نے کہا ہے کہ چلو مدینہ قیصر نہیں بلکہ قسطنطنیہ پر متعدد حملے ہوئے۔ ایک ۳۷ ہجری اور دوسرا

۴۳ ہجری، تیسرا ۴۴ ہجری اور پھر ۴۹، ۵۰ اور ۵۲ ہجری میں اور ان غزوات میں متعدد امراء الجیوش (لشکروں کے امیر) نے جہاد کیا تو ان کے اول جیش یعنی پہلے لشکر کے امیر ہونے کا امکان ہے۔ لہٰذا اس بنا پر حضرت یزید کا امیر لشکر اول ہونا مختلف فیہ ہے۔ پھر ابوزید اس کو debatable (مبحوث فیہ قرار دے کر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں پورا دن چاہئے اس پر بحث کیلئے تاکہ صحیح حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ ابوزید ضمیر خود کو نہ جانے کیا سمجھتے ہیں کہ ابن حجرؒ اور حافظ ذہبیؒ کی تنقید یزید اور مذمت یزید میں تو تقلید کرتے ہیں اور بات بات میں ان ائمہ عظام کے اقوال پیش کرتے ہیں لیکن غزوۂ قسطنطنیہ کے سلسلے میں ان دونوں کے اقوال کو لائق اعتبار نہیں سمجھتے جبکہ آنے والی بحث میں شیخ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن کثیرؒ نے بھی متعدد بار حضرت یزید کو امیر لشکر غزوۂ قسطنطنیہ قرار دیا ہے۔ ان کے اقوال کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ ویسے اس سلسلے میں تو ہم درجنوں کتب سیر و تواریخ کے حوالے پیش کرنے والے ہیں۔ ابوزید ضمیر کے ہوش اڑ جائیں گے۔

کچھ راقم الحروف کی کتاب حدیث غزوۂ قبرس و قسطنطنیہ کے بارے میں

تقریباً ۱۵ رسال قبل ۱۹۹۷ء میں میں نے موقف حسینؓ و یزید کی تالیف کی تھی۔ کلیان کے مقامی اہل بدعت نے بڑا ہنگامہ برپا کیا تھا اور قتل کی متعدد دھمکیاں دی تھیں، مساجد میں بورڈ لکھ کر اس کتاب کی تردید کی گئی اور کہا گیا کہ مصنف ملعون ہے جس نے حضرت حسینؓ کے موقف کو غلط قرار دے کر یزید کو برحق قرار دیا اور یزید کو غزوۂ قسطنطنیہ کے لشکر کا امیر قرار دیا جبکہ اس لشکر کے امیر سفیان بن عوفؓ تھے۔ تو اس فتنے کے جواب میں میں نے ایک دوسرا کتابچہ حدیث غزوہ قبرس و قسطنطنیہ تالیف کیا اور بڑی عرق ریزی و جانفشانی سے اس مسئلہ پر کچھ مواد پیش کیا اس کتابچے میں ہم نے متعدد کتب سیر و تواریخ کے حوالے سے وضاحت کی تھی کہ چونکہ مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف قوت روم کی تھی لہٰذا اس سے ہمیشہ مقابلہ رہا کرتا تھا۔ مصر اور شام کے علاقے اس کی بحری زد میں تھے اس کے روک (دفاع) کیلئے حضرت امیر معاویہؓ نے بحری بیڑا قائم کیا تھا۔ بحری بیڑے کے ساتھ ایک مستقل گرمائی فوج کی تشکیل دی جس کو صائفہ کہا جاتا تھا جو صرف گرمیوں کے موسم میں رومیوں سے برسرپیکار رہتی تھی اور ایک فوج جاڑے کے موسم میں جہاد کرنے کیلئے تشکیل دی جس کو شتائیہ کہا جاتا تھا۔ ان دونوں فوجوں کے الگ الگ انتظامات تھے۔ کوئی بھی سال ان بحری سرگرمیوں کے اعتبار سے خالی نہ جاتا تھا اور عبداللہ بن قیس حارثی، جنادہ بن ابی اُمیہ، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید، بسر بن ارطاۃ، مالک بن حبیرہ، فضالہ بن عبید، یزید بن شجرح اور دیگر روایات کے مطابق سفیان بن عوف وغیرہم رضی اللہ عنہم مختلف سنوں میں بحری معرکوں میں مصروف رہے لیکن ان میں قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔ (ابن اثیر)

یہ غزوات مختلف لشکروں کے ذریعے انجام دیے جاتے لیکن کوئی بھی لشکر قسطنطنیہ تک نہیں پہنچ سکا اور نہ ہی خاطر خواہ کامیابی حاصل کر سکا صرف لشکر حضرت یزید ہی حدیث بخاری کے مطابق قسطنطنیہ تک پہنچ سکا اور غزوہ کیا۔ تمام کتب تواریخ میں اس کا ذکر ہے جیسے طبری، ابن کثیر، ابن اثیر اور ابن حجرؒ عسقلانی نے تفصیلات پیش کی ہیں۔ بلکہ شیعہ کتب میں بھی اس کے متعدد حوالے موجود ہیں یونہی یورپی مورخین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے لہٰذا ابوزید کو شیعی طرز فکر چھوڑ کر کم سے کم اس مسئلے میں ذہبیؒ، ابن تیمیہؒ، ابن حجرؒ، ابن کثیرؒ، ابن اثیرؒ اور طبریؒ وغیرہم کی تقلید کرنا چاہیئے اس لیے کہ موصوف سلفی ہونے کے مدعی ہوتے ہوئے بھی عوام کیلئے کسی ایک امام کی تقلید کے قائل ہیں اور اس پر بحث وتکرار بھی کرتے ہیں جب کہ رد تقلید میں ان کی مایۂ ناز تقاریر بھی سننے میں آتی ہیں۔اس بوالعجبی پر حیرت ہے۔

خالی حدیث دیکھنے کا اور کیا کیا اس نے یہ نہیں دیکھنے کا!

یہ زبان اور انداز بیان ہے ابوزید ضمیر کا اس قسم کی زبان بیچ بیچ میں بولتے رہتے ہیں۔ابوزید کا یہ گمراہ کن جملہ اپنی سمیت اور زہر آلودگی کے اعتبار سے فتنہ انکار حدیث کا پیش خیمہ ہے کہ ایک حدیث میں اتنی وضاحت سے بشارت مغفرت دی گئی ہے اور خود ابوزید کے ماڈل علما کے ذریعے بھی حدیث کے مصداق حضرت یزید امیر المومنین ہی ہیں۔تب بھی ان کو شرح صدر نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے دل کے گوشوں میں حنفیت کی قدیم آلودگی کے جراثیم نے ان کی دماغی ویب سائٹ میں Error پیدا کر دیا ہو۔آخر اس جملے کا کیا مطلب ہے کہ حدیث دیکھنے کا یزید نے کیا کیا یہ نہیں دیکھنے کا۔یعنی موصوف حدیث کو غلط قرار دے رہے ہیں کیونکہ کردار یزید میں گڑبڑ ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس خالق کائنات نے اپنے مقدس رسولؐ کے ذریعہ یہ پیش گوئی ظاہر فرمائی ہو، کیا حضرت یزید کے مستقبل سے بے خبر تھا؟ کہ یزید کو بشارت مغفرت دے دی اور نہ جان سکا کے وہ مستقبل میں راہِ حق سے برگزشتہ ہوجائے گا۔کیا ابوزید شیعوں کی طرح اللہ کیلئے عقیدۂ بداء مانتے ہیں کہ اللہ کو ذہول ہوگیا ہم تو کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت یزید کے کردار کو اور بھی زیادہ روشن اور بے داغ ثابت کرتی ہے اس لیے کہ خود خالق کائنات نے حضرت یزید کو بشارت مغفرت کا مستحق جانا۔

مغفرت کو مشروط کرنے کا عجیب وغریب فنڈا

آگے ابوزید کہتے ہیں کہ فتح الباری میں علامہ ابن حجرؒ نے دوسرے علما کا قول نقل کیا کہ ٹھیک ہے مانا کہ یزید کی مغفرت ہوئی۔ایسی چیزیں بھی ہیں کہ فلاں چیز کرنے سے مغفرت ہوگی تو جو بھی مغفرت کی روایات ہیں تو سارے اعمال کو دیکھا جانے گا، یہ نہیں کہ مغفرت کا عمل کرلیا پھر جو کام چاہے کرے کوئی مسئلہ نہیں۔ایسا نہیں ہوتا

کیونکہ مغفرت کی جتنی حدیثیں ہے وہ مشروط ہوتی ہیں کہ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے وہ مغفرت کا وعدہ باطل ہوجائے۔ پھر کہا کہ کیا مغفرت کا عمل کر کے کوئی مرتد ہوجائے تو چلے گا؟ پھر نماز اور حج کی مثال دی کہ ان فرائض کی انجام دہی کے بعد آدمی صاف ستھرا ہوجاتا ہے، یونہی دو مسلمان جب مصافحہ کرتے ہیں تو ہاتھ چھوٹنے سے پہلے ان کے گناہ دھل جاتے ہیں۔تو یہ تمام مغفرت کبائر (کبیرہ گناہ) میں نہیں ہوتی ہے بلکہ صغائر (چھوٹے گناہ) میں ہوگی اور حقوق اللہ کے قصور پر ہوتی ہے نہ کی حقوق العباد کے سلسلے میں۔

ازالہ فساد دلیل

دراصل حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں جہاں اس حدیث کی شرح فرمائی ہے تو امام مہلب کا قول نقل کیا کہ''اس حدیث (حدیث غزوۂ قسطنطنیہ) میں حضرت امیر معاویہؓ کی منقبت ہے کہ جنہوں نے پہلی بار سمندری غزوہ کیا اور منقبت ہے ان کے فرزند یزید کی کہ جس نے قیصر کے شہر پر پہلا حملہ کیا۔امام مہلب کے تاریخی اطلاق پر حافظ ابن التین اور امام ابن المنیر نے تعاقب نقل کیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے نقد پر تلخیص پیش کی ہے بلکہ ان کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مغفورلھم یعنی''مغفرت یافتہ ہیں'' اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ اہل مغفرت میں سے ہو یہاں تک کہ وہ شخص جس نے اس غزوہ میں شرکت کی اور بعد میں وہ مرتد ہوگیا وہ اس کے عموم میں متفقہ طور پر شامل نہ ہوگا۔لہٰذا اس سے یہ دلیل ملی مغفور ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس شخص میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔یاد رہے حمص والی مخالفت یزید کی دلیل بھی ان ہی بزرگوں کی ہے اور اسی کو ابو زید ہائی لائٹ کرتے ہوئے وزن دے رہے ہیں اور اس پر ۱۵/،۲۰/منٹ صرف کیے۔حافظ ابن حجرؒ کا پیش کردہ ان دونوں بزرگوں پر مخالفت بنوامیہ کا مشہور الزام ہے۔اور اس کو ابن حجرؒ نے رد کر دیا ہے اور ابو زید نے ان کی ردّی کی ٹوکری سے اس کو چن کر صاف کر کے اس کو پیش کیا ہے اور اس پر اپنی مثالوں کے ذریعے حاشیہ آرائی کی ہے۔

فتح الباری کی ابن التین اور ابن المنیر کی شیعیت کی حقیقت

بخاری کی مشہور و معروف حدیث جس کو ابو زید نے پیش کر کے پوری کوشش کی کہ اس لشکر کی سربراہی حضرت یزید کیلئے ثابت نہ ہو سکے، یہ ہے کہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخشا ہوا ہے۔اس حدیث کی شرح میں فتح الباری میں ابن حجرؒ نے امام مہلب کا قول نقل کیا جس میں امام موصوف نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت یزید کی منقبت کو ثابت کیا ہے۔جس میں انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے پہلے بحری حملے اور حضرت یزید کے مدینۂ قیصر یعنی قسطنطنیہ پر حملے کا ذکر کر کے ان دونوں مہموں کو انجام دینے کے عمل کو منقبت (فضیلت) قرار دیا ہے۔ پھر

ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مہلب کے اس قول پر ابن التین اور ابن المنیر نے تعاقب (نقد) کیا ہے'' کھینچ تان کر کوشش کی ہے کہ حضرت یزید کو اس بشارت مغفرت سے خارج کر دیں یہ کہہ کر کہ مغفور لھم یعنی بخشے ہوئے ہے، یہ اس بات سے مشروط ہے کہ اس لشکر کے شریکوں میں مغفرت کی شرط پائی جائے اور اگر کوئی مرتد ہو جائے تو اس سے خارج ہو ہی جائے گا۔ یہ قول شیعیت زدہ ہے اور اسی قول کی بنیاد پر ابوزید نے اپنے مقدمات کی بنیاد قائم کی ہے اور خود اپنی مثالیں بھی پیش کی ہے جس کو شیخ ابن حجرؒ نے قبول ہی نہیں کیا ہے بلکہ رد کر دیا اور امیر یزید کو امیر لشکر غزوۂ قسطنطنیہ ہونے کا اعلان اسی حدیث بخاری کی بنیاد پر کیا ہے۔ نہ جانے کیوں ابوزید نقد سیرت یزید میں تو ابن حجرؒ کا قول معتبر مانتے ہے لیکن منقبت کے معاملے میں قبول نہیں کرتے۔

حقیقت تلبیس ابن التین وابن المنیر

مولانا محمد اسحٰق صدیقی ندوی سندیلوی، سابق شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ اپنی مشہور ومعروف کتاب اظہار حقیقت بجواب خلافت وملوکیت کی تیسری جلد کے صفحہ ۳۴۷۔ ۳۴۸ میں فتح الباری میں حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کے ضمن میں پیش کردہ قول امام مہلب کے تعاقب میں منہج برگزشتہ ابن التین وابن المنیر کے گمراہ کن تعاقب کی تفصیل کو نقل کیا ہے۔ ہم اس کو افادۂ عام کے پیش نظر اپنے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ فتح الباری میں مہلب کے اس قول پر ابن التین وابن المنیر کا قول شیعیت نواز سنی یا سنی نما شیعہ علما ومورخین کی گمرہی و برگزشتگی کیلئے ایک سہارا بنا ہوا ہے۔ اس حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کی وضاحت میں یہ لوگ اس قول کو پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ فتح الباری کی یہ عبارت بخاری شریف کے جلد اول کے حاشئے پر اکثر محشی حضرات درج کرتے ہیں۔ ہند وپاک میں مطبوعہ اکثر بخاری کے نسخوں کے حاشئے پر یہ عبارت موجود ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ محشیٰ حضرات کو امیر یزید سے اس قدر بغض وعداوت ہے کہ ان کی مدح وستائش ان پر سخت گراں گزرتی ہے اور وہ اس حدیث کی مذکورہ بالا رکیک تاویل کرتے ہیں۔

علامہ ندوی سندیلوی فرماتے ہیں'' شارحین بخاری اور جملہ مورخین ومحدثین واصحاب سیر متفق ہیں کہ مدینہ قیصر پر حملہ کرنے کیلئے جو اولین لشکر گیا تھا اس میں امیر یزید بن معاویہؓ شریک تھے۔ فتح الباری جلد رابع ما فی قیل فی قتال الروم کی شرح میں علامہ ابن حجرؒ عسقلانی فرماتے ہیں'' فانہ (یعنی یزید) کان امیر ذالک الجیش بالاتفاق یعنی باتفاق علما اس لشکر کے سپہ سالار امیر یزید تھے اور اس شرکت میں بھی ان کا حصہ بہت سے دوسرے شرکاء سے بڑھا ہوا تھا کیوں کہ وہ اس مبارک لشکر عظیم کے سپہ سالار اعظم اور کمانڈر اعلیٰ تھے۔ یہ دونوں حضرات (ابن التین وابن المنیر) بنوامیہ اور خصوصاً امیر یزید کے سخت مخالف ہونے کے باوجود اس کا انکار کرنے کی جسارت نہ کر سکے

لیکن تعصب اور عداوت یزید کے جوش کی وجہ سے انہیں یہ بھی گوارا نہ ہوا کہ امیر یزید کو مغفور (بخشا ہوا) کہیں اور بشارت ان کیلئے بھی ثابت سمجھیں۔ اس لیے انھوں نے حدیث میں تحریف معنوی کرنے کی ناکام کوشش کی۔ ان کے قول کا ماحصل (خلاصہ) یہ ہے کہ امیر یزید کی مغفرت نہ ہوگی۔ ان کا یہ قول محض ایک دعویٰ ہے جو دلیل سے قطعاً محروم ہے بلکہ دلیل کے خلاف ہے، لہٰذا قطعاً باطل ہے۔ انھوں نے جو توضیح اس کی پیش کی ہے وہ غلط ہونے کے علاوہ اس قدر رکیک ہے کہ ایسے صاحبان علم کے قلم سے اس کا تحریر ہونا تعجب خیز اور افسوس ناک ہے۔ ان کے قول کی غلطی اور رکاکت اور وجوہ ملاحظہ ہوں، پھر علامہ سندیلوی نے ان وجوہ کو گنوایا ہے جن کو ہم بخوف طوالت قلم انداز کرتے ہیں۔

ابوزید ضمیر کو اللہ سے ڈرنا چاہئے

ابوزید نے حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کے سلسلے میں جو بے راہ روی برتی ہے تو اس سلسلے میں ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنے رسولؐ کے ذریعے اس غزوہ کے شریکوں کو مغفرت یافتہ قرار دے رہا ہے اور ابوزید ان تاویلات رکیکہ کے ذریعے حضرت یزید کو اس سے محروم کرنے کیلئے اپنا زور خطابت صرف کر رہے ہیں۔ کہاں نماز، حج اور مصافحہ کے ذریعے گناہوں کی مغفرت کی عام بات اور کہاں اللہ کے رسولؐ کی باقاعدہ پیش گوئی جس میں بالاہتمام ایک غزوہ کی نامزد پیش گوئی فرمائی جارہی ہے اور مغفورلھم ماضی کے صیغے کے ساتھ فرما جارہا ہے یعنی بخشے ہوئے۔ یہ مضارع کا صیغہ استعمال نہ فرمایا کہ بخش دے گا۔ پھر یہ کیسی جرأت رندانہ اور جسارت بیجا ہے کہ اتنی واضح پیش گوئی کے مدمقابل نماز، حج اور مصافحہ کے ذریعے گناہوں کی مغفرت کی مثالیں دے کر محض بغض وعنات اور مخالفت یزید کے جذبہ فاسدہ کی بنا پر یاوہ گوئی فرما رہے ہیں۔ آخر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ موصوف نے اول تو حضرت یزید کے امیر لشکر غزوۂ قسطنطنیہ ہونے کے اختلاف کا ذکر کرکے صاف انکار کیا جو کہ شیعہ راویوں کی دین ہے اور بصورت دیگر امیر ماننے کی شکل میں مختلف مثالوں کے ذریعے مغفرت کو مشروط ثابت کیا۔ اپنی اس روش میں موصوف نے تمام علما کی واضح اور صریح دلیلوں کا انکار کرتے ہوئے شیعوں کے مطمح نظر کی عکاسی کی ہے۔ حافظ صلاح الدین یوسف نے حرہ اور کربلا کے واقعات کی طرح اس سلسلے میں بھی اپنی کتاب رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا میں ابوزید ضمیر کے ہر دعوے کی تغلیط فرمائی ہے اور حضرت یزید کو ہی نہ صرف یہ کہ امیر لشکر مانا ہے بلکہ مغفورلھم تسلیم کیا ہے اور تسلیم نہ کرنے کے عمل کو شیعیت زدہ نظریہ قرار دیا ہے۔

شیخ صلاح الدین یوسف کی تحقیق بسلسلہ غزوۂ قسطنطنیہ

ابوزید ضمیر نے امیر المومنین یزید کے تعلق سے واقعہ حرہ اور کربلا کی طرح غزوۂ قسطنطنیہ کے مسئلے میں بھی خالص شیعی نقطہ نظر پیش کیا ہے اور اہل حدیث کا منہج اس مسئلے میں قطعی مختلف ہے۔ شیخ صلاح الدین یوسف نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت کی شرعی حیثیت اور رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا میں اس مسئلے کے تعلق سے سلفی منہج کو پیش کیا ہے جس کی ایک مثال ہم کربلا کے واقعے میں پیش کر چکے ہے اور اب اسی کتاب سے اس مسئلہ میں بھی حافظ صلاح الدین یوسف کی تحقیق پیش کرتے ہیں تاکہ ابوزید کی تقریر سے اہل حدیث کا جو منہج متاثر ہوا ہے وہ حافظ موصوف کے اس اقتباس سے صحیح ہوجائے جس کے نتیجے میں ابوزید کی تقریر سے ظاہر ہونے والے مفاسد کا سد باب ہوسکے اور اہل حدیث عوام اس مسئلے میں عقیدے کی خرابی سے متاثر نہ ہوں۔ حافظ موصوف غزوۂ قسطنطنیہ کی سپہ سالاری یزید کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں ''غزوۂ قسطنطنیہ سے متعلق صحیح بخاری کی جو روایت پہلے متعدد مقامات پر زیر بحث آچکی ہے جس میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والے افراد مغفور (بخشے ہوئے) ہیں۔ تمام قدیم کتب تواریخ اس امر پر متفق ہیں کہ اس غزوہ کے امیر لشکر یزید بن معاویہؓ تھے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مسند احمد کی ایک روایت ہے جس میں صاف وضاحت ہے کہ ''اس لشکر قسطنطنیہ کے امیر جس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شریک تھے، یزید بن معاویہ تھے''۔ (مسند احمد: ۵۔۴۱۶، طبع جدید) اسی طرح قدیم تاریخوں مثلاً ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) کی طبقات الکبریٰ، ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی تاریخ الامم والملوک (ج:۴، ص:۱۷۳) اور خلیفہ ابن خیاط (متوفی ۲۴۰ھ) کی تاریخ (ج:۱،ص:۱۹۶) میں بسلسلہ زیر بحث غزوہ قسطنطنیہ، یزید بن معاویہؒ کی شمولیت کا ذکر اس انداز ہی سے آیا ہے کہ وہ امیر لشکر تھے۔ یہ تو اولین اور قدیم ترین تاریخیں ہیں، بعد کے مورخین میں حافظ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) کا جو پایہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ انہوں اپنی تاریخ کی مشہور کتاب البدایہ والنہایہ کے متعدد مقامات پر اس کی صراحت کی ہے۔ ج:۸،ص:۵۹ پر مسند احمد کی متذکرہ بالا روایت بھی نقل کی ہے اور ص:۵۸ پر ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ یزید نے پڑھائی (البدایہ والنہایہ: ۸۔۶۰۔۱۶) اسی جلد کے صفحہ ۱۵۱ پر لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ بھی اس لشکر میں موجود تھے اور ص:۲۲۹ میں یزید کے حالات میں لکھا ہے۔ اسی طرح ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب ''الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب'' ج:۱، ص:۱۵۷۔ امام سہیل (متوفی ۵۸۱ھ) کی الروض الانف (شرح سیرت ابن ہشام) ج:۲،ص:۲۴۶۔ حافظ ابن حجرؒ کی کتاب ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' ج:۲،ص:۹۰۔ میں اسی حقیقت کا اثبات کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں شروح بخاری، فتح الباری ج:۶،ص:۱۳۵، (طبع دارالسلام) اور ''عمدۃ القاری'' میں بھی حدیث یغزون مدینۃ قیصر کی شرح کرتے ہوئے یہی کچھ لکھا ہے۔

حدیث اور تاریخ کے ان تمام حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ جس لشکر کے بارے میں رسولؐ نے مغفور لھم فرمایا ہے اس کے امیر یزید بن معاویہؓ ہی تھے۔ اس تاریخی حقیقت کے برعکس بعض لوگ یزید کو اس شرف سے محروم کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ زیر بحث لشکر کے امیر حضرت سفیان بن عوف تھے، یزید نہ تھے لیکن تاریخی دلائل اس رائے کی تغلیط کرتے ہیں جیسا کہ محولہ بالا عبارتوں سے واضح ہے۔ غالباً ایسے لوگوں کے سامنے ابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ) کی الکامل اور ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کی تاریخ ہے حالانکہ ان کے بیانات سے بھی ان کی رائے کی تائید نہیں ہوتی۔ ابن الاثیر نے اس سلسلے میں یہ لکھا ہے کہ ''حضرت معاویہؓ نے قسطنطنیہ کی طرف کثیر فوج روانہ کی۔ حضرت سفیان بن عوف کو اس کا امیر مقرر کیا اور اپنے لڑکے یزید کو بھی اس فوج میں شامل ہونے کو کہا لیکن وہ ساتھ جانے کو تیار نہیں ہوا۔ لشکر وہاں پہنچا اور خبر آئی کہ وہ مصائب سے دوچار ہو گیا ہے اس پر یزید کی خواہش کے مطابق جم غفیر لشکر کا اضافہ کیا جن میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور ابوایوب انصاریؓ وغیرہم بہت سے لوگ تھے۔ (ملخصا از تاریخ ابن لاثیر (ج:۳،ص:۲۲۷) تاریخ ابن خلدون میں بھی (غالباً) اسی سے ماخوذ تقریباً ایسا ہی درج ہے۔ (ج:۳،ص:۹۔طبع بیروت)

اولاً: یہ دونوں کتابیں بعد کی ہیں جبکہ قدیم تاریخوں میں (جو بنیادی آماخذ ہیں)۔ یزید ہی کو لشکر کا سپہ سالار بتلایا گیا ہے جیسا کہ پہلے سارے حوالے درج کیے جا چکے ہیں۔ ثانیاً: ابن الاثیر اور ابن خلدون کی بیان کردہ تفصیل کو پہلے مورخین کی مذکورہ تصریحات کی روشنی میں دیکھا جائے تو اس میں صرف اتنا اضافہ ملتا ہے کہ یزید سے پہلے ایک لشکر سفیان بن عوفؓ کی قیادت میں بھیجا گیا لیکن بوجوہ وہ لشکر کوئی کارکردگی پیش نہ کر سکا جس کے بعد یزید کی سپہ سالاری میں وہ لشکر بھیجا گیا جس نے وہاں جا کر جہاد کیا اور یوں یزیدی لشکر ہی غزوہ قسطنطنیہ کا اولین غازی اور بشارت نبویؐ کا مصداق قرار پایا۔ بنابریں تمام مورخین کا یزید ہی کو اس لشکر قسطنطنیہ کا سپہ سالار قرار دینا بالکل صحیح ہے۔ اور ابن الاثیر اور ابن خلدون کی تفصیل بھی اس کے مناقض نہیں۔ وہ اس میں ایک بات کا اضافہ ضرور ہے تاہم اس اضافہ سے یزید کو اس شرف سے محروم کرنے کی کوشش غیر صحیح اور بے بنیاد ہے۔ یہ بات تو خود ابن الاثیر کے اپنے ذہن میں بھی نہیں تھی جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں یزید ہی کو لشکر قسطنطنیہ کا سپہ سالار لکھا ہے (ج:۲،ص ۸۸،طبع قدیم ،ترجمہ ابوایوب انصاریؓ)

غزوۂ قسطنطنیہ کے حوالے سے مغفرت یزید کا مسئلہ

شیخ صلاح الدین یوسف سے سوال کیا گیا کہ غزوۂ قسطنطنیہ کے حوالے سے یزید کی مغفرت کی جو تصریح کی ہے اس مقصد سے کیا مراد ہے اور محدثین و شراح بخاری نے اس حدیث سے کیا مراد لیا ہے اور یزید سے متعلق کیا

تصریحات فرمائی ہیں اور مہلب کے قول سے متعلق کیا کہا ہے؟ موصوف نے اس کے جواب میں مسئلہ یزید کی مغفرت کے عنوان کے تحت جواب دیا ہے۔ ہم اس کو افادۂ عام کے پیش نظر پیش کرر ہے ہیں تاکہ حافظ صلاح الدین یوسف کے ذریعے ابوزید ضمیر کو اوران کی تقریر کے متاثرین کو غزوۂ قسطنطنیہ کے تناظر میں مغفرت یزید کے سلسلے میں موقف اہل حدیث معلوم پڑے۔

جواب مسئلہ یزید کی مغفرت کا

مغفرت سے مراد وہی ہے جو اس کا عام مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی عام بندے کے گناہوں کو نظر انداز کر کے اس کو معاف کر دینا، بخش دینا اور انعامات کا مستحق قرار دینا، باقی رہی بات کہ محدثین اور شراح بخاری نے اس سے کیا مراد لیا ہے اور یزید سے متعلق کیا تصریحات فرمائی ہیں؟ اور مہلب کے قول کے متعلق کیا کہا ہے؟ تو محترم مدیر صاحب اگر ہماری تصریحات پر ذرا گہری نظر سے غور فرما لیتے تو شاید وہ یہ سوالات نہ کرتے کہ ہماری مختصر سی عبارت میں ان تمام باتوں کا جواب موجود ہے۔ مناسب ہے کہ ہم پہلے اپنے سابقہ مضمون کی وہ عبارت یہاں نقل کر دیں جس پر یہ سوال کیا گیا ہے، اس کے بعد مزید گفتگو موضوں رہے گی۔ ہم نے لکھا تھا ''کم از کم اہل سنت کو حدیث کے مطابق ہی یزید کو برا بھلا کہنے سے بعض رہنا چاہئے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے متعلق مغفرت کی بشارت دی ہے اور یزید اس جنگ کا کمانڈر تھا۔ بخاری کی صحیح حدیث اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کسی کاہن یا نجومی کی پیش گوئی نہیں کہ بعد کے واقعات غلط ثابت کر دیں۔ اگر ایسا ہو تو پھر نبیؐ کے فرمان اور کاہن کی پیش گوئی میں فرق باقی نہ رہے گا، کیا ہم اس حدیث کی مضحکہ خیز تاویل کر کے یہی کچھ ثابت کرنا چاہتے ہیں؟''۔

مدیر موصوف کو ہماری اس بات سے اختلاف تھا تو ان کو بتلانا چاہئے تھا کہ نبیؐ کی بشارت اور نجومی کی پیش گوئی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ کیونکہ اس حدیث کی ایسی تاویل جس سے بشارت کا پہلو ختم ہو جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ایک کاہن کے قول سے زیادہ اہمیت نہ دینے پر ہی صحیح قرار پا سکتی ہے۔ اس کے بغیر جب غزوۂ قسطنطنیہ کے شرکاء سے کسی ایک کو بھی مغفرت کی بشارت سے خارج نہیں کیا جا سکتا تو ہمیں بتایا جائے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ حضورؐ کی پیش گوئی بھی اٹل ہو اور اس میں سے کسی کا تخلف بھی ہو جائے، بیک وقت دونوں باتیں ممکن نہیں۔

امام مہلب کے قول میں یہی تو کہا گیا ہے کہ آنخضرتؐ کا قول مشروط ہے اس بات سے کہ ان شرکاء میں سے بعد میں کفر وارتداد کا ارتکاب نہ کیا ہو۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اس بشارت سے خارج ہو جائے گا لیکن اس

تاویل میں کوئی وزن نہیں، صحیح بخاری کے جلیل القدر شارحین اس تاویل کو بغیر کسی ردونقد کے کیوں نقل کرتے آئے ہیں؟ حالانکہ یہ تاویل بالکل ویسی ہی ہے جیسی تاویل شیعہ حضرات صحابہ کرام کے بارے میں کرتے ہیں، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے آنحضرتؐ کی زندگی میں صحابہ کو رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کا سرٹیفکیٹ دیا گیا تھا لیکن آپؐ کی وفات کے بعد چونکہ (نعوذ باللہ) وہ مرتد ہو گئے تھے، اس لیے وہ اس کے مستحق نہیں رہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ لغو تاویل آپ کے نزدیک قابل قبول نہیں تو یزید کے بارے میں بھی تاویل کیوں کر صحیح ہو جائے گی؟

پھر محض امکان کفر وارتداد کو وقوع کفر وارتداد سمجھ لینا بھی سمجھ سے بالاتر ہے۔ مان لیجئے کہ حضورؐ کی پیش گوئی مشروط ہے اور کفر وارتداد کرنے والے اس سے خارج ہو جائیں گے، لیکن اس کے بعد اس امر کا ثبوت بھی تو پیش کیجئے کہ یزید کافر اور مرتد ہو گیا تھا، اور پھر اسی کفر وارتداد پر اس کا خاتمہ بھی ہوا، جب تک آپ اس کا واقعی ثبوت پیش نہیں کریں گے، بشارت نبویؐ کو مشروط کرنے سے بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا''۔ اس کے بعد شیخ نے مغفرت کے بارے میں اور کربلا کے بارے میں اور مسئلہ لعنت کے بارے میں تھوڑی بحث کی اور کچھ دور جا کر اس مسئلہ پر لوٹے ہیں۔ ہم یہیں سے اس کو جاری کرتے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں ''سب سے زیادہ تعجب رضائے مصطفیٰ اور ان کے ہمنواؤں پر ہے کہ ایک طرف وہ آنحضرتؐ کو عالم ما کان وما یکون یعنی ہر چیز کو جاننے والا تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ کی دی ہوئی بشارت میں سے یزید کو خارج کرنے میں کوشاں ہیں، ہم تو آنحضرتؐ کو عالم الغیب تسلیم نہیں کرتے البتہ بشارات کا منبع وحیٔ الٰہی کو مانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مستقبل کے متعلق جتنی پیش گوئیاں حضورؐ نے فرمائی ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے علم اور وحی پا کر کی ہیں۔ جو کبھی غلط نہیں ہو سکتیں اور آپ تو خود حضورؐ کو عالم الغیب مانتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی پیش گوئی پر اعتقاد نہیں، کیسی عجیب بات ہے؟ آپ کے نزدیک اس بات کا کیا جواب ہے کہ جس وقت نبیؐ نے غزوۂ قسطنطنیہ کے شرکاء کی مغفرت کی خبر دی، اس وقت رسول اللہؐ کو یہ علم تھا یا نہیں کہ اس میں یزید جیسا شخص بھی شامل ہوگا اور یہ بھی آپؐ کو علم تھا یا نہیں کہ یزید بعد میں کافر و مرتد ہو جائے گا؟ اگر ان دونوں باتوں کا آپؐ کو اس وقت علم تھا تو پھر نبیؐ نے یزید کو مغفرت کی بشارت سے خارج کیوں نہیں کیا؟ اور علم ہوتے ہوئے اگر آپؐ نے یزید کو خارج نہیں کیا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ امید ہے مدیر موصوف اپنے عقیدۂ علم غیب کے متعلق ان سوالات کی وضاحت ضرور فرمائیں گے۔

بہرحال رسول اللہؐ نے غزوۂ قسطنطنیہ کے شرکاء کی مغفرت کی جو پیش گوئی فرمائی ہے وہ بالکل برحق ہے اور یقیناً وہ سب مغفور لھم (بخشے ہوئے) ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی کافر یا مرتد ہو جانے والا ہوتا تو آپؐ اس کی بھی وضاحت فرما دیتے، اس لیے وہ سب شرکائے غزوہ یقیناً مسلمان تھے، غزوہ کے بعد ان کے کفر وارتداد کا امکان محض

ایک واہمہ، سفسطہ اور مفروضہ ہے۔ بشارت کا اقتضا تو یہ ہے کہ ان کا خاتمہ بہر حال ایمان واسلام پر ہی ہونا چاہئے اور یہی ہمارا اعتقاد ہے کیونکہ اس اعتقاد کے بغیر ایک نبیؐ کی پیش گوئی اور کاہن اور نجومی کی پیش گوئی میں فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ نبیؐ کی توہین کی ایسی جسارت ہم نہیں کر سکتے، یہ تو ان ہی لوگوں کا جگر ہیں جو عشق رسولؐ کے ٹھیکیدار بھی بنے پھرتے ہیں اور آپؐ کی پیش گوئی کو ایک نجومی کے اٹکل پچو سے زیادہ حیثیت دینے کیلئے بھی تیار نہیں۔ معاذ اللہ!

تنبیہہ مزید: تحقیق حدیث غزوۂ قسطنطنیہ اوراس کے ذریعے ملنے والی بشارت مغفرت سے متعلق دونوں عناوین پر ہم نے حافظ صلاح الدین یوسف کی کتاب سے طویل اقتباسات اس لیے نقل کیے کہ قارئین کرام یہ جان سکیں کہ علمائے اہل حدیث کا حضرت یزید کے تعلق سے کیا منہج ہے۔ سطور گزشتہ میں غزوۂ قسطنطنیہ اوراس ملنے والی مغفرت کے تعلق سے ابوزید ضمیر کے تمام نظریات قارئین نے پڑھ لیے اور اب حافظ موصوف کے دونوں مضامین بھی ان کی نظر سے گزر چکے اب وہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ابوزید ضمیر اس مسئلہ میں اہل حدیث سے کتنے دور ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف کا مہلب کے قول میں مذکور شیعیت پر تذبذب

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ حدیث غزوۂ قسطنطنیہ میں ابن حجرؒ نے مہلب کا جو قول نقل کیا ہے اوران کے اس قول پر ابن التین اور ابن المنیر نے جو نقد وتعاقب کیا ہے اور جس کی تلخیص ابن حجرؒ نے اپنے الفاظ میں کی ہے، ان دونوں کی کوشش یہ تھی کہ حضرت یزید کو اس بشارت سے محروم کیا جائے۔ ان دونوں کی باطل تاویل کو شیخ ابن حجرؒ نے بھی رد کیا اور دیگر محدثین نے بھی تعجب کیا۔ شیخ صلاح الدین یوسف بھی فتح الباری کے اس قول پر حیرت زدہ ہیں کہ صحیح بخاری کے جلیل القدر شارحین اس تاویل کو بغیر کسی رد ونقد کے کیوں نقل کرتے آئے ہیں، اوراس تاویل کو انہوں نے شیعیت سے متاثر گردانہ۔ اس سے ایک بات معلوم پڑتی ہے کہ متاخرین بچنے کی کوشش کرنے کے باوجود شیعی فتنہ سامانیوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔

کردار یزید ابوزید کی نظر میں

اس کے بعد ابوزید ضمیر حضرت یزید کے کردار پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاویٰ جلد ۳ کے صفحہ ۴۱۰ میں فرماتے ہیں کہ یزید دینداری کیلئے مشہور نہ تھا بلکہ وہ عام مسلم نوجوانوں میں سے تھا اور کافر یا زندیق نہ تھا، ہم کہتے ہیں کہ مسلم ہونے کے باوجود تقویٰ کے اہتمام کے نہ ہونے پر یا ہونے پر کچھ لوگ خصوصی طور پر دینداری کیلئے عموماً مشہور نہیں ہوتے۔ ہمارے زمانے میں کتنے علما ہیں جو عالم وفاضل ہونے کے بعد خطابت نیز

تصنیف وتالیف کرتے ہیں، نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں اور فاسق اور فاجر نہ ہوتے ہوئے بھی دینداری کیلئے خاص طور پر مشہور نہیں ہوتے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ لوگ بے دین، فاسق اور فاجر کہلائے جائیں۔ کیا ابوزید حضرت یزید کیلئے صوفیوں والی دینداری چاہتے ہیں جس میں چلے، مراقبے اور وحدۃ الوجود والی فنا فی اللہ کی منزلیں دکھائی جائیں! جبکہ یزید کی دینداری کے شواہد بھی بکثرت ہیں۔ اسی کتاب میں ان کا ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا صحابہ کرام نے ایک بے دین کو امامت وخلافت کے منصب پر فائز کر دیا تھا؟ حیرت ہے کہ جماعت صحابہ تو حضرت یزید کو دینداری کی بنا پر اس لائق جانیں اور ابوزید ان کو بے دین سمجھیں! ابن تیمیہؒ اس مسئلہ میں جتنا سمجھے ہیں صرف وہی تو معیار تحقیق نہیں جبکہ دوسرے محققین نے حضرت یزید کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے جن پر حضرت امام ابن تیمیہ کی نظر نہ جاسکی۔ ویسے حضرت یزید کے سلسلے میں علامہ ابن تیمیہؒ افراط وتفریط سے سب سے زیادہ محفوظ ہیں۔

حافظ ذہبی کا حضرت یزید کو ناصبی قرار دینا

اس کے بعد ابوزید نے حافظ ذہبی کا قول سیر اعلام النبلا سے پیش کیا ہے کہ یزید ناصبی تھا، عربی کی ڈکشنری تاج العروس کے مطابق حضرت علیؓ سے نفرت رکھنے والے اور اس نفرت کا اہتمام کرنے والے کو ناصبی کہتے ہیں۔ اس کی جمع نواصب ہے جو ایک فرقہ ہے۔ کاش ذہبی حضرت یزید کے ناصبی ہونے کے شواہد بھی پیش کر دیتے۔ ہمیں موصوف کے سوا کسی کا ایسا قول نہ ملا اور نہ کسی سے سنا! پھر یزید کو ناصبی ماننے سے پوری جماعت صحابہ پر الزام آتا ہے کہ ایسے گمراہ شخص کو قوم وملت کی امامت پیش کر دی! دراصل علمائے متاخرین کا نقطہ نظر حضرت یزید اور بنی امیہ کے تعلق سے شیعی فکر ونظر کا حامل ہے اس لیے کہ اکثر علما کا تاریخ میں مصدر ومرجع شیعیت زدہ کتب تواریخ ہیں اور اہل سنت کے متعدد علما بلا شبہ اس کا شکار ہوئے۔ لیکن خیر القرون کے صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعینؒ نیز محدثین کرام کا نقطہ نظر نیز علمی تناظر علمائے متاخرین سے قطعی مختلف ہے اس پر غور وفکر کریں تو خیر القرون کے مسلمین کے نزدیک حضرت یزید امام وامیر ہیں اور خلافت کی پوری ذمہ داری آپ نبھاتے ہیں۔ امیر موصوف ہی امامت وجہاد کرتے ہیں لیکن بعد کے لوگ ان کو نواصب میں شمار کرتے ہیں۔ حضرت حسینؓ تو بیعت یزید پر آمادہ نظر آئیں، خاندان بنی ہاشم، اولاد علیؓ اور حسنی وحسینیؓ افراد نے ایام حرہ میں بیعت حضرت یزید نہ توڑی اور نہ بغاوت میں بلوائیوں کا ساتھ دیا بلکہ حرہ کے بعد جب لشکر حضرت یزید واپس جا رہا تھا تو حضرت حسینؓ کے فرزند ارجمند حضرت زین العابدین نے شیعیت زدہ مؤرخ طبری کے مطابق لشکر کے گھوڑوں کیلئے دانہ پانی کا انتظام کیا۔ اگر حضرت یزید ناصبی یعنی دشمن حضرت علیؓ ہوتے تو اولاد علیؓ حرہ اور حصار مکہ کی بغاوتوں میں یزید کے خلاف متحد ہوگئی ہوتی اور کربلا کے واقعات کے بعد اولاد علیؓ نے کبھی بھی حضرت یزید یا بنی امیہ سے بغاوت نہ کی الا یہ کہ منحرف برگشتہ ائمہ سو وفساد

کے۔ ساتھ ہی کربلا وحرہ کے بعد بھی اولادعلی نے بغاوت نہ کی۔ حضرت یزید کے نکاح میں حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ (دامادعلیؓ) کی بیٹی اُم محمد تھیں۔ امیر موصوف کیلئے حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت محمد بن حنفیہ نے دفاع ومناظرے کیے اور کسی بھی قیمت پر باغیوں کا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔ بی بی زینب بن علیؓ مدینہ چھوڑ کر دمشق امیر یزید کے پاس چلی گئیں اور مرنے کے بعد بھی وہیں دفن ہوئیں۔ عمرالاطرف اور الارشط (ابن علیؓ) حضرت یزید کی بیعت پر آخری دم تک مستقیم رہے۔ حضرت حسینؓ کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر طیار نے حضرت محمد حنفیہؒ کی طرح حضرت یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کے خروج کی مذمت کی اور کہا کہ تم اللہ سے ڈرتے نہیں تم جماعت المومنین سے خارج ہورہے ہو اور اُمت میں تفرقہ ڈال رہے ہو۔ پھر بھی حافظ ذہبی نہ جانے کیوں حضرت یزید کو ناصبی قرار دے رہے ہیں! حضرت یزید کے ناصبی نہ ہونے پر اگر دلائل جمع کیے جائیں تو اچھی خاصی کتاب تالیف ہوسکتی ہے۔ آخر میں میں اس بات پر عنوان ختم کرتا ہوں کہ خود اولادعلیؓ، حضرت یزید کو دشمن حضرت علیؓ قرار نہیں دیتی بلکہ ان کی اطاعت کرتی ہے دفاع کرتی ہے اور ان سے رشتہ داری کرتی ہے لیکن پھر بھی ذہبی ان کو ناصبی یعنی حضرت علیؓ کا دشمن قرار دیتے ہیں فیصلہ قارئین خود فرمائیں۔

شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں حضرت یزیدؒ

اس کے بعد ابوزید ضمیر نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی جلد نمبر ۲ کے صفحہ نمبر ۲۳۰ سے شاہ ولی اللہؒ کا ایک قول پیش کیا ہے **ودعاۃ الضلال یزید باالشام ومختار بالعراق**۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کی ایک حدیث ہے کہ ایک دور آئے گا کہ گمراہی کے داعی (دعوت دینے والے) پیدا ہوں گے جو گمراہی کی طرف بلائیں گے۔ علامہ البانی نے الصحیحہ میں جلد نمبر ۴ میں اس کو صحیح قرار دیا۔ حدیث کو ذکر کرنے کے بعد شاہ فرماتے ہیں کہ گمراہی کے داعی جو حدیث میں وارد ہے تو شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار بن عبید ثقفی تھا۔ ابوزید نے کہا کہ اس طرح شاہ ولی اللہ کی نظر میں یزید گمراہی کے داعیوں میں تھا۔ اس سلسلے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ نہ معلوم حضرت شاہ ولی اللہؒ کو حضرت جبرئیل نے کب آکر خبر دی کہ یزید اور مختار اس حدیث کے مصداق ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ شاہ ولی اللہ کا کشف ہو بہرحال اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں اور اگر بربنائے مطالعہ یہ فرمارہے ہیں تو یقیناً اس سلسلے میں شاہ نے شیعیت زدہ تاریخ کے زیر اثر ایسا فرمایا ہے۔ موصوف نے جو پڑھا سو فرمایا۔ ہم ذہبی یا شاہ کے مقلد نہیں جو اس سلسلے میں ان کی بات کو مانیں۔ ہم یقیناً اسلاف سے علم حاصل کرتے ہیں لیکن محقق اور شفاف معلومات، نہ کہ شیعیت زدہ وسبائیت زدہ معلومات۔

متعدد ائمہ اہل سنت نے حضرت یزید کے تعلق سے اچھے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور ہم یہ مانتے ہیں

کہ گمراہی کے داعی کو اللہ تعالیٰ جماعت المسلمین کے عظیم خلیفہ ومنصب جلیل پر فائز نہیں کرسکتا تھا اور نہ اسلامی تاریخ پر شدید قسم کے اعتراضات وارد ہوں گے اور خود اللہ کی نظر انتخاب پر حرف آئے گا اور صحابہ کرام کی عظمت بھی معرض خطر میں پڑ جائے گی کہ کس طریقہ سے اس مقدس جماعت نے گمراہی کے داعی کو اسلام کا امیر تسلیم کرلیا۔ لہٰذا ہم کو شاہ ولی اللہ کا فیصلہ نہیں دیکھنا ہے بلکہ صحابہ کرام کا پریکٹیکل عمل دیکھنا ہے۔ ہم سلفی ہے خلفی نہیں۔

سعودی کی فتویٰ کمیٹی اللجنۃ الدائمہ کا حضرت یزید کے بارے میں فتویٰ

اس کے بعد ابوزید نے کردار یزید کو اور بھی سیاہ ثابت کرنے کیلئے اللجنۃ الدائمہ کا فتویٰ پیش کیا۔ یہ جلد ۳ کے صفحہ ۳۹۶ پر ہے۔ ابوزید کہتے ہیں کہ اس کے مطابق علما فرماتے ہیں ''یزید کے بارے میں علما دو طبقوں میں منقسم ہیں اور درمیانی طبقہ بھی ہے اور تینوں میں صحیح قول یہ ہے کہ یزید مسلمان بادشاہوں میں ایک بادشاہ تھا جس کی کچھ نیکیاں اور کچھ برائیاں تھی اور وہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا۔ ہم اس کمیٹی کے اس فیصلے پر لبیک کہتے ہیں اس لیے کہ اس میں نہ جانے کون سی خرابی ابوزید ضمیر کو نظر آئی کیوں کہ اچھائی، برائی ہر انسان میں ہوتی ہے۔ آگے فتویٰ میں ہے کہ وہ کافر نہ تھا تو ہم بتادیں کے یہ ردشیعہ میں کہا گیا اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ یزید کافر تھا۔ پھر فتویٰ میں ہے کہ یزید کی وجہ سے حضرت حسینؓ کے قتل اور اختلاف وغیرہ کے سلسلے میں کچھ ہوا اور یہ کہ اس نے حرہ والوں (مدینہ کے باغیوں) کے ساتھ جو کیا سو کیا۔ ابوزید کہتے ہیں کہ حرہ والوں سے مراد ہے مدینہ والے تو ہم ثابت کر آئے ہے کہ مدینہ کے ایک خاص باغی گروہ نے بغاوت کی تھی۔ اصحاب عزوشرف نے نہ کی تھی اور ان کا (باغیوں کا) یہ فعل بھی غیر شرعی اور حرام تھا جس کی حضرت یزید نے سرکوبی کی۔ غلطی حضرت یزید کی نہ تھی بلکہ حرہ والوں کی تھی۔ تفصیلی معلومات پیچھے گزریں تو یہاں تو اللجنۃ کے فتوے میں ایسی کوئی بات نہیں جس سے مجھے اختلاف کرنا پڑے۔ ابوزید کو اس فتوے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ آگے اس فتویٰ میں ہے کہ وہ صحابی رسولؐ نہ تھا۔ اور صالحین (نیکوں کاروں) میں سے نہ تھا جو فتویٰ میں ہے تو یہ بھی صحیح ہے کہ وہ صحابی نہ تھا۔ کوئی ان کو صحابی نہیں کہتا بلکہ وہ یقیناً تابعی ہے۔ رہا یہ کہ وہ اولیاء اللہ اور صالحین میں سے نہ تھا تو یہ غیر صحیح ہے جس کا فیصلہ تو تاریخ کرچکی ہے۔ اگر وہ اولیاء اللہ اور صالحین میں سے نہ ہوتے تو امیر موصوف حضرت یزید کو غزوۂ قسطنطنیہ میں سربراہی کرنے کی بنا پر مغفور نہ فرمایا گیا ہوتا۔ قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت یزید کا جنتی ہونا ثابت ہے لہٰذا اللجنۃ کو اس بات پر نظر ثانی کرنا چاہئے۔ پھر لجنہ والوں نے حضرت یزید کی نیکی وبدی کا نامہ اعمال محفوظ نہیں کیا ہے، یہ کام اللہ کا ہے۔

نقد بر روایت ابن کثیر فی البدایہ والنہایہ

اس کے بعد ابوزید ضمیر نے البدایہ والنہایہ کی جلد ۱۱ کے صفحہ ۶۱۷ سے ایک عبارت پیش کی کہ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ صحابیِ رسولؐ اپنے خطبے میں کہا کرتے تھے کہ یزید بندروں والا۔ بعضوں نے کہا کہ اس کو بندروں سے لگاؤ تھا۔ شراب پینے والا۔ مدینے والے یزید کو شرابی مانتے تھے۔ یہ بات یزید تک پہنچی۔ ابوزید یاد رکھیں کہ ابن کثیر نے اس سے بھی بدتر روایات مذمت حضرت یزید میں پیش کیں ہیں لیکن حضرت یزید کے فسق و فجور کی تمام روایات کے بارے میں صاف کہا ہے کہ مخالفت یزید میں لوگوں نے روایات وضع کیں ہیں، وہ سب کی سب مردود ہیں۔ البدایہ والنہایہ ہمارے پیش نظر ہے۔ قارئین مطالعہ کر کے تصدیق کر سکتے ہیں موصوف ابن کثیر نے فرمایا کہ شراب اور منہیات کی روایات (یزید سے متعلق) مردود ہیں، ناقابل اعتبار ہیں۔ ابن کثیر نے اسی کتاب میں حضرت یزید کو مغفور یعنی بخشا ہوا مانا ہے لیکن ابن کثیر بھی روایت پرستی میں دوسروں سے کم نہیں اور طبری سے تو خصوصی طور پر متاثر ہیں جیسا کہ ایک بار آپ نے فرمایا کہ اس روایت کو اگر طبری نقل نہ کرتے تو میں بھی نقل نہ کرتا اور طبری کی شیعیت پر بحث و مجادلہ عام ہے۔ اسی کتاب میں واقعہ حرہ میں محمد بن حنفیہ کا عبداللہ بن مطیع وغیرہم سے کردار حضرت یزید کی خیریت میں مناظرہ درج ہے۔

اصول علم حدیث کا بے موقع استعمال

ہم بار بار اشارہ کر چکے ہیں کہ ابوزید حضرت یزید کے بارے میں صرف منفی باتیں ہی پیش کرتے ہیں اور اگر احادیث و تاریخ میں کچھ مثبت ان کو مل بھی جائے تو اس کو منفی یعنی حنفی بنا ہی ڈالتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے علمائے دیوبند حدیث کو بھی حنفی اور مقلد بنا ڈالتے ہیں یہ وہی بات ہے جو مدرسہ دیوبند میں خود ایک دیوبندی نے سید رشید رضا مصری سے کہی تھی جبکہ وہ دورۂ دیوبند میں آئے تھے جس کا ذکر میں نے اپنی کتاب ''علمائے دیوبند کا متضاد نظریۂ تقلید اور دوسری کتاب علمائے دیوبند کی حدیث دوستی یا حدیث بیزاری میں کیا ہے، مطالعہ فرمائیں مفید ثابت ہوگا۔ جیسا کہ ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مدینے میں خلافت حضرت یزید کے خلاف بلوائیوں کو آمادۂ بغاوت کیا اور اپنے داعی مدینے بھیجے تو ان میں عبداللہ بن مطیع سے حضرت محمد بن حنفیہ کی طویل گفتگو ہوتی ہے۔ لوگ حضرت یزید کے کردار کو داغدار ثابت کر رہے تھے کہ یزید بے نمازی ہے، شرابی ہے اور لوگوں کو امیر موصوف کے خلاف بھڑکا رہے تھے تو حضرت محمد بن حنفیہؒ نے ان سے مناظرہ فرمایا اور حضرت یزید کی صالحیت (نیکی) اور تقویٰ پر دلائل پیش کرتے ہوئے شورش پسندوں اور فتنہ پروروں کی زجر و توبیخ فرمائی۔ یادر ہے کہ حضرت

عبداللہ بن عمرؓ نے بھی اسی موقع پر حضرت یزید کی خلافت کی تصدیق باغیوں کے خلاف فرمائی تھی اوران کواس سے منع کیا تھا۔(بخاری)

اس صحیح روایت کواکثر تواریخ میں بیان کیا گیا ہے اوراس کے راوی حضرت حسینؓ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہؒ ہیں۔ابن کثیر نے اس کو پیش کر کے کردار یزید کی تحسین فرمائی ہے۔خودامام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ مخالفت یزید میں لوگوں نے غلو سے کام لیا ہے۔اس روایت کے اس مقام کوذکر کر کے جہاں ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہؒ نے مخالفین کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تو یزید کوشراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا تواس جگہ ابوزید نے گویا اس تاریخی روایت کوصحیح مانا ہے تبھی تو یہ فرمار ہے ہیں کہ اصول روایت ہے کہ جرح مقدم ہوتی ہے تعدیل پر۔یاد رہے جرح کہتے ہیں عیب نکالنے کواور تعدیل کا مطلب ہے کسی کی تعریف وتحسین کرنا۔ابوزید مخالفت یزید میں ہرناجائز دلیل کے استعمال کرنے کے درپے ہیں۔حیرت ہے کہ جواصول روایات کے راویوں کی صحت یاعدم صحت کومعلوم کرنے کیلئے بروئے کارلائے جاتے ہیں،ان کا استعمال موصوف حضرت امیر یزید کی حیثیت کومتعین کرنے کے سلسلے میں کرر ہے ہیں۔یہ کہاں کا انصاف ہے کہ مخالفین اور مکار وغدارلوگ حکومت اسلامیہ کی بساط کو الٹنے کی غیرمحمودکوشش کرر ہے ہیں اورامیر المومنین حضرت یزید کی ذات پر جھوٹے الزامات عائدکرر ہے ہوں تو بجائے غداروں کی تردید کرنے کے،جیسا کہ حضرت محمد بن حنفیہ کرر ہے تھے،ابوزیداس کے برعکس امیرالمومنین کوہی فاسق وفاجر ثابت کرنے کی دھن میں ہیں۔موصوف کےاس عمل سے ابوزید ضمیر کوبھی ان لوگوں کی ہی صف میں کھڑا پاتے ہیں جس کی وجہ سے موصوف کا شمار بھی اسلامی حکومت کے وفاداروں میں نہیں بلکہ۔۔۔میں ہونا چاہئے۔جبکہ شیخ ابن تیمیہؒ نے عقیدۂ واسطیہ میں فرمایا ہے کہ اہل سنت کی علامات میں سے ہے کہ وہ حکومت کے خلاف غداری نہیں کرتے اورامیر کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔افسوس کا مقام ہے کہ موصوف کے حصے میں حکومت کی۔۔۔ہاتھ آئی جو کہ اسلامی عقیدے کے خلاف ہے۔ایک مرکزی سطح کے بڑے مرکزی عالم نے میری اس بحث کو سننے کے بعد یہی فرمایا تھا کہ یزید کو ماننا نہ ماننا اسلامی عیقدے میں شامل نہیں تو میں نے یہی جواب دیا تھا کہ یقیناً شامل ہے اس لیے کہ عقیدۂ واسطیہ کے مطابق اسلامی ریاست کے امیر سے غداری ناجائز ہیں۔اس طرح یہ حقیقت بھی اسلامی عقیدے میں شامل ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے قد کی ناقدری اورذہبی کے قد کی قدردانی

اس کے بعد ابوزید نے ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ سے ایک روایت پیش کی ہے جس کو قیل یعنی کہا گیا ہے کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔یادرہے کہ قیل جیسے الفاظ سے بیان کردہ روایت مشکوک اورغیر صحیح ہوتی ہے جیسے کہ

ابن کثیر کی ہی روایت کہ کہا گیا ہے (قیل) کہ زیادہ سے زیادہ جو بات یزید کے بارے میں کہی جاسکتی ہے وہ یہ کہ شراب پیتا تھا اور بعض بے حیائی کے کام کیا کرتا تھا، پھر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت قیل کے لفظ کے ساتھ مروی ہے لٰہذا کمزور ہے تو ابوزید کہتے ہیں کہ ذہبی نے قد کے ساتھ یعنی تحقیق کے ساتھ کہا کہ یزید شراب پیتا تھا اور برے کام کرتا تھا۔ اور ابن حجرؒ اپنی کتاب تعجیل المنفعت جلد۲، ص۴۷۸ میں فرماتے ہیں کہ یزید لذتوں میں کھویا رہتا تھا، یہ کہہ کر ابوزید کہتے ہیں کہ کیا ان لوگوں یعنی ذہبیؒ وابن حجرؒ کو اللہ کا ڈر نہ تھا یہ اتنی بڑی بڑی باتیں یزید کے بارے میں کہہ رہے ہیں! یہ وہ لوگ ہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے راویوں کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کے سلسلے میں۔ حیرت کی بات ہے کہ ابوزید کو حافظ ذہبی اور ابن حجر کی یزید کے خلاف ان باتوں پر اتنا یقین کامل ہے لیکن صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعین اور حضرت محمد بن حنفیہؒ پر قطعی یقین نہیں جن سے امیر المومنین یزید کا صاحب خلافت ہونا ثابت ہے!

تنبیہ: سطور گزشتہ میں ہم موقف حسینؓ و یزید کے ضمن میں حافظ صلاح الدین یوسف کے اقتباس نیز دیگر تاریخی روایات کی روشنی میں ثابت کر آئے ہے کہ یزید کے سلسلے میں شیعوں نے کذب بیانیوں اور دروغ بافیوں کا سلسلہ دراز کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ، امام ابوبکر ابن عربیؒ، علامہ محب اللہ خطیبؒ، علامہ ابن کثیرؒ، شیخ ابن تیمیہؒ اور عصر حاضر کے متعدد علمائے کرام نے حضرت یزید کے سلسلے میں ان مکذوبہ اور باطل روایات کی تردید وتغلیط کرتے ہوئے ان کو شیعوں کی افترا پردازیاں قرار دیا ہے۔ پھر یہ کہنے کا کیا مفاد ہے کہ ان ائمہ جرح وتعدیل نے کیا جھوٹ کہا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ ان سے بڑا معیار ہے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و تبع تابعین کا۔ خیر القرون کے ان تربیت یافتگان نے حضرت یزید کو اپنا خلیفہ وامام تسلیم کیا، ان کے ساتھ حکومت میں تعاون کیا، نمازیں پڑھیں، جہاد کئے اور حج کیے! کیا یہ دلائل قاہرہ وبراہین قاطعہ نہیں؟ ابن حجر اور ذہبی کو وزن دینے کا اور صحابہ کرامؓ کو نہیں دینے کا! اس کے بعد ابوزید نے حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی مخالفت یزید کا ذکر کیا ہے جس کو ہم اوراق گزشتہ میں زیر بحث لا چکے ہیں، وہاں نظر ثانی فرمالیں۔

ابوزید کی طفلانہ اور احمقانہ تنقید

آگے ابوزید کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے یزید کا دفاع کیا ہے انھوں نے یہ بات کہی ہے کہ یزید کے بارے میں بہت ساری جھوٹی باتیں یزید کے مخالفین نے پھیلا رکھی تھیں، جس سے اچھے اچھے لوگ بھی دھوکے میں آگئے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ان لوگوں نے کہا ہے، لیکن یہ خود ایک قابل خلاصہ چیز ہے کہ ایک جھوٹ اتنا فیمس (مشہور) ہوجائے گا کہ ایکدم مضبوطی سے مان رہے ہیں، سوچنے کی چیز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ شیعوں نے حضرت یزید اور بنوامیہ کے بارے میں واہیات وخرافات کو خوب پھیلایا ہے اور عام کیا ہے تو

اس پر موجود مواد تاریخ وسیر کا تنقیدی جائزہ علم وفن کی ٹھوس بنیادوں پر کیوں نہ لیا جائے؟ رہی یہ بات کی کیا ایک جھوٹ اتنا مشہور ہو جائے گا کہ سب اس کو مان لیں! میں کہتا ہوں کہ آج بے شمار باطل فرقے، گمراہ کن نظریات کے حاملین، مقلدین اور اہل بدعت کیا سب تعداد میں زیادہ اور غالب نیز مشہور ومعروف نہیں ہیں؟ تو کیا ان کی شہرت اوران کے زیادہ ہونے کی بنا پر ان کی واہیات اور خرافات کو تسلیم کیا جائے گا؟

شاہ ولی اللہؒ کی خیر القرون کی بحث

اس کے بعد ابوزید ضمیر نے شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ جلد۲، ص۳۳۳ سے ایک بحث کو پیش کیا ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت یزید کے قدرداں حضرت امیر یزید کے برحق ہونے کیلئے ان کے خیر القرون میں ہونے کو پیش کرتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ اس کی تردید وتغلیط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ خیر القرون کا ہر آدمی بہتر ہو۔ پھر شاہ نے فرمایا کہ خیر القرون میں منافق اور فاسق بھی تھے۔ ابوزید کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ نے منافقین، فساق وفجار کی لسٹ میں حجاج بن یوسف، یزید اور مختار کو پیش کیا ہے۔ اس طرح ابوزید نے شاہ کا یہ دوسرا قول پیش کیا۔ میں کہتا ہوں کہ شاہ نے اس پر غور نہ کیا کہ خود وہ (شاہ) غلطی کا ارتکاب کر سکتے ہیں، لیکن پوری جماعت صحابہؓ، تابعینؒ وتبع تابعین مجموعی طور پر غلطی کا تاریخی ارتکاب نہیں کرسکتی لہٰذا شاہ ولی اللہ نے مشکوک شیعی روایات کو قبول کر لینے کی بنا پر جانے ان جانے حضرت یزید کے بارے میں یہ نظریہ قائم کرلیا۔ شاہ موصوف کی یہ غلطی اجتہادی غلطی قرار دی جاسکتی ہے۔ کاش وہ سبیل المومنین یعنی سلف کی طرف رجوع کرتے!

علم حدیث میں حضرت یزید کا درجہ

ابوزید نے ذہبی کے میزان کے حوالے سے یزید کا ترجمہ صفحہ۹۷۵۴ میں پیش کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یزید اپنی عدالت میں اور کردار کے اعتبار سے مقدوح ہے، قابل اعتبار نہیں۔ دیکھئے راوی دو وجہ سے ضعیف ہوتا ہے، ایک کیریکٹر غلط ہونے کی وجہ سے اور دوسرا یادداشت نہ ہونے کی وجہ سے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ عدالت میں مقدوح تھا۔ مقدوح یعنی جس پر قدح وتنقید کی گئی ہو، وہ قابل اعتبار نہیں۔ یزید اس لائق نہیں کہ اس سے روایت نقل کی جائے اور ابن حجر تہذیب التہذیب میں کہتے ہیں کہ وہ اس لائق نہیں کہ اس سے روایت کی جائے۔ امام احمد کا ذہبی نے ذکر کیا کہ یزید سے روایت نقل کرنا مناسب نہیں ہے، جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا فتویٰ ہے جس کو امام ابن تیمیہؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ یزید بن معاویہؓ سے حدیث لکھتے ہیں؟ کہا نہیں بالکل نہیں، کیا یہ وہی آدمی نہیں جس نے مدینہ والوں کے ساتھ ایسا اور ویسا کیا؟ میں اس سے حدیث نہیں لکھتا، وہ

اس لائق نہیں۔یہی قول المصدر الارشد فی ذکر اصحاب الاحمد میں بھی ہے۔دوسرے علما نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

استدراک: حافظ ابن حجر اور ذہبی حضرت یزید کو عدالت میں مقدوح کیوں قرار نہ دیں جبکہ دونوں حضرت یزید کے سلسلے میں شیعی روایات پر مشتمل تاریخ کے مطالعے کی بنیاد پر ایسا کہتے ہیں۔بہر حال اگر ان دونوں بزرگوں نے اپنی ذاتی تحقیق کی بنا پر ایسی باتیں یزید کے بارے میں کہی ہیں تو وہ جانیں، ہمیں جو باتیں پہنچی ہیں ان کی روشنی میں حضرت یزید کی حدیث دانی اور علم میں ان کے پائے کے سلسلے میں کچھ عرض کرتے ہیں۔اس سلسلے میں ہم محمود احمد عباسی کی مشہور زمانہ، شاہ کار تصنیف خلافت معاویہؓ و یزیدؒ کے صفحہ نمبر ۹۲ سے ۹۶ تک کی تلخیص پیش کرتے ہیں۔ ویسے اس سلسلے میں ہمارے سامنے البدایہ والنہایہ بھی ہے لیکن وقت کی قلت کی وجہ سے اس میں گھسنے کی ہمت نہیں، تفصیل کسی اور موقع پر ان شاءاللہ پیش کریں گے۔امیر یزید کبار تابعین میں سے تھے اور انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت امیر معاویہؓ اور بعض بڑے صحابہؓ سے فیض صحبت حاصل کیا تھا۔آپ نے حضرت وحیہ الکلبیؓ سے جو جلیل القدر صحابی تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بھی رہے تھے، ان کی حقیقی بہن سیدہ شراف بنت خلیفہ سے نکاح کیا تھا اور یہ صحابی رشتہ میں حضرت یزید کے ماموں لگتے تھے۔اس کے علاوہ حضرت ابوالدرداؓ اور اُسامہ بن زیدؓ اور دوسرے بہت سے صحابہ سے علم حاصل فرمایا تھا۔حضرت ابوایوب انصاریؓ اور دوسرے صحابہؓ اور اپنے والد ماجد حضرت امیر معاویہؓ سے روایت کی، امیر یزید سے ان کے صاحب زادوں نیز امیر المومنین عبدالملک بن مروانؒ نے روایت کی ہے۔البدایہ جلد ۸ میں ہے کہ یزید کا تذکرہ محدث ابوزرعہ دمشقی نے اس طبقہ (راویان حدیث) میں کیا ہے جو صحابہؓ کے بعد ہی آتے ہیں اور یہ مقام بلند ہے، انہوں نے کہا کہ ان کی (یزید کی) مرویات سے حدیثیں ہیں۔

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانیؒ نے حضرت یزید کا ذکر رواۃِ حدیث میں کرتے ہوئے محدث یحیٰی بن عبدالملک بن عطبہ بن کوفی کا جن کو وہ احدالثقات یعنی ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ یہ قول اپنے ہی طرح کے ایک اور ثقہ راوی نوفل بن ابی عقرب کی سند سے نقل کیا ہے کہ اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے محض اتنی سی بات پر کہ وہ شرعی جرم نہیں، ایک شخص کے ۲۰ کوڑے لگوائے تھے کہ امیر یزید کا ذکر اس نے امیر المومنین کہہ کر کیا تھا، مگر ان ثقہ راویوں کی روایت کا جو سب کے سب مجہول الحال ہیں، اندازہ خلیفہ موصوف کے عمل اور قول سے ہو جاتا ہے جو ان ہی ابن حجر عسقلانی نے اپنی دوسری تالیف لسان المیز ان میں نقل کیا ہے، یعنی اور ابن شوزب نے بیان کیا کہ میں نے ابراہیم بن ابی عقد سے یہ بات سنی ہے، وہ کہتے تھے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو یزید بن معاویہ پر رحمتہ اللہ علیہ کہتے سنا۔ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن شوزب الخراسانی متوفی ۱۵۶ھ جو عام طور پر ابن شوزب

کہلاتے تھے، بڑے پائے کے ثقہ راوی ہیں، بخاری میں ان سے روایت لی گئی ہے۔ابن معین ونسائی وابن حبان سبھی نے ان کوثقہ وصدوق بتایا ہے، برخلاف وضعی روایت کے راویوں یحیٰی بن عبدالملک ونوفل بن ابی عقرب کے جو مجہول الحال ہیں۔امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں ابراہیم بن میسرہ کی روایت نقل کی ہے کہ میں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کوکسی انسان کو مارتے ہوئے نہیں دیکھا،سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت امیر معاویہؓ کی بدگوئی کی تھی،خلیفہ موصوف نے اس کے کوڑے لگوائے تھے، بات کیا تھی اور کذابین نے کیا سے کیا بنادی! تہذیب التہذیب میں ہی ابن حجر نے امیر موصوف کے فرزند حضرت عبدالرحمٰنؒ کا ذکر رواۃِ حدیث میں کرتے ہوئے محدث ابن حبان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ان کو فی الثقات یعنی ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ابن حجر بھی لکھتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے والد حضرت امیر یزید سے حدیث کی روایت کی ہے،تو بیٹا تو ثقہ ہواور باپ جس سے روایت لی جائے وہ غیر ثقہ ہوجائے! ایں چہ بوالعجبی است۔

مراسیل ابوداؤد میں ان سے روایت ہے۔امیر یزید سے ان کے صاحب زادوں یعنی معاویہؒ وعبدالرحمٰنؒ اور خالدؒ نے بھی حدیث کی روایت کی۔محدثین نے ان تینوں فرزندان امیر یزید کوصالحین یعنی نیکوں کاروں میں شمار کیا ہے۔محدث الزبیری نے عبدالرحمٰن بن یزید کے بارے میں کہا ہے کہ وہ نیک شخص تھے(تہذیب)اسی طرح محدث ابوزرعہ ان تینوں فرزندان امیر یزید کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں اُمت کے نیک لوگوں میں سے تھے(تہذیب التہذیب)امیر یزید نے زمانہ طالب علمی سے ہی احادیث رسولؐ کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور اس علم میں ان کو بصیرت حاصل تھی۔اس زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ محدثین نے لکھا ہے جو ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں نقل کیا ہے، روایت میں ہے کہ یزید سے جب ان کے والد نے کہا کہ جو بات وخواہش ہو مجھ سے کہوتو یزید نے ان سے کہا مجھے جہنم کی آگ سے بچا لیجئے،اللہ تعالیٰ آپ کی گردن کواس سے آزاد رکھے،حضرت معاویہؓ نے پوچھا وہ کیسے کہا میں نے حدیثوں میں پایا ہے کہ جس کوتین دن کیلئے بھی اُمت کا امر (خلافت) سونپ دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ کوحرام کر دیتا ہے۔یہ حدیث بھی امیر یزید نے اپنے والد حضرت امیر معاویہؓ کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو بھلائی پہنچانا چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔ امیر موصوف وفقہ سے واقفیت کے علاوہ قرآن کریم کے اچھے قاری تھے۔الامامہ والسیاستہ کے غالی شیعی مولف نے بھی لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی تقریر میں اپنے بیٹے حضرت یزید کی علمی فضیلت اور قرأت قرآن کا بھی ذکر کیا تھا۔

امام شہاب الدین معروف بہ ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ نے اپنی مشہور کتاب الاخدوالعزید جلد۲ میں نبی

کریمؐ کے خطبہ حجۃ الوداع کے بعد صدیق اکبرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے خطبات درج کیے ہیں، ان ہی خطبات کے ساتھ حضرت یزید کے چند خطبے بھی شامل کیے ہیں جو امیر المومنین کی حیثیت سے دیے گئے تھے۔ ان کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ امیر موصوف کو قرآن حفظ تھا، خطبہ دیتے ہوئے کلام اللہ سے آیات ہی نہیں رکوع اور سورتیں بھی تلاوت کرتے اور سامعین کے دلوں کو گرماتے تھے۔ رہا ابن تیمیہ کا یہ نقل کرنا کہ کسی نے امام احمد سے پوچھا کہ وہ یزید سے حدیث کیوں نہیں لکھتے تو امام احمد نے فرمایا کہ نہیں لکھتا ہوں، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جس نے مدینہ والوں کے ساتھ یہ وہ کیا؟ اس سلسلے میں مجھے یہ کہنا ہے کہ اس روایت سے شیعیت کی بو آتی ہے، اس لیے کہ مدینہ کے معاملے میں حضرت امیر یزید نے ایسی کوئی غلطی نہیں کی جس کی بنا پر ان سے روایت نہ لی جائے، غلطی تو مدینہ والوں کی تھی جنھوں نے امیر یزید کے خلاف خروج کیا۔ حضرت ابن تیمیہ یزید کے بارے میں سب سے زیادہ محفوظ ہیں لیکن چند باتوں میں امام موصوف بھی متاثر ہوئے ہیں، اللہ ہم سب کو معاف فرمائے، لہٰذا ابو زید کو چاہئے کہ وہ محقق بننے کی کوشش نہ کریں بلکہ طالب علم بنیں اور کسی مسئلہ میں بھی تحقیق کا کونٹریکٹ حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں، پہلے علما سے مشورہ کریں، اس سلسلے میں سلفی منہج معلوم کریں پھر اس راہ پر سفر کریں۔

ابو زید کا حضرت یزید کے بارے میں منفی نظریہ

تقریر کے آخری حصے میں حضرت یزید کی زندگی کے ہر پہلو میں منفی نظریہ پیش کرتے کرتے ابو زید کہتے ہیں کہ ''یزید کے متعلق علما کی تقاریر سے ایک منفی پہلو ہمارے سامنے آتا ہے'' لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ مثبت پہلو بھی منفی سے کہیں زیادہ ہیں لیکن آپ نے صرف منفی پہلوؤں کو پیش کرنے کی قسم کھالی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ آپ کے پیش کردہ یزید کے مخالف علما کے اقوال میں بھی باوجود منفی پہلوؤں کے مثبت پہلو بھی موجود ہیں لیکن اول تو آپ ان کو پیش نہیں کرتے اور اگر بعض مثبت اقوال پیش بھی کیے تو ان میں بھی منفی اور حنفی میلان تلاش کر کے اس کی گمراہ کن تاویل کرتے ہیں۔ جیسے کہ آپ نے ذہبی کے قول کو پیش کر کے یہ کہا کہ ذہبی کی یزید کے بارے میں بیان کردہ خوبیاں ہیں، تفصیل پیچھے گزر چکی ہے، حیرت ہے آپ کے اس تعصب کی! کیا خوبیاں بھی اس قسم کی ہوتی ہیں کہ دین داری پیدا کرنے والی خوبیاں اور دنیا داری پیدا کرنے والی خوبیاں! اس تقسیم سے تو فلسفہ یونان نیز رازی وغزالی وابن رشد وابن باجہ وغیرہم بھی بے خبر ہوں گے۔

پھر تقریر میں فرمایا کہ اس منفی نقطہ نظر کے باوجود بھی علما نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ جنگ قسطنطنیہ میں یزید موجود تھا۔ کچھ علما نے اس سے اختلاف کیا ہے لیکن عام جماعت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ یزید کی عمارت میں ہی یہ جنگ ہوئی، اس میں آخری فیصلہ کیا ہے اور کیا طریقہ ہے اہل سنت والجماعت کا؟ تو یاد رہے کہ امیر غزوۂ قسطنطنیہ

ہونے کے سلسلے میں علما کے اختلاف کی بات بار بار آپ کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا۔ آپ سطحی فکر کے حامل ہیں، محنت کر کے تقاریر کے نوٹس بنا کر پیش کرنا الگ بات ہے اور دین و تاریخ میں گہری نظر رکھنا اور کامن سینس ہونا ایک الگ بات ہے، آپ اس کے اہل نہیں ہیں۔ پھر کیوں اس عنوان کو لے کر محاکمہ کرنے کی زحمت آپ نے فرمائی؟ اس کام کیلئے محنت نہیں طویل تجربہ اور عمیق مطالعہ درکار ہے۔ مسائل شرعیہ و تاریخیہ کی ہمہ گیر فہم مطلوب ہے جو بدنصیبی سے آپ کو حاصل نہیں۔ اہل حدیث عوام نے آپ کی عادت کو خراب کر دیا ہے، حتیٰ کہ خود کو محقق و مدقق گمان کر بیٹھے۔

غزوۂ قسطنطنیہ کے سلسلے میں آپ اہل سنت کا فیصلہ اور طریقہ بروئے کار لانے کی بات کر رہے تھے تو اس سلسلے میں مشکل امر یہ ہے کہ اہل سنت میں سے آپ کے پیش کردہ علما جیسے ابن حجرؒ، ذہبیؒ، غزالیؒ، طبریؒ، ابن تیمیہؒ، قسطلانیؒ اور عینیؒ وغیرہم سب نے تسلیم کیا ہے کہ اس غزوہ کے امیر حضرت یزید تھے تو پھر بار بار آپ اختلاف کی بات بیچ میں کیوں لے آتے ہیں؟ اختلاف کس مسئلہ میں نہیں ہوتا ہے لیکن دلائل قاہرہ و قاطعہ کی بنا پر راجح اور مقبول قول ہی معتبر تسلیم ہوتا ہے اور وہ آپ کو قبول نہیں۔ متعدد شیعوں نے بھی حضرت یزید کو امیر غزوہ مانا ہے لیکن آپ کے حلق سے یہ بات اترتی ہی نہیں!

اصول اہل سنت کی بات لیکن اسی سے اختلاف!

اسی غزوۂ قسطنطنیہ کے بارے میں اہل سنت کے فیصلے اور طریقے کی بات آپ کرتے ہیں تو سطور گزشتہ میں ہمارے اور حافظ صلاح الدین یوسف کے دلائل سے تو آپ کا اس سلسلے کا فکری انحراف ظاہر ہو چکا ہوگا، آپ نے فرمایا کہ اہل سنت زندگی کے ہر معاملے میں طریقۂ نبویؐ دیکھتے ہیں، منہج صحابہؓ کو لے کر چلتے ہیں، امام وقت سے بغاوت نہیں کرتے۔ حیرت ہے کہ یہ تسلیم کرنے کے باوجود غزوۂ قسطنطنیہ کے سلسلے میں علمائے اہل سنت کے فیصلے کو ماننے کو تیار نہیں اور جہاں تیار ہوتے ہیں تو فوراً ایک لاحقہ لگا دیتے ہیں کہ اس میں علما نے اختلاف کیا ہے اور اگر بڑی مشکل سے حضرت یزید کی عمارت غزوۂ قسطنطنیہ کو مانتے ہیں تو مشروط کر دیتے ہیں اس کو یزید کے خاتمہ بالخیر اور مرتد نہ ہونے کی صورت سے۔ ابھی آپ نے علمائے اہل سنت کی علامات میں سے امام سے بغاوت نہ کرنے کو بھی ذکر کیا تو اس میں بھی آپ کی ہمدردی امام وقت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ باغیوں اور غداروں کے ساتھ ہے جبکہ حضرت یزید کے خلاف غداری اور بے وفائی اہل غدر و فتنہ نے کی تھی جس کو کہ آپ صحیح قرار دیتے ہیں اور خلیفہ موصوف کو ملک کا دفاع کرنے میں بھی مجرم گردانتے ہیں۔ یہ کونسی دورخی پالیسی ہے۔

قول ابن تیمیہ میں ابوزید کی تلبیس کاری

مجموع الفتاویٰ جلد۳،ص ۴۰۹ سے ۴۱۴ میں شیخ ابن تیمیہؒ نے حضرت یزید کے سلسلے میں علما کے نظریے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت سے لوگ یزید کے بارے میں غلو میں پڑ گئے (غلو یعنی حد پار کر جانا) اور جماعتیں بن گئیں یعنی دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں کچھ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ یزید کافر و زندیق تھا اور کچھ وہ ہیں جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ یزید امام عادل، ہدایت یافتہ اور صحیح رہبری دینے والا تھا اور یزید صحابہ میں سے تھا بلکہ اکابر صحابہ میں سے تھا اور یزید اولیاء اللہ میں سے تھا اور یزید کے بارے میں دونوں جانب سے یہ غلو ہے اور یہ دونوں طریقے اس فیصلے اور عقیدے کے خلاف ہیں جس پر علما جمع ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ ابن تیمیہؒ کی مجموع الفتاویٰ کے اس قول میں یہ جو مذکور ہے کہ کچھ لوگ یزید کو کافر یا زندیق کہتے ہیں تو یہ لوگ تو شیعہ ہیں جس کا ذکر شیخ نے منہاج السنہ میں بھی کیا ہے اور دوسرا اگروہ جو کہتا ہے کہ وہ امام عادل، ہدایت یافتہ اور صحیح رہبری دینے والا تھا وہ بھی غلو کرتے ہیں تو اس سلسلے میں ہمیں علامہ ابن تیمیہؒ سے اختلاف ہے کیوں کہ علامہ کا یہ خیال ان کے ذاتی مطالعہ،میسر مواد پر منحصر ہے، جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔ حضرت یزید کو امام عادل، ہدایت یافتہ اور صحیح رہبری دینے والا کیوں نہ مانا جائے جبکہ خیر القرون کے بہترین طبقے طبقۂ صحابہؓ نے حضرت یزید کو اپنا امام و رہبر تسلیم کیا تھا، ان کے ساتھ تعاون کیا، ان کے عطا کردہ عہدوں پر دینی وسیاسی خدمات کو انجام دیا، جہاد کیے، حج کیے ان کی امامت میں نمازیں ادا کیں، چار سال تک امیر موصوف نے امیر المومنین کی حیثیت سے دینی وسیاسی خدمات جلیلہ انجام دیں، متعدد جہاد کیے، علم دین کی خدمات انجام دیں، حرہ والوں کی بغاوت کا خاتمہ کیا اور حصار مکہ کے واقعہ میں اصلاحی کام کیا۔ کربلا کے سلسلے میں بھی امیر موصوف نے توازن اور عدل سے کام لیا۔ پھر ان کو امام عادل یا ہدایت یافتہ اور صحیح رہبری دینے والا کیوں نہ مانا جائے؟ یاد کیجیے جب اہل حرہ نے حضرت محمد حنفیہ کو حضرت یزید کے خلاف بھڑکایا تو حضرت محمد بن حنفیہ نے ان کے فسق وفجور کی داستانوں کی تردید کر کے ان تقویٰ اور دینداری پر دلائل وشواہد پیش کیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اہل مدینہ کی سرزنش کی، ان کو حضرت یزید کی بیعت توڑنے سے منع کیا۔ مدینے میں بھی اہل خیر اور بالخصوص خاندان بنی ہاشم نے بغاوت میں مدینہ والوں کا ساتھ نہ دیا بلکہ حضرت یزید کا ساتھ دیا تو پھر امیر موصوف کو امام عادل کیوں نہ کہا جائے؟ کیا انھوں نے اپنی حکومت میں عدل وانصاف سے کام نہ لیا؟ کیا وہ ہدایت یافتہ نہ ہو کر گمراہ تھے؟ بتا جائے کہ ان میں کیا گمراہی تھی اور ان کو صحیح رہبری دینے والا ماننے میں ہمیں کیا قباحت ہے؟ جبکہ جماعت صحابہؓ نے ان کو امام و امیر تسلیم کیا۔ یزید کو گمراہ اور غیر عادل مان کر کیا ہم صحابہؓ کی شان پر کیچڑ اچھالنے کے جرم میں گرفتار نہ ہوں گے؟ ویسے تو منہاج السنہ میں شیخ نے حضرت یزید کا مکمل دفاع کیا ہے۔ امور خلافت کو بحسن خوبی چلانے کو

تسلیم کیا ہے، بلکہ حضرت یزید کے سلسلے میں ابن تیمیہؒ نے کچھ باتوں کو چھوڑ کر سب سے بہتر دفاع فرمایا ہے۔
دراصل حقیقت یہ ہے کہ ابن تیمیہؒ کے اس عنوان سے متعلق معلومات میں متعدد مقامات پر تضاد پایا جاتا ہے۔جن
حضرات نے مجموع الفتاویٰ اور منہاج السنہ کا غائر مطالعہ کیا ہے وہ اس کو محسوس کر سکتے ہیں۔مرکزی لیول کے ایک
بڑے عالم نے بھی خود مجھ سے بھی اس مشکل کا ذکر کیا تھا۔موصوف کا نام بتانے سے میں قاصر ہوں۔

ابوزید کا یہ خیال کہ جمہور علما یزید کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے، غلط ہے

ابوزید نے کہا کہ جمہور علما یزید کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے اور پھر یہ کہ شیخ ابن تیمیہؒ نے اس کا
ذکر ان کی کتاب میں کیا ہے۔لیکن ابن تیمیہؒ کے پیش کردہ کسی قول میں بھی یہ نہیں کہ جمہور علما نے یزید کے بارے
میں اچھی رائے نہیں رکھی۔ پھر مجموع الفتاویٰ جلد۳ کے ص۴۱۳ سے ایک عبارت پیش کی کہ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ
''ایک جماعت اہل سنت کی ہے جو یزید پر لعنت کو جائز کرتی ہے۔اس لیے کہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس نے ایک
ایسا ظلم کیا ہے کہ اس پر لعنت کی جا سکتی ہے''۔ دوسرے طائفے کی بات نقل کرنے سے پہلے ہم سہولت کے پیش نظر
بہتر سمجھتے ہیں کہ پہلے تھوڑی وضاحت شیخ کے اس قول کی ہو جائے تو شیخ ابن تیمیہؒ تاریخ بیان کر رہے ہیں وہ خود
حضرت یزید پر لعنت کو جائز نہیں مانتے بلکہ تاریخ بیان کر رہے ہیں کہ اہل سنت میں سے ایک طائفہ یعنی بعض علما
یزید کے کسی ظلم کی بنا پر لعنت کئے جانے کا مستحق قرار دینے میں، تو ابوزید سن لے کہ شیخ ابن تیمیہؒ کے اقوال کو پڑھنا
اور ہے اور ان کی باتوں کی روح کو سمجھنا اور ہے۔ جب ہم امام موصوف کے اس قول سے مربوط دوسرے جزو کو
پڑھیں گے تو یہ حقیقت کھل کے سامنے آ جائیگی کہ حق بات دوسرا قول ہی ہے۔ پھر دوسرے قول میں وضاحت ہے کہ
ان وجوہات کی بنا پر اہل سنت کے طائفہ نے غلط فہمی سے حضرت یزید پر لعنت کو نا جائز مانا ہے جو غیر شرعی عمل ہے اور
ان علماء نے غلط فہمی اور شیعیت زدہ تاریخ کے مطالعے سے فکری انحراف کی بنا پر حضرت یزید پر لعنت کو صحیح قرار دیا جو
ان کی صریح غلطی ہے اس سے ان کو رجوع کرنا چاہئے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس پہلے قول میں حضرت یزید پر لعنت کی
کوئی دلیل ذکر نہیں ہے۔لیکن اسی سے مربوط و ملحق دوسرے قول میں جن حقائق و معارف کا ذکر ہے تو دلائل و شواہد
بھی ہیں کہ یہ دوسرا قول ہی صحیح ہے اور یہی قول جمہور ہے۔لیکن ابوزید ان باتوں کو کیا سمجھیں جو مخالفت یزید کا چشمہ
لگا کر تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔تو سنئے آگے امام المحققین علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ''ایک دوسرا طبقہ ہے اہل
سنت کا جو کہتے ہیں کہ یزید سے محبت کرنا چاہئے کیونکہ وہ مسلمان تھا اور وہ (یزید) صحابہ کرامؓ کے زمانے میں
مسلمانوں کا امیر بنا اور صحابہ نے اس سے بیعت کی اور یہ لوگ (علما کا دوسرا طبقہ) کہتے ہیں کہ یزید کے بارے میں
جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ صحیح طور پر ثابت نہیں ہیں اور یزید کی کچھ اچھائیاں بھی تھیں اور یزید نے جو کچھ کیا (حملہ کیا

مکہ و مدینہ پر، ابوزید کا اضافہ ہے) وہ اجتہاد تھا (انسان سے غلطی ہوسکتی ہے، یہ بھی ابوزید کا اضافہ ہے)

ردّ زیغ از ابوزید: تو پہلے قول میں شیخ نے یہ کہا تھا کہ علمائے اہل سنت میں ایک طائفہ وہ ہے جو یزید پر کسی ظلم کی وجہ سے لعنت کو جائز قرار دیتا ہے اور دوسرا طائفہ وہ ہے جو حضرت یزید کو مسلمان سمجھتا ہے۔ اس طبقۂ اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ وہ زمانہ صحابہؓ میں مسلمانوں کا امیر بنا اور جماعت صحابہ نے ان سے بیعت کی اور یہ کہ یزید کے بارے میں جو باتیں کہی جاتیں ہیں (غلط باتیں) وہ صحیح طور پر ثابت نہیں ہیں اور ان کی کچھ اچھائیاں بھی تھیں اور یزید نے جو کچھ کیا وہ ان کا اجتہاد تھا۔ (مجموع الفتاویٰ)

ابن تیمیہؒ کے اس قول میں دو مقام پر وضاحت کے طور پر ابوزید نے اضافہ کیا، لیکن جو بات شیخ نے نہ فرمائی تھی وہ یہ ہے کہ یزید نے جو کچھ کیا وہ اس کا اجتہاد تھا، ہاں تو ''جو کیا'' کی وضاحت میں مکہ و مدینہ پر حملے کے ذکر کا اضافہ کیا اور دوسرا اضافہ یہ کیا کہ ''وہ اس کا اجتہاد تھا'' کے آگے بطور خود ابوزید نے یہ اضافہ کیا اور انسان (یزید) سے غلطی ہوسکتی ہے جبکہ شیخ نے یہ نہیں کہا کہ اس اجتہاد میں وہ غلطی پر تھے، اگر مکہ و مدینہ پر حملے کے تناظر میں ابوزید نے حضرت یزید کی غلطی کا اشارہ کیا تو یاد رہے کہ وہ غلطی حضرت یزید کی نہیں تھی بلکہ حضرت یزید پر مکہ و مدینہ کے باغیوں پر حملہ کرنا فرض تھا، یعنی اگر وہ ان پر حملہ نہیں کرتے تو یہ غیر شرعی عمل ہوتا اور واقعہ کربلا کے سلسلے میں اگر غلطی کا اشارہ ابوزید نے کیا تو یاد رہے کہ اپنی غلطی سے رجوع حضرت حسینؓ نے فرمایا تھا، حضرت یزید تو خلیفہ برحق تھے۔ رہا ابوزید کا ابن الجوزی کا مخالفت حضرت یزید میں یہ کہنا کہ جو یزید کو برا نہ کہے وہ خود برا ہے تو یاد رہے کہ خود ابوزید نے اس جملے کے فوراً بعد یہ بھی ذکر کیا کہ ابن الجوزی بہت متشدد یعنی سخت تھے تو خود ابوزید کے اس قول سے اس بات کی مذمت ہوگئی کہ ابن الجوزی کا یہ کہنا بجائے خود تشدد ہے حضرت یزید پر جو ان کو نہ کرنا چاہئے تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن الجوزی بھی شیعی نقطہ نظر کے متاثرین میں سے ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے ابوزید کا انحراف فطری واضح ہے

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ پہلا طبقہ بے وجہ حضرت یزید پر لعنت کو جائز مانتا ہے اور دوسرا حضرت یزید کو برحق مانتا ہے، اس لیے کہ جماعت صحابہؓ نے ان کی بیعت کی اور یہ بیعت امارت تھی اور یہ کہ حضرت یزید کے بارے میں جو منفی باتیں کہیں جاتی ہیں وہ صحیح طور پر ثابت نہیں بلکہ حضرت یزید میں کچھ اچھائیاں تھیں اور یزید نے جو کچھ کیا وہ ان کا اجتہاد تھا، اس کو بیان کر کے ابوزید نے کہا انسان سے غلطی ہوسکتی ہے۔ ابوزید نے اس کی وضاحت میں کہ لعنت کرنے والوں کیلئے بھی قول ابن تیمیہؒ کے مطابق عذر ہے اور دوسرے طائفہ کے لوگوں کیلئے بھی عذر ہے کہ وہ حضرت یزید کو اچھا تصور کریں ان کے امیر المومنین ہونے کی بنا پر۔ پھر آگے اور صورت مسئلہ کو بگاڑ کر پیش کیا اور کہا

کہ ''تو اگر یزید کے بارے میں کوئی اچھا کہتا ہے تو فوراً اس کے خلاف دھواں دھار بیان مناسب نہیں، اس کا اپنا اختیار ہے کہ کیا رائے رکھے، اس کو بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے (یزید کے بارے میں) اچھی نہیں ہے فوراً اس کو بددین بنانا غلط ہے۔

عبارت کے اس حصے میں ابو زید ضمیر نے شیخ ابن تیمیہؒ کی منشا کے خلاف لوگوں کو حضرت یزید کے بارے میں غلط تصور دینے کی کوشش کی ہے وہ یہ کہ ابن تیمیہؒ کی اس عبارت سے حضرت یزید پر لعنت کے موقف کے مقابلے میں علمائے اہل سنت کا دوسرا موقف مضبوط اور صحیح ترین ہیں۔ ظاہر ہے کہ ابن تیمیہؒ نے اس پر اس طائفہ علما کے دلائل بھی نقل کیے ہیں لیکن ابو زید مسئلہ کو کچھ اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت حضرت یزید کو برا ہی تصور کرتی ہے اور ان کے بارے میں اچھی رائے رکھنے والے کم ہیں۔ اور وہ غلطی پر ہیں، اسی لیے اس عبارت میں ابو زید کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی یزید کو اچھا کہتا ہے تو فوراً اس کی مخالفت نہ کرنا چاہئے، اس کو بددین نہ کہنا چاہئے، بس اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے اچھی نہیں یعنی ابو زید کے نزدیک اگر کوئی حضرت یزید کی تعریف وتوصیف کرے تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی رائے ٹھیک نہیں لیکن ابو زید کو جاننا چاہئے کہ اہل حدیث اور سلفی مسلمان حضرت یزید کے بارے میں اچھی رائے ہی رکھتے ہیں اور اہل بدعت اور مقلدین میں دیوبندی اور بریلوی حضرت یزید کے بارے میں بری رائے رکھتے ہیں یعنی ابو زید حضرت یزید کے بارے میں اہل حدیث منہج اور عقیدہ خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابو زید اہل حدیث کو جتنا دے دہے ہیں اس سے کہیں زیادہ ان کے منہج وعقیدے کو خراب کر کے واپس لے بھی رہے ہیں، ان کو اپنی اصلاح کرنا چاہئے۔

حضرت یزید پر رحمت کی دعا

پھر ابو زید نے حضرت یزید پر رحمت کی دعا کرنے کے مسئلہ کو چھیڑا اور کہا کہ بعضوں نے یزید کیلئے دعا کرنے کا جواز پیش کیا اور بعضوں نے اس کا رد کیا، ان کے غلط کاموں کی وجہ سے، لیکن عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں ابراہیم بن ابی عبد کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ عمر بن عبدالعزیز حضرت یزید کیلئے رحمت کی دعا کر رہے تھے کہ اللہ اس پر رحم کرے، حالانکہ یہی عمر بن عبدالعزیز ہیں جن کے سامنے ایک آدمی نے کہا یزید امیر المومنین تو اس آدمی کو بیس کوڑے لگوائے کہ یزید کو امیر المومنین کہتا ہے تو وہاں ایک الگ بات ہے، لیکن کسی کیلئے رحمت کی دعا کرنا ایک الگ بات ہے۔ ابو زید نے ذہبی سے لسان المیز ان کے حوالے سے اس کا ذکر کیا۔ اس مسئلہ پر ہم پیچھے تفصیل پیش کر چکے ہیں اور اس کی اسنادی حیثیت بھی واضح کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ ابو زید حضرت یزید سے متعلق ہر مسئلہ میں دوہری بات کرتے ہیں۔ ایک طرف یزید پر لعنت کے دلائل پیش کرتے ہیں، اس کی

مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف اس پر رحمت کی دعا کیلئے جواز پیش کرتے ہیں۔ یہاں پر بھی دوہرے پیمانے کا استعمال کررہے ہیں وہ یوں کہ جو عمر بن عبدالعزیز یزید سے اتنے بدظن ہیں کہ ان کو امیر المومنین یزید کہنے پر کوڑوں کی سزا دی۔ وہ یزید کے لیے دعائے رحمت کیسے کرسکتے ہیں؟ آپ سوچ سکتے ہیں کہ حضرت یزید کے فسق وفجور، واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور حصار مکہ کی بنا پر عمر بن عبدالعزیز کا اس درجہ نفرت کرنا کہ اس کو کوڑوں کی سزا دلوائی اور کہاں یہ کہ اس کیلئے رحمت کی دعا فرمارہے ہیں، جمع ضدین کی مثال ہے جو محال ہے۔ دعائے رحمت والی روایت کا صحیح ہونا ممکن ہے اس لیے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز حضرت یزید سے منسوب ان جرائم کو وقوع پذیر نہیں مان سکتے اس لیے کہ وہ خلیفہ راشد تھے۔

حضرت امام غزالیؒ کے حوالے میں تعصب

ابوزید آگے کہتے ہیں کہ ''عام علماء سے ہٹ کر امام غزالی یزید کے زیادہ فیور میں دکھائی دیتے ہیں۔ عام طور پر حنفی علماء یزید کے بارے میں منفی رائے رکھتے ہیں لیکن امام غزالیؒ کو شافعی مانا جاتا ہے۔ غزالیؒ کا یہ بیان البدایہ والنہایہ اور وفیات الاعیان میں درج ہے۔ غزالیؒ کہتے ہیں کہ یزید کا اسلام صحیح طور پر ثابت ہے، یزید مسلمان تھا لیکن صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا یا کروایا اور نہ قتل کیلئے حکم ثابت ہے اور نہ قتل حسینؓ سے راضی ہونا ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یزید نے حضرت حسینؓ کا قتل کرنے کو کہا تھا اور وہ اس سے راضی تھا تو یہ بات اس لائق نہیں کہ مانی جائے بلکہ یہ آدمی حماقت میں پڑا ہوا ہے اور بے وقوف ہے۔ یہ روایت کس بے دلی سے ابوزید نے دل میں پتھر رکھ کر بیان کی ہے! ان کی دلیل کا تضاد اس کے فوراً بعد کے اس قول سے ثابت ہے۔ ابوزید نے فوراً کہا کہ یزید کو اچھا کہنے والے اسی قول سے لٹک جاتے ہیں باقی سب چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ غزالیؒ تصوف کی فیلڈ میں تھے اور بہت سی چیزیں ایسی لکھی ہیں جو بہت ہی Major (سنگین) ہیں۔ بہرحال ہم کو اس میں نہیں جانا ہے۔

استدراک۔ قارئین غور فرمائیں کہ حضرت امام غزالیؒ کا یزید کی تعریف وتوصیف کا یہ بیان ابوزید پر کتنا بھاری ثابت ہوا کہ فرماتے ہیں کہ لوگوں سے ہٹ کر غزالی یزید کے زیادہ فیور میں دکھائی دیتے ہیں یعنی ابوزید یہ مانتے ہیں کہ عام علما یزید کی مذمت ہی کرتے ہیں پھر حضرت یزید کی تعریف وتوصیف کرنے والوں کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ یزید کو اچھا کہنے والے غزالی کے اس قول سے لٹک جاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ تصوف اور علم کلام کے میدان میں غزالی نے کیا کیا غلطی کی؟ یعنی غزالی یزید کی تعریف وتوصیف کرنے پر غزالی کی شخصیت میں کیڑے نکالنے شروع کردیے، میں کہتا ہوں کہ مخالفت یزید میں ملا علی قاری وعینی جیسے احناف کا قول ابوزید معتبر مانتے ہیں وہاں ان

کوان دونوں کی ذات میں کیڑے اور عیب نظر نہیں آتے، اس لیے کہ یہ دونوں حنفی شخصیتیں حضرت یزید کی مذمت کرنے والی ہیں۔ جبکہ موصوف یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حنفی مذمت یزید میں شدید ہوتے ہیں۔ یہ ہے ابوزید کا پیمانہ تنقید کہ میٹھا میٹھا ہپ، کڑوا کڑوا تھو، پھر کچھ دور جا کر فرماتے ہیں کہ ''ویسے ہماری رائے بھی یزید کے بارے میں منفی ہی ہے، اس کو یاد رکھئے پھر چند جملوں کے بعد فرماتے ہیں اگر چہ عام طور پر علما یزید کے بارے میں منفی رائے ہی رکھتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ جب موصوف کے مطابق حنفی یزید کے بارے میں منفی رائے رکھتے ہیں تو ابوزید حنفیوں سے اس مسئلہ کی مشابہت میں حنفی کیوں نہیں بن جاتے، ویسے پہلے بھی وہ حنفی ہی تھے اور آج سلفی بننے کے بعد بھی موصوف کا یہ موقف ہے کہ عام مسلمان کسی ایک امام کی تقلید کر سکتے ہیں، یونہی اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے بھی قائل ہیں۔ جب ابوزید سے کہا جاتا ہے کہ پونہ میں اتنے دنوں کے بعد استحکام کے باوجود مسجد اہل حدیث کا قیام کیوں نہیں کیا؟ کیوں کہ ان کو حنفی مسجد میں ہی نماز پڑھنا پڑتی ہے۔ تو موصوف فرماتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے؟ اہل حدیث کہتے ہیں کہ آپ تو مقلدین کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ تو موصوف فرماتے ہیں کہ کیا آپ (اہل حدیث) مقلد نہیں؟ آپ کو بھی تو نماز کے دلائل معلوم نہیں تو آپ بھی مقلد ہوئے۔ یہ ہے طرز ابوزید۔

حضرت یزید سے نفرت یا محبت

اس کے بعد ابوزید ضمیر نے یزید سے محبت رکھنے یا نفرت کرنے کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر کی تعجیل المنفعت کے حوالے سے ذکر کیا کہ ''عام طور اہل علم، اہل فضل یعنی علماء نے حسینؓ کے قتل کے واقعہ کی وجہ سے یزید سے نفرت رکھی ہے اور اسی طرح حرہ کا جو واقعہ جو مدینہ میں ہوا اس وجہ سے بھی علماء نے یزید سے نفرت رکھی ہے یا دشمنی، پھر امام ذہبی کے قول کو سیر اعلام النبلا سے پیش کیا کہ یزید کی حکومت یا خلافت شروع ہوئی قتل حسینؓ سے اور ختم ہوئی حرہ کے واقعہ پر۔ اسی لیے لوگوں نے یزید سے نفرت رکھی ہے، دشمنی رکھی ہے اور اسی لیے یزید کی عمر میں برکت نہ ہوئی۔

ہم کہتے ہیں کہ ذہبیؒ، ابن حجرؒ، سیوطیؒ یا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ یا پھر ملا علی قاریؒ یا عینیؒ جب یہ لوگ شیعوں سے مروی گمراہ کن روایات کی وجہ سے شیعی نقطہ نظر سے متاثر ہوں تو ہم کیا کر سکتے ہیں! ان ائمہ نے مذمت حضرت یزید میں یہ ذکر کیا کہ لوگ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر یزید سے نفرت یا دشمنی کرتے رہے ہیں، تو یقیناً ان کی دشمنی اور نفرت اگر تھی تو بس اس بنا پر کہ ہمارے مورخین ومتاخرین علماء نے روایات تاریخیہ میں اس طرح ٹھوس کام نہ کیا جس طرح احادیث کے راویوں کی صحت یا عدم صحت جاننے کی کوشش علم اسماالرجال کے ذریعہ فرمائی۔ اسی لیے ہماری کتب تواریخ میں ایسی واہیات روایات کی بھرمار ہوگئی۔ لیکن اس سے زیادہ بنیادی اور کلیدی کتابوں میں حضرت یزید کے تعلق سے مثبت باتیں بھی خوب ہیں لیکن ان سے صرف نظر کیا گیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اس

میدان میں بھی انقلاب پیدا ہو۔ حافظ صلاح الدین کی مذکورہ دو کتابوں نے دنیا کے مسلمانوں کو حضرت یزید اور بنو اُمیہ کے تعلق سے مثبت فکر کا حامل کر دیا تھا لیکن ابوزید کی اس گمراہ کن تقریر سے اہل حدیثوں کا کافی نقصان ہوا، لیکن ان شاءاللہ تعالیٰ اُمید ہے کہ ہماری اس حقیر کوشش سے اہل حدیث اپنی اصلاح کریں گے۔

ایک نقطہ۔ اور اسی وجہ سے اہل سنت میں بھی بڑے بڑے علماء اس فکر سے متاثر ہوئے ہیں، جیسے ذہبی کا یہ قول کہ یزید کی حکومت کے آغاز میں قتل حسینؓ اور خاتمہ پر واقعہ حرہ کی وجہ سے لوگوں نے یزید سے نفرت رکھی ہیں تو یہ بھی اسی بنا پر ہے کہ ذہبی نے بھی قتل حسینؓ اور حرہ کے واقعات کو انہیں مسموم اور مہلک ذرائع سے پایا اور جو پڑھا وہی لکھا، اسی کتاب میں موقف حضرت حسینؓ کی سرخی کے تحت حافظ صلاح الدین یوسف کے مضمون کو پڑھنے سے یہ فکری انحراف ان شاءاللہ زائل ہو جائے گا، وہاں رجوع فرمائیں۔

علامہ ابن حجرؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ عام طور پر علماء نے حضرت حسینؓ کے قتل کی وجہ سے یزید سے نفرت رکھی ہے لیکن یہ بعد کی تاریخی روایات کے پھیلنے کی وجہ سے مشہور ہو گیا، لیکن کربلا کے بعد خود حضرت یزید کی حیات میں عالم اسلام میں حضرت یزید کیلئے کوئی نفرت نہ پائی جاتی تھی، صحابہ کرامؓ، تابعین و تبع تابعین حضرت یزید سے تعاون کیا کرتے تھے اسی لیے جب مختار اپنے سیاسی وذاتی مفادات کے حصول کیلئے انتقام قتل حسینؓ کیلئے اٹھا تو مسلمانوں نے اس کا ساتھ نہ دیا، یوں ہی حرہ اور حصار مکہ کے واقعہ میں بھی آپ دیکھ آئے ہیں کہ اہل غدر و فتنہ کے سوا شریف لوگوں نے یہاں تک کہ خاندان بنی ہاشم و قریش نے اس خروج و بغاوت میں کوئی حصہ نہ لیا۔ یہ تو بعد کی شیعی روایات کی فتنہ سامانیوں اور روافض کی اتہام پردازیوں کی وجہ سے ہماری تاریخ زہر آلود ہوئی اور متاخرین میں یہی تواریخ رائج ہوئیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے قول کی حقیقت

ابن تیمیہؒ نے مجموع الفتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ صالح بن حنبل حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے فرزند کہتے ہیں کہ میں نے والد گرامی سے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم لوگ یزید سے محبت کرتے ہیں تو امام احمد نے فرمایا بیٹے کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور وہ یزید سے محبت کرے؟ اس پر ان کے بیٹے نے کہا کہ اے والد گرامی پھر آپ یزید پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟ تو امام احمد نے جواب دیا کہ بیٹے کیا تو نے مجھے کسی پر لعنت کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ لیکن میں یزید سے محبت نہیں کرتا۔

استدراک: علامہ ابن تیمیہؒ کی اس عبارت پر ہمارا نقد یہ ہے کہ قاضی ابوبکر ابن عربیؒ شاگرد امام غزالیؒ اپنی کتاب العواصم صفحہ ۲۴۳ میں بیان کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ نے امیر یزید کا ذکر کتاب الزہد میں زہاد صحابہؓ (متقی صحابہؓ)

کے بعد اور تابعین سے پہلے اس زمرے میں کیا ہے جہاں زہد و ورع کے بارے میں امت کے پرہیزگاروں کے اقوال نقل کیے ہیں۔ قاضی موصوف فرماتے ہیں "اور یہ دلیل اس کی ہے کہ ان کے (امام احمدؒ) کے نزدیک ان کی (امیر یزید) بڑی قدر و منزلت تھی یہاں تک کہ ان کو پرہیزگار صحابہؓ و تابعین کے زمرے میں شامل کیا ہے جن کے اقوال کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کے مواعظ سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور وہاں انہوں نے تابعین کے تذکرے سے پہلے صحابہؓ کے زمرے کے ساتھ ہی ان کو شامل کیا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کے شراب اور طرح طرح کی فسق و فجور کے اتہامات جس کا ذکر مورخین کرتے ہیں، کیا افسوس ناک نہیں؟ لیکن یاد رہے کہ کتاب الزہد سے یہ ذکر اب نکال دیا گیا ہے لیکن قاضی ابوبکر کے زمانے میں یہ ذکر موجود تھا۔ مسند احمد بن حنبل میں منقصت یزید کے سلسلے میں وضعی روایات کا بعد میں اضافہ کیا گیا (محمود عباسی مولف خلافت ماویہ و یزید صفحہ ۱۰۲) لہٰذا کبار علماء میں سے بعض کو حضرت یزید سے متعلق مذمت یزید پر مبنی قوال سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ منفی و مثبت دونوں قسم کے اقوال تاریخ میں موجود ہیں ان کو سمجھ کر قبول کیا جائے۔ اس صورت حال میں امام احمدؒ کی ابن تیمیہؒ کی بیان کردہ روایت کو یقیناً شیعہ و روافض نے وضع کر کے ہمارے تاریخی ذخائر میں داخل کر دیا۔

نہ ہم یزید سے محبت کرتے ہیں اور نہ ان کو برا کہتے ہیں

اس کے ابوزید نے حافظ ذہبیؒ کا یہ قول اعلام سے پیش کیا ہے کہ ہم نہ یزید کو برا بھلا کہتے ہیں اور نہ محبت کرتے ہیں۔ پھر ابن تیمیہؒ کا قول ذکر کیا کہ مجموع الفتاویٰ سے کہ صواب (صحیح بات) وہی ہے جس پر سارے ائمہ ہیں اور وہ یہ ہے کہ نہ خصوصی طور پر یزید سے محبت رکھی جاسکتی ہے اور نہ یزید پر لعنت کی جاسکتی ہے اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ فاسق اور ظالم تھا تو اللہ تعالیٰ فاسق اور ظالم کی مغفرت کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ شرک کی مغفرت نہ کرے گا لیکن شرک سے کم تر کی مغفرت کرے گا۔ آگے ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ خصوصاً ایسے وقت جب کہ یزید سے بہت ساری نیکیاں آتی ہیں اور اس کے بعد انہوں نے حدیث غزوۂ قسطنطنیہ ذکر کی ہے جس سے مغفرت یزید کھل کر سامنے آتی ہے۔

وضاحت: قارئین غور فرمائیں کہ پوری تقریر میں ابوزید نے حضرت یزید کی مذمت، مخالفت، لعن طعن، بغض و عداوت کا مظاہرہ کیا وہ سب سطور گزشتہ میں آپ نے پڑھا۔ اور اب آپ خود امام ابن تیمیہؒ کے قول کو پیش کرتے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ کے اس قول کی روشنی میں آپ ابوزید کی پوری تقریر کو دیکھیں کہ کیا ابوزید ابن تیمیہؒ کے موقف (اسٹینڈ) پر ہیں؟ بار بار یہی کہہ رہے ہیں کہ ائمہ اہل سنت کا یہ اسٹینڈ ہے، یہ کہہ کر ابن تیمیہؒ کی اوپر والی عبارت ذکر کی بلکہ بہت زیادہ زور دیکر ذکر کی کہ ابن تیمیہؒ کا یہ جملہ کہ "ہم نہ یزید سے محبت کرتے ہیں اور نہ برا بھلا کہتے ہیں"

پیش کر کے اس کو اکثریت کا موقف قرار دیا لیکن ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ابوزید ائمہ اہل سنت کے موقف پر ہیں؟ ہرگز نہیں اس لیے کہ ائمہ اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ نہ حضرت یزید سے خصوصی محبت کی جائے اور نہ ان کو برا بھلا کہا جائے تو کیا ابوزید نے تین گھنٹے تک حضرت یزید کی مذمت اور منقصت بیان نہیں کیں؟ ان کو فاسق وفاجر وظالم وقاہر قرار نہ دیا؟ اور ائمہ کے مختلف فیہ اقوال سے ان کی بدترین برائی نہ بیان کی؟ تو یہ سب کیا تھا؟ کیا یہ سب مذمت کر کے ابوزید جمہور کے طریقے پر ہیں؟ ابوزید کو حضرت یزید کی برائی نہ کرنی چاہئے جب کہ خود بھی ابن تیمیہؒ اور ذہبیؒ کے قول کو پیش کر رہے ہیں کہ نہ یزید سے محبت کرنا چاہئے اور نہ ان کو برا بھلا کہنا چاہئے۔ معلوم ہوا کہ ابوزید سخت غلطی پر ہیں۔ ان کو اپنی اس تقریر کو نیٹ سے نکال دینا چاہئے اور ان سی ڈیز کو ضائع کر دینا چاہئے۔ اسی لیے جب ہم اس تقریر کے سلسلے میں ان سے مشورہ کرنے کے لیے پونہ گئے تھے تو بھیونڈی کے ایک مشہور سلفی داعی جناب امجد خان نے ان سے یہی مطالبہ کیا کہ جب تک عبدالودود صدیقی اور آپ کے مابین کا یہ قضیہ حل نہ ہو جائے تب تک کیلئے آپ نیٹ سے اس تقریر کو نکال لیجئے تو موصوف نے کہا کہ اگر مولانا عبدالسلام سلفی (امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئ ورائے گڑھ) اور مولانا محمد مقیم فیضی (نائب سابق ناظم جمعیت اہل حدیث ہند) اس کو نیٹ سے نکالنے کو کہیں گے تو میں نکال دونگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاملہ آپ کے اور ہمارے درمیان کا ہے اور یہ شرط غیر ضروری ہے۔

خاص نکتہ: امام ابن تیمیہؒ کے اس قول مذکور میں ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ فاسق وفاجر تھا تو یہ جملہ ثابت کرتا ہے کہ فسق وفجور یزید کا معاملہ حقائق میں سے نہیں ہیں جو اسی کتاب میں ہم نے ابن تیمیہؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے، بقول ابن تیمیہؒ حضرت یزید کے دشمنوں اور شیعوں نے ان کی مخالفت میں بہت کچھ کہا ہے وہ سب افترا اور اتہام پردازی ہے اور فسق وفجور یزید کو محض مفروضہ ماننے کے بعد آخر میں فرمایا کہ یزید سے بہت ساری نیکیاں بھی آئیں ہیں اور پھر سب سے بڑی نیکی کے طور پر امام ابن تیمیہؒ نے حدیث غزوۂ قسطنطنیہ پیش کی ہے یعنی ابن تیمیہؒ نے قبول کیا ہے کہ حضرت یزید کی متعدد نیکیاں ہیں اور امیر لشکر غزوۂ قسطنطنیہ ہونا جس میں اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کے شرکاء کو نوید مغفرت سنائی ہے، یہ سب سے بڑی نیکی ہے۔ تو یہ ابن تیمیہؒ کا مسلک ہوا کہ نہ ہم یزید سے خصوصی محبت کرتے ہیں اور نہ برائی بیان کرتے ہیں تو برائی بیان کرنے سے انکار کیا۔ ابوزید ضمیر کو ابن تیمیہؒ کے اس قول پر دھیان دینا چاہئے۔ پھر تین گھنٹہ تک ابوزید نے مسلسل حضرت یزید کی زندگی کے تمام پہلوؤں سے متعلق منفی دلائل پیش کیے ہیں۔ یہاں تک کہ حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کے بارے میں بار بار شک پیدا کرنے کی کوشش کی یہ کہہ کر کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے اور یہ کہہ کر کہ یزید اس بشارت کا حقدار نہیں اسلیے کہ اس نے بعد میں کیا کیا؟ حدیث دیکھئے

کا، کیا کیا یزید نے یہ نہیں دیکھنے کا، اس قسم کی تقاریر بند کرنا چاہئے، ابوزید کو اپنی اس تقریر سے رجوع کرنا چاہئے، توبہ کر کے نیٹ سے اس کو نکال دینا چاہئے اور عام معافی طلب کرنا چاہئے، اسلیے کہ انہوں نے امیرالمومنین حضرت یزید کی شان کے خلاف سبّ وشتم کیا ہے جو اہل حدیث کے منہج کے خلاف ہے کیونکہ حضرت یزید کو تمام صحابہؓ، تابعین وتبع تابعین نے خلیفہ منتخب کیا۔ رہی ان ائمہ کرام کی منفی باتیں تو وہ بہت سی مثبت باتوں کے بعد یہاں وہاں چند منفی باتیں بیان کر گئے ہیں جن کا غائر مطالعہ کرنے کے بعد صاف معلوم پڑتا ہے کہ یہ ائمہ کرام شیعی روایات سے متاثر ہونے کی بنا پر حضرت یزید کے بارے میں کچھ منفی بول گئے ہیں لیکن بہت سی مثبت باتیں بھی بیان کر گئے ہیں جبکہ ابوزید نے چن چن کر حضرت یزید کے تعلق سے صرف منفی باتیں ہی نقل کی ہیں اور ایسا کیوں نہ کرتے؟ کیونکہ انہوں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ان کا موقف یزید کے بارے میں منفی ہی ہے تو ظاہر ہے کہ اپنے اس خیال کے مطابق وہ منفی مواد ہی فراہم کریں گے اور غلط طور پر یہ بھی کہا کہ علمائے جمہور نے یزید کے بارے میں منفی رائے ہی رکھی ہے جو غلط ہے۔

ابن تیمیہؒ کا یزید کے تعلق سے موقف ابوزید کے مطابق

ابوزید ابن تیمیہؒ کا آخری قول پیش کرتے ہیں۔ اس کو موصوف نے مجموع الفتاویٰ جلد ۳، ص ۴۱۲ میں نقل کیا ہے، شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''عام طور پر امت کے اماموں کا عقیدہ ہے کہ نہ یزید کو برا بھلا کہا جائے اور نہ اس سے محبت کی جائے اور علما کے نزدیک یزید بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور اس سے صالحین اور اولیاء اللہ جیسی محبت نہیں کی جاسکتی، نہ ہم یزید کو برا کہتے ہیں اور ائمہ کے نزدیک کسی خاص آدمی پر لعنت کرنا صحیح نہیں'' اس عبارت کی اکثر باتوں پر ہم نقد کر چکے ہیں، صرف ایک بات باقی ہے کہ علماء کے نزدیک حضرت یزید بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھے۔ ابوزید کو اس پر بھی بڑا افسوس ہوگا کہ یزید مسلمانوں کا بادشاہ کیسے بن گیا اور اسی لیے ابن تیمیہؒ کے اس قول پر بہت خوش ہیں کہ یزید عام بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور اس سے نیکو کاروں اور اولیاء اللہ جیسی محبت نہیں کی جاسکتی، تو ابوزید سن لیں کہ حضرت یزید اور امیر معاویہؓ یہ دو ایسے بادشاہ ہیں کہ پوری تاریخ اسلام میں جن کو اللہ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت دے دی تھی، بالکل ویسے ہی ہیں جس طرح بدری، بیعت رضواں والے اور عشرۂ مبشرہؓ اور تمام صحابہ کرامؓ۔ ابوزید بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ بول کر حضرت یزید کی توہین وتنقیص کرنا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ غزوۂ قسطنطنیہ کا نام لے کر حضرت یزید اور اس کے تمام شرکاء کیلئے جنت کی بشارت دے رہا ہے۔ یاد رہے کہ بخاری میں کتاب الیل کی حدیث میں اس امر کی وضاحت بھی ہے کہ حضرت یزید اس لشکر کے امیر تھے جس نے قسطنطنیہ میں جہاد کیا تھا اور جس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ موجود تھے۔

رہی یہ بات کہ یزید سے اولیاء اللہ اور صالحین جیسی محبت نہیں کرنا چاہیے تو نہ جانے ابن تیمیہؒ نے ایسا کیوں کہا؟ جب خود ہی امام موصوف نے اقرار کیا ہے کہ یزید پر لگائے گئے اکثر الزامات غلط ہیں اور یہ بھی قبول کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے امام تھے اور حدیث غزوۂ قسطنطنیہ کے مطابق بخشے ہوئے تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان (حضرت یزید) سے محبت کیوں نہ کی جائے؟ کیا جبہ و دستار، عطر اور دھونی اور کڑے اور چھلے والے باباؤں جیسے دکھنے والے اگھوڑیوں، صوفیوں، مستوں اور قلندروں کو اولیاء اللہ اور صالحین کہا جائے؟ کیا اولیاء اللہ کا کوئی خصوصی لباس وضع وقطع ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو امیر یزید میں ایسی کون سی کمیاں ہیں کہ ان کو صالحین میں شمار نہ کیا جائے؟ دراصل ان کے بارے میں اس قسم کے نظریات اس لیے پیدا ہوگئے کیونکہ شیعی مورخین نے ان کے خلاف اتنا سنگین و مہلک مواد تاریخ جمع کر دیا کہ بڑے بڑے علماء حضرت یزید کے بارے میں اس قسم کے فقرے بولنے پر مجبور ہو گئے ورنہ ہم اگر حضرت یزید کی سوانح لکھ کر پیش کریں تو حضرت یزید ہمیں بالکل امیر المومنین اور خلیفہ راشد جیسے ہی نظر آئیں گے۔

ابوزید کی یزید کے بارے میں آخری تنقید

شذرات الذہب، جلد اول، صفحہ ۱۲۲ سے ۱۲۳ میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں ''لوگ یزید کے سلسلے میں تین طرح کے ہیں، ایک فرقہ وہ ہے جو یزید سے محبت رکھتا ہے اور یزید کی پارٹی کا ہے یعنی کہ یزید کے فیور والا ہے۔ دوسرا فرقہ وہ ہے کہ یزید کو گالی دیتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور تیسری جماعت وہ ہے جو درمیانی ہے، یہ صحیح جماعت ہے، یہ لوگ نہ ہی یزید کی حمایت کرتے ہیں اور نہ ہی ان پر لعنت کرتے ہیں اور یہی فرقہ صواب (حق) پر ہے اور صحیح راستے پر ہے، یہی وہ طبقہ ہے جو گزشتہ علماء کے عقیدے کو جانتا ہے اور جو ظاہری شریعت کو بھی جانتا ہے'' میں کہتا ہوں کہ حضرت یزید کے بارے میں ذہبی کا یہ قول خصوصی وضع کردہ نظریہ ہے، حق یہ ہے کہ پہلا طبقہ ہی حق پر ہے اس لیے کہ یہ طبقہ صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ یعنی اسلاف کی پیروی کرنے کی بنا پر حق وصواب پر ہے اور جو گمراہ کن باتیں خلیفہ موصوف سے منسوب کی گئی ہیں ان ہی کی بنا پر علمائے متاخرین اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ اہل حق وہ ہیں جو نہ خلیفہ موصوف کی حمایت کرتے ہیں اور نہ مخالفت کرتے ہیں، صحیح بات یہی ہے کہ جو لوگ حضرت یزید کی امیر المومنین کی حیثیت سے قدر و منزلت کرتے ہیں وہی حق پر ہیں۔ وقت بدل چکا ہے پچاس سال پہلے حضرت یزید، حضرت امیر معاویہؓ اور بنو امیہ کے بارے میں جو خرافات و واہیات منسوب تھے ان کی تردید و تغلیط ہو چکی ہے اور رہی سہی کسر عنقریب مستقبل میں ہونے والی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ ایک طبقہ پیدا ہو چکا ہے جو ان حقائق تاریخیہ کو الم نشرح کرنے والا ہے۔